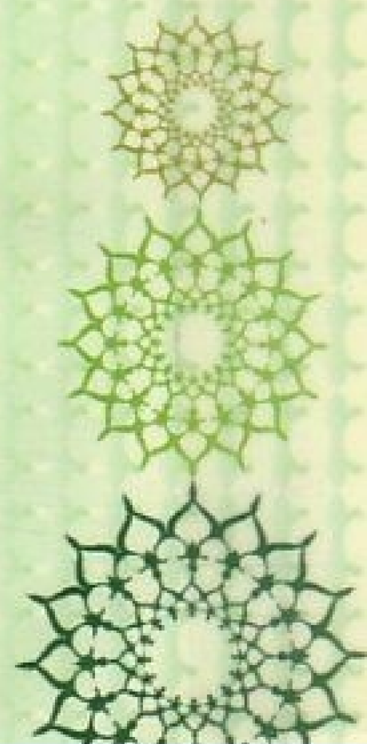
والدین کے حقوق
اور
اولاد کی ذِمّہ داریاں

مؤلف
مولانا ھارُون معاویہ

حمیدی
بیتُ العُلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پُرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳



والدین کے حقوق
اور
اولاد کی ذِمّہ داریاں

حمیدی

مؤلف
مولانا ھارُون معاویہ

بیتُ العُلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور- فون: ۳۵۲۲۸۳



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب

والدین کے حقوق
اور
اولاد کی ذمہ داریاں

مؤلف

مولانا ھارون معاویہ

باہتمام

مولانا محمد ناظم اشرف

طباعت باراول

جون ۲۰۰۹ء

ناشر

بیت العلوم

www.baitululoom.com

اجمالی فہرست

(تفصیلی فہرست)

﴿عرض مؤلف﴾

بیشک والدین عظیم ہیں اور ان کی قدر و منزلت کو جاننے والے بھی عظیم ہیں جس طرح ہر انسان پر والدین کے بے شمار احسانات ہیں اسی طرح والدین کے حقوق بھی انسان پر بے شمار ہیں اور ان حقوق کا پورا کرنا ہر انسان کی خوش بختی اور کامیابی کے لئے ضروری ہے، اس میں اگر سستی برتی گئی تو یقیناً زبردست بگاڑ اور عظیم خسارے کا خطرہ ہے۔

چنانچہ آپ کے ہاتھوں میں موجود کتاب ''والدین کے حقوق اور اولاد کی ذمہ داریاں'' میں اسی بات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور والدین کے حقوق کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اولاد پر ان حقوق کو پورا کرنے کے لئے کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کی تفصیل سے وضاحت کی گئی ہے۔ مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ یہ کتاب والدین کے حقوق اور اولاد کو ان کی اہم اہم ذمہ داریاں سمجھانے کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگی، انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کے حقوق ادا کرنے اور ان کی خوب خوب خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

دعا کیجئے کہ میں جس نیک مقصد کے تحت یہ کتابیں لکھ رہا ہوں، اس میں مجھے کامیابی نصیب ہو جائے۔ اور میں اپنے اللہ وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ قدسی میں یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ وہ ذات پاک اس کتاب کو میری پہلی کتابوں کی طرح مفید اور کارآمد بنا دے اور ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ دین کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آخر میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب سے لے کر کمپوزنگ تک میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا، میرے ساتھ معاونت کرنے

والے میرے مخلص ساتھی مولانا ظہور الاسلام صاحب، مولانا عمر فاروق صاحب، مولانا محمد عادل شیخ صاحب، اور مولوی محمد کاشف صاحب۔ اور اسی طرح خصوصاً اس کتاب کے ناشر بیت العلوم لاہور کے مالک مولانا ناظم اشرف صاحب کا بھی دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس کتاب کو بڑے اہتمام سے شائع کر رہے ہیں۔

میری دل سے ان حضرات کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو دونوں جہانوں کی شادمانیاں نصیب فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

اور تمام قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ مجھے، میرے والدین، اساتذہ کرام کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں، اور اگر آپ کو اس کتاب میں کوئی خامی اور کمزوری نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں آپ کا بہت شکریہ ہوگا۔ آپ کے ہر مشورے کا دلی خیر مقدم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام آپ کا خیر اندیش
محمد ہارون معاویہ
فاضل جامعہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی
ساکن میرپور خاص سندھ

پہلا باب

﴿والدین کے حقوق﴾

ہر شخص پر بیٹا ہونے کی حیثیت سے بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر نوجوان اپنے والدین کے جگر کا ٹکڑا، ان کی امیدوں کا محور و مرکز، اور ان کی تمناؤں کے پورا کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اسلام نے والدین کے حقوق کی بہت زیادہ رعایت رکھی ہے اور والدین کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں بڑی تاکید اور اہتمام کے ساتھ احکامات بیان فرمائے ہیں۔ یقیناً خالق ذوالجلال کے بعد انسان پر سب سے زیادہ حق والدین ہی کا ہے۔

چنانچہ ذیل میں ہم قرآن و احادیث کی روشنی میں والدین کے حقوق بیان کر رہے ہیں، لیجئے ملاحظہ فرمائیے۔

حقوق العباد میں سب سے مقدم حق والدین کا ہے:

بچہ جب اس دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو گوشت پوست کا ننھا سا وجود ہوتا ہے۔ جس میں نہ بولنے کی قوت ہوتی ہے نہ چلنے پھرنے کی سکت۔ اتنی طاقت بھی نہیں ہوتی کہ کچھ کھا ہی سکے۔ ایسے وقت میں ماں کا وجود اس کے لئے بہت بڑی نعمت ثابت ہوتا ہے۔ وہ ہر لمحے اس کی نگہبانی کرتی ہے، اسے دودھ پلاتی ہے اور اس کی پرورش و نگہداشت کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ اس کی راتوں کی نیند اور دن کا سکھ چین اس کے لئے وقف ہوجاتا ہے۔ باپ کی شفقت اسے زمانے کے سرد و گرم سے بچاتی ہے۔ اس کی محبت کی چھاؤں اسے ہر سختی، تکلیف اور رنج سے دور کرتی ہے۔ ان دونوں کی پرورش کے نتیجے میں جب وہ شعور کی آنکھ کھولتا ہے تو اسے صاف نظر آتا ہے کہ اسے اس مقام تک پہنچانے والے اس کے والدین ہیں۔

اسے اس مقام تک پہنچانے والے والدین نے اپنے فرض کو پورا کیا، اب اس پر ان کے کچھ حقوق ہیں۔ یہ حقوق اتنے اہم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق عبادت کے بعد

دوسرے نمبر پر جس حق کا ذکر کیا ہے وہ والدین کا حق ہے۔

والدین کا حق کیا ہے؟ یہی کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، ان کا مکمل ادب واحترام کیا جائے۔ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے اور ہمیشہ ان کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔

قرآن وحدیث سے یہ بات بہت واضح ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے کہ والدین سے حسن سلوک سے رزق میں فراوانی اور عمر میں زیادتی ہوتی ہے، جب کہ والدین کی نافرمانی کرنے والا اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش نہ آنے والا اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور بالآخر جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کے ساتھ، والدین سے حسنِ سلوک نہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، اور یہ ناراضگی اس کی دنیا اور آخرت دونوں برباد کر دیتی ہے، اس لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم والدین کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھیں۔ اس معاملے میں قرآن وسنت سے ہمیں جو رہنمائی ملتی ہے، وہ ملاحظہ کیجئے۔

حقوق العباد میں سب سے مقدم حق والدین کا ہے۔ اور یہ اتنا اہم حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حقِ عبادت کے بعد جس حق کا ذکر کیا، وہ والدین کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ نساء میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو''

بنی اسرائیل سے جو عہد لیا گیا، اس میں بھی یہی حکم تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا''

(بحوالہ سورۃ البقرہ)

سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

ترجمہ: ''اور آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے

پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر ہی جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔ اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے رحمت اور شفقت سے بچپن میں پالا تھا۔''

(بحوالہ سورۃ بنی اسرائیل)

وضاحت:

والدین کے حقوق میں قرآنِ کریم کی یہ دو آیات بہت ہی اہم ہیں۔ ان میں ایک تو اللہ کی عبادت کے بعد، والدین کے حقوق کا ذکر ہے۔ دوسرے ان حقوق کی کچھ تفصیل بھی ہے۔

۱)...... ان میں سب سے پہلے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ ہر معاملے میں ایسا رویہ اختیار کرنا کہ جس سے انہیں ناگواری اور گرانی نہ ہو، بلکہ انہیں مسرت اور خوشی کا احساس ہو۔ اس میں حسنِ سلوک کی ہر صورت کے اختیار کرنے اور بدسلوکی کی ہر صورت سے اجتناب کرنے کی تاکید ہے۔

۲)...... دوسرے نمبر پر بڑھاپے میں ان کے سامنے اُف تک کہنے سے روکا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچنے سے پہلے ایسا کرنے اور کہنے کی اجازت ہے، بلکہ والدین جوان ہوں یا بوڑھے، ہر عمر اور ہر مرحلے میں ان کے ادب واحترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنا ہے اور ہرگز ایسا رویہ اختیار نہیں کرنا جس سے ان کی بے ادبی اور گستاخی ہو۔ بڑھاپے کا ذکر صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ اس عمر میں والدین اولاد کی خدمت واطاعت کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں۔

۳)...... جب والدین بوڑھے ہو جاتے ہیں تو اولاد جوانی کی ترنگ میں والدین کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی، لہٰذا جوان اولاد اور بوڑھے والدین کے جذبات اور خواہشات میں ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے۔ جوانی ایک تو دیوانی ہوتی ہے، دوسرے زندگی کے تجربات ومشاہدات سے عاری۔ جب کہ والدین سرد وگرم چکھ چکے ہوتے ہیں۔ وہ حالات وواقعات کی بھٹی

سے کندن بن کر نکلے ہوتے ہیں۔ عمر بھر کے تجربات و مشاہدات ان کی فکر میں اعتدال و توازن پیدا کر چکے ہوتے ہیں، لیکن جوان اولاد اپنے جذبات اور جوانی کے جوش میں والدین کے جذبات اور ان کے تجربات کو اہمیت نہیں دیتی، نتیجتاً باہم تصادم اور ٹکراؤ ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر والدین کی باتوں پر ناگواری کا اظہار عام اور اُف (ہُوں) کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ''اُف تک نہ کہو'' کہہ کر اسی بے ادبی اور گستاخی کا راستہ بند کیا ہے۔

۴)...... جب والدین کی بات کے خلاف اپنے جذبات کے اظہار کے لئے ''ہوں'' تک کہنے کی اجازت نہیں ہے، تو ڈانٹنے ڈپٹنے کی اجازت کیوں کر ہو سکتی ہے؟

۵)...... اس لئے کہا گیا ہے کہ ان سے قولِ کریم کہو، یعنی ادب واحترام سے گفتگو کرو اس میں بے ادبی اور گستاخی کا شائبہ نہ ہو۔

۶)...... ان کے سامنے دل کی گہرائی سے عاجزی کے بازو بچھائے رکھو، یعنی ان کے سامنے ان کی رائے کے مقابلے میں تکبر اور سرکشی کے اظہار کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

۷)...... ان کے حق میں دعا گو رہو کہ یا اللہ! جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے پالا پوسا تو ان کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ فرما۔ اس کے لئے یہ دعا تجویز فرمائی:

رب ارحمهما كما ربيني صغيرا. (سورۂ بنی اسرائیل)

''پروردگار! ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے رحمت اور شفقت سے بچپن میں پالا تھا۔''

والدین کے حقوق سے متعلق کچھ احادیثِ رسول ﷺ

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور اس کے فضائل وفوائد کے بیان میں بہت سی احادیث آتی ہیں، ان میں سے کچھ یہاں ذکر کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: سب کاموں میں اللہ جل شانہٗ کو کون سا کام سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بروقت نماز پڑھنا'' میں نے پوچھا: اس کے بعد کون سا عمل زیادہ

محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔'' میں نے پوچھا: اس کے بعد کون سا عمل؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔''

(بحوالہ صحیح بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ والدین کی دعا کو قبولیت کا شرف بخشتا ہے۔ وہ اولاد کے حق میں ہو تب بھی اور ان کے خلاف ہو تب بھی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تین دعائیں ہیں، ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں: مظلوم کی دعا (ظالم کے خلاف)، مسافر کی دعا اور اپنے بیٹے کے خلاف باپ کی دعا۔'' (بحوالہ جامع الترمذی)

اسی لئے ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے:

''نہ تم اپنے لئے بددعا کرو، نہ اپنی اولاد کے لئے۔ اور نہ اپنے مالوں کے خلاف بددعا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم عین اس گھڑی میں بددعا کر ڈالو، جس میں کی جانے والی دعا کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔'' (بحوالہ صحیح مسلم)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا:

''میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اجر کا طالب ہوں۔ نبی ﷺ نے پوچھا ''تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟'' اس نے جواب دیا، ہاں، بلکہ دونوں ہی زندہ ہیں۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا ''کیا تو واقعی اللہ سے اجر کا طالب ہے؟'' اس نے کہا، ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا ''پھر تو اپنے والدین کے پاس لوٹ جا اور ان کی اچھی طرح خدمت کر۔'' (بحوالہ صحیح مسلم)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

''ایک آدمی آیا اور اس نے آپ ﷺ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا:

''کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟'' اس نے جواب دیا، ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا

"پھر انہیں میں جہاد کر۔" یعنی ان کو خوش رکھنے کی کوشش کر۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

مطلب یہ کہ جہاد عام حالات میں فرضِ کفایہ ہے، یعنی مسلمانوں کی پوری آبادی میں سے حسبِ ضرورت کچھ لوگ جہاد میں حصہ لے لیں، تو سب کی طرف سے جہاد کا فرض ادا ہو جائے گا۔ اس صورت میں جہاد میں حصہ لینے کے لئے والدین کی اجازت کی ضرورت ہے، کیونکہ ان کی خدمت فرضِ عین ہے۔ فرضِ کفایہ کی ادائیگی کے لئے فرضِ عین کو ترک کرنا جائز نہیں۔ حدیث میں اسی صورت کی طرف اشارہ تھا۔ ہاں بعض مخصوص حالات میں جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے، اس وقت والدین کی اجازت ضروری نہیں، کیونکہ اس وقت جہاد میں حصہ لینا ناگزیر ہوتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جب دشمن حد سے بڑھ جائے اور نظریاتی اور ملکی سرحدوں پر حملہ آور ہو۔

اسلام والدین کا اس قدر احترام کرنے کا حکم دیتا ہے کہ کسی دوسرے کے ماں باپ کو بھی برا کہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے۔"

حاضرین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کوئی شخص کیسے اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے کے باپ کو گالی دے، کسی دوسرے کی ماں کو گالی دے اور وہ شخص پلٹ کر اس کے ماں باپ کو گالی دے (تو اس طرح وہ خود اپنے ماں باپ کو گالی دینے کا سبب بنتا ہے۔") (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

انسان کی موت کے بعد ثواب کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن چند صورتوں میں ثواب کا سلسلہ قائم بھی رہتا ہے۔ اس بارے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سب اعمال ختم ہو جاتے ہیں، لیکن تین چیزوں کا (نفع اسے پہنچتا رہتا ہے) ۱۔ صدقہ جاریہ۔ ۲۔ ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں۔ ۳۔ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہو۔" (بحوالہ صحیح مسلم)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام صحابہ اور تابعین کے دلوں پر پوری طرح نقش ہو گئے تھے، اس لئے وہ ہر ممکن حد تک والدین کے حقوق کی ادائیگی کرتے تھے اور ان کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

"فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ جب مسجدِ حرام میں تشریف لائے، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے والد ابو قحافہ کو لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے اپنے بوڑھے باپ کو گھر ہی میں کیوں نہ رہنے دیا، میں خود ان کے پاس آتا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کے رسول! آپ کے جانے کے مقابلے میں ان کا حق زیادہ تھا کہ وہ خود آپ کے پاس آئیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان کے والد کو اپنے سامنے بٹھایا اور ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور ان سے فرمایا: اَسلِمْ "اسلام قبول کرلو" چنانچہ انہوں نے مسلمان ہونا قبول کرلیا۔ (بحوالہ مسند احمد)

اس واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ بوڑھے اور کمزور والدین کی خدمت گزاری کی کس قدر اہمیت ہے۔ ضعیفی و پیری کی حالت میں ان کا سہارا بننا کس قدر عظیم عمل ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا عظیم المرتبت انسان اپنے بوڑھے والد کو خود اپنے ساتھ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ والدین کا وجود انسان کے لئے باعثِ رحمت ہے۔ والدین کی خدمت اور دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین کو بڑی بڑی مصیبتوں اور آزمائشوں سے دور رکھتا ہے۔

والدین کا وجود انسان کے لئے باعثِ رحمت ہے:

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "صفۃ الصفوۃ" میں سلامہ نامی راوی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نے اپنے والد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، یہ میرے بہترین والد ہیں۔ میرے پاس گائیں ہیں، میں ان کا دودھ دوہتا ہوں اور اپنے بال بچوں کو پلانے سے پہلے اپنے باپ کے پاس لاتا ہوں، لیکن میرے والد نمازِ عشاء کے بعد نوافل میں مشغول ہو جاتے ہیں اور انہیں اتنا لمبا کر دیتے ہیں کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے اور میں ہاتھ میں دودھ کا پیالہ پکڑے ان کا انتظار کرتا رہتا ہوں اور وہ بدستور اپنی

نماز میں مشغول رہتے ہیں۔

جب لڑکے کے والد سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو اس نے اپنے بیٹے کی تعریف کی اور کہا کہ میں ایسا کرنے کی وجہ بھی بیان کردوں، بات دراصل یہ ہے کہ جب میں نماز میں قرآن پڑھنا شروع کر دیتا ہوں تو میرے دل کو ایسی دلچسپی ہو جاتی ہے کہ میں سب کچھ بھول جاتا ہوں۔

سلامہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کا تذکرہ عبداللہ بن مرزوق سے کیا تو انہوں نے کہا: اسی قسم کے لوگوں کی وجہ سے اہل یمن امن وعافیت میں ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کا ذکر سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا، ایسے نیک اور تقویٰ شعار لوگوں کی برکت ہی سے زمین بڑی بڑی مصیبتوں اور آفات سے محفوظ ہوتی ہے۔ (بحوالہ صفۃ الصفوۃ)

انسان پر والدین کی اطاعت اور عزت ہر حال میں لازم ہے۔ شرط یہ ہے کہ ان کی اطاعت اللہ کے حکم کے خلاف نہ ہو۔ اس بارے میں بھی اللہ کا حکم یہ ہے کہ مشرک والدین کے ساتھ بھی نیک سلوک کرو اور بھلائی سے پیش آؤ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ العنکبوت میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے اور (یہ بھی کہہ دیا کہ) اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے معبود کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو تُو ان کی اطاعت نہ کرنا۔''

قرآنِ کریم کی یہ آیت، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ اٹھارہ انیس سال کے تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ جب ان کی والدہ حمنہ بنت سفیان کو معلوم ہوا کہ بیٹا مسلمان ہو گیا ہے تو اس نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کے کہا، اللہ کی قسم! جب تک تو محمد کا انکار نہیں کرے گا، تب تک میں نہ کچھ کھاؤں گی، نہ پیوں گی۔ ماں کا حکم ماننا، اس کا حق ادا کرنا اللہ کا حکم ہے، اگر تو میری بات نہیں مانے گا تو اللہ کی نافرمانی کرے گا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر پریشان ہوئے اور نبی کریم خدمت

میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بحوالہ جامع الترمذی)

یہ صورتِ حال کئی اور مسلمانوں کے ساتھ بھی پیش آئی تھی، اس لئے اس مضمون کو سورۂ لقمان میں بھی دہرایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک کر، جس کا تیرے پاس کوئی علم نہیں تو ان کی بات نہ مان۔''

(بحوالہ سورۂ لقمان)

والدہ والد سے بھی زیادہ حسنِ سلوک کی مستحق ہے:

اس سوال پر غور کرنا ہے کہ والد اور والدہ دونوں کے حقوق مساوی ہیں یا حسنِ سلوک کے اعتبار سے ان کے مابین کچھ فرق ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ والدہ انسان کے حسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہے، اسلئے کہ حمل، وضع حمل اور پرورش کی تین تکلیفیں ایسی ہیں کہ جو صرف ماں ہی برداشت کرتی ہے، ان میں مرد کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ سورۂ احقاف میں یہ حقیقت یوں واضح کی گئی ہے:

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت سے اسے جنا، اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی کمالِ قوت کے زمانے کو اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں۔''

(بحوالہ سورۂ احقاف)

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ماں کی احسان مندی کا ذکر اپنی احسان پذیری کے ساتھ کیا ہے۔ والدہ (ماں) کے بلند مقام کا بخوبی پتا اس حدیث سے چلتا ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا:

''میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری والدہ حسنِ سلوک کی زیادہ مستحق ہے۔ اس نے پوچھا، پھر کون؟ آپ نے

فرمایا: تمہاری والدہ۔ اس نے پوچھا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تمہاری والدہ۔ چوتھی مرتبہ سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا: پھر تمہارا باپ۔'' (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

اس سے ثابت ہوا کہ حسنِ سلوک اور احسان میں ماں، باپ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ حق دار ہے۔ وجہ یہی ہے کہ ماں اولاد کے لئے تین ایسی مشقتیں اٹھاتی ہے، جس میں مرد کا کوئی خاص حصہ نہیں ہوتا، یعنی حمل کی، جننے کی اور دودھ پلانے کی۔

والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے:

ایک آدمی سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس نے کہا: میرا والد میرے ساتھ رہ رہا ہے، اس نے میرا نکاح کر دیا ہے، اب وہ مجھے بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیتا ہے۔ یہ سن کر ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں وہ نہیں کہ تجھے والدین کی نافرمانی کا حکم دوں اور نہ میں تجھے بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیتا ہوں، البتہ اگر چاہو تو بتا دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے:

''والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے، چاہو تو اس کی حفاظت کرو، چاہو تو اسے ضائع کر دو۔''

عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ بات سن کر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ (بحوالہ صحیح ابن حبان)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میری زوجیت میں ایک بیوی تھی۔ مجھے اس سے بہت محبت تھی۔ جب کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے نفرت تھی۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا، اسے طلاق دے دو۔ میں نے انکار کر دیا۔ تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اسے طلاق دے دو۔ چنانچہ میں نے اسے طلاق دے دی۔

(بحوالہ جامع الترمذی)

عمر میں درازی اور رزق میں فراوانی کا سبب:

والدین سے حسن سلوک، عمر میں درازی اور رزق میں فراوانی کا سبب ہے۔ چنانچہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جسے یہ بات پسند ہے کہ اس کی عمر دراز ہو، اور اس کے رزق میں کشادگی ہو، تو اسے چاہئے کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور صلہ رحمی کیا کرے۔'' (بحوالہ مسند احمد)

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''قضا کو صرف دعا ہی رد کر سکتی ہے اور عمر میں اضافہ صرف نیکی ہی سے ہو سکتا ہے۔''

(بحوالہ جامع الترمذی)

چونکہ ماں باپ کی خدمت بہت بڑی نیکی ہے اس لئے اس سے عمر میں اضافہ ہوگا۔ لیکن یہ ذہن میں رہے کہ جس طرح والدین سے حسنِ سلوک اس قدر فضیلت کا باعث ہے کہ اس سے رزق میں فراوانی اور عمر میں زیادتی ہوتی ہے اسی طرح والدین کی نافرمانی اور ان سے حسن سلوک کا برتاؤ نہ کرنا بھی اتنا ہی بڑا گناہ ہے کہ انسان اس سے رحمت الٰہی سے دور اور جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسولِ اکرم ﷺ منبر پر چڑھے اور جب آپ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو کہا: آمین۔ جب آپ نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو کہا: آمین۔ پھر جب تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو بھی کہا: آمین۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد (ﷺ)! جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور (روزے رکھ کر) اپنے گناہ نہ بخشوائے، اللہ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے۔ میں نے کہا: آمین۔ اور جو شخص اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کو (بڑھاپے) میں پائے اور (ان سے حسنِ سلوک نہ کرنے کی وجہ سے) وہ آگ میں داخل ہو جائے، اللہ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے۔ میں نے کہا: آمین۔ اور جس آدمی کے پاس میرا (آپ ﷺ) کا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ (آپ ﷺ) پر درود نہ پڑھے، اللہ اسے بھی اپنی رحمت سے دور رکھے۔ میں نے کہا: آمین۔ (بحوالہ صحیح ابن حبان)

یہ کس قدر خوفناک بات ہے کہ جبرائیل علیہ السلام دعا کریں اور نبی کریم ﷺ ان کی

دعا پر آمین کہیں۔ اب ان تینوں دعاؤں کی قبولیت میں کسی کو کیا شک ہو سکتا ہے، ان لوگوں کو فوراً توبہ کر لینی چاہئے جو بوڑھے ماں باپ کو دکھ دیتے ہیں، ستاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

میری والدہ میرے پاس آئیں، وہ ابھی مشرکہ تھیں، ایمان نہیں لائی تھیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یہ ابھی تک مشرکہ ہیں اب ان کے بارے میں میرے لئے کیا حکم ہے؟ کیا میں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

والدین کے حقوق اور اسلام کے ہمہ گیر وہمہ جہت احکام:

دنیا کے تمام بڑے مذاہب نے والدین کی تعظیم و تکریم اور ان کی خدمت کی تلقین کی ہے۔ کم و بیش ہر مذہب میں والدین کے رتبہ و مقام کا ذکر موجود ہے لیکن واضح اور مفصل ہدایت نہ ہونے کی بنا پر ہر مذہب اس ضمن میں افراط و تفریط کا شکار ہے۔ تو ریت میں والدین کی تعظیم کے بارے میں یہ ہدایت موجود ہے۔

''تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تا کہ تیری عمر اس زمین پر خداوند خدا تجھے جو دیتا ہے دراز ہو۔'' (بحوالہ سیرت النبی جلد ششم)

انجیل مقدس میں بھی اسی موضوع پر ہدایت و تنبیہ ان الفاظ میں ہے: اپنے ماں باپ کی عزت کر اور جو ماں باپ پر لعنت کرے جان سے مارا جائے۔'' (بحوالہ متی)

انسانی زندگی کے دیگر معاملات کی طرح والدین کے حقوق کے مسئلہ میں بھی اسلام میں ہمہ گیر وہمہ جہت احکام موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جہاں اپنے حقوق کو بیان فرمایا ہے وہاں والدین کے حقوق کی نشاندہی بھی کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ والدین اللہ تعالیٰ کی حقیقی شان ربوبیت کی مجازی مثال ہیں۔ بیشک والدین اولاد کے تشکر کے مستحق ہیں۔

سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳ میں ارشاد ہے:

﴿وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالو الدین احسانا﴾

''اور تیرے رب نے حکم دیا کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔''

یہی مضمون سورۂ بقرہ میں دہرایا گیا ہے:

﴿لا تعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا﴾

(سورۃ البقرہ، ۸۳)

''اللہ کے سوائے کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔''

اسی طرح قرآن حکیم کے متعدد مقامات مثلاً سورہ انعام میں یہ مضمون تکرار کے ساتھ آتا ہے: ''کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔''

یہ امر لائق توجہ ہے کہ اطاعت الٰہی کے حکم کے ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے کر اللہ رب العزت نے اسے نظریہ توحید کے ساتھ منسلک کر دیا۔ اسی بات سے حقوق والدین کی خصوصی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

اللہ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی رضامندی، والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضی میں والدین کی ناراضی میں ہے۔'' (بحوالہ جامع الترمذی)

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے وجود پذیر ہونے کا ظاہری سبب اس کے والدین ہیں، انسان جب دنیائے رنگ و بو میں قدم رکھتا ہے تو نہ بول سکتا ہے اور نہ کسی کی بات سمجھ سکتا ہے، یہاں تک کہ کچھ کھا بھی نہیں سکتا۔ اس وقت ماں ہی اسے چھاتی سے لگاتی اور اپنے دودھ سے اسے سیراب کرتی ہے اور باپ کا سایۂ شفقت ہی اس کی پناہ گاہ ہوتا ہے۔ یہ دونوں مل کر اس کی پرورش کرتے ہیں، اس کے کہے بغیر اس کی خوراک کا، اس کے بتلائے بغیر اس کے علاج کا اور اس کی خواہش کے بغیر اس کی صفائی اور لباس اور دیگر ضروریات کا انتظام کرتے ہیں۔ بڑے ہونے اور شعور کی آنکھیں کھولنے کے بعد انسان کا فرض بنتا ہے

کہ وہ والدین کے اس احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دے اور وہ احسان یہی ہے کہ ان کا ادب واحترام، ان کی اطاعت وفرماں برداری اور ان کی خدمت وناز برداری کرے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کے ساتھ، والدین کے ساتھ یہ حسنِ سلوک اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔ اگر اس نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا یہ معاملہ نہ کیا اور والدین کو ناراض کرلیا، تو عبادت وریاضت کے باوجود، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ناراض ہو، وہ سوچ لے اس کا انجام کیا ہے؟

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ کیا میرے لئے توبہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا، نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تیری خالہ ہے؟ اس نے کہا، ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس سے نیک سلوک کرو۔ (بحوالہ جامع الترمذی)

یعنی خالہ کی خدمت کرنے سے تمہارا گناہ معاف ہوجائے گا۔ جب خالہ کے ساتھ حسن سلوک اس قدر اجر وثواب کا باعث ہے تو والدہ کے ساتھ حسن سلوک کس قدر عظیم عمل ہوگا۔

سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اولاد اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اعرابی کی ملاقات مکہ مکرمہ کے راستے میں ہوئی۔ اس نے انہیں سلام کیا۔ آپ نے اسے اپنی سواری پر بٹھالیا۔ اپنا عمامہ بھی اسے عطا کیا۔ ان سے پوچھا گیا، اللہ آپ کا بھلا کرے یہ اعرابی لوگ تو معمولی سے عطیے سے بھی خوش ہوجاتے ہیں، آپ نے اسے اپنا عمامہ دے دیا؟ یہ سوال سن کر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کا باپ میرے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا اور میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اولاد اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔'' (بحوالہ صحیح مسلم)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ آیا تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: جانتے ہو کہ میں کیوں آیا ہوں؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے:

''جو شخص اپنے والد کی وفات کے بعد اس سے صلہ رحمی کرنا چاہے تو وہ اپنے والد کے دوستوں سے صلہ رحمی کرے اور بات یہ ہے کہ میرے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد کے درمیان دوستی اور محبت تھی، لہٰذا میں نے چاہا کہ اس تعلق کو برقرار رکھوں۔''

(بحوالہ صحیح ابن حبان الاحسان)

یہ تو بہت ہی مشہور حدیث ہے، صحیح بخاری، صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری کتب میں بھی موجود ہے:

''تین آدمی سفر پر نکلے کہ شدید بارش نے انہیں آلیا۔ انہوں نے ایک غار میں پناہ لی، اچانک غار کے منہ پر ایک بھاری پتھر لڑھک آیا اور ان کے باہر نکلنے کی جگہ نہ رہی۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس پتھر سے چھٹکارا تب ہی ممکن ہے جب ہم اپنے کسی نیک عمل کا واسطہ دے کر دعا کریں، اس لئے اپنا اپنا وہ عمل یاد کرو، جو تم نے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا تھا۔ اس کے وسیلے سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے نجات عطا فرمادے۔ چنانچہ ایک نے دعا کی: میرے ماں باپ بوڑھے تھے، میں اپنے بال بچوں سے پہلے انہیں دودھ پلاتا تھا۔ ایک روز چارے کی تلاش میں مجھے دیر ہوگئی، جب میں واپس لوٹا تو وہ سو چکے تھے، میں نے دودھ نکالا، اور جب ان کے پاس لے کر آیا تو وہ سو رہے تھے، میں نے پسند نہ کیا کہ ان سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں، چنانچہ رات بھر پیالہ ہاتھ میں لئے کھڑا رہا اور ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا۔ بچے میرے قدموں میں بھوکے پڑے رو رہے تھے۔ آخر کار صبح ہوئی، وہ جاگے اور انہوں نے اپنے حصے کا دودھ پیا، تب میں نے بچوں کو پلایا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا اور خوشنودی کی خاطر کیا تھا تو تُو ہم سے اس پتھر کو ہٹادے، چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا سرک گیا۔

دوسرے نے چچا کی بیٹی سے بدکاری کا ارادہ کیا تھا، لیکن اللہ کے خوف سے رک گیا،

اس نے اس عمل کو یاد کر کے دعا کی، پتھر کچھ اور سرک گیا۔

تیسرے کے پاس ایک مزدور کی اجرت تھی، جسے مزدور نے کم اجرت کا بہانہ کر کے لینے سے انکار کر دیا تھا، چنانچہ اس نے وہ اجرت تجارت پر لگا دی، جس سے بہت زیادہ مال جمع ہو گیا اور جب مزدور نے اس سے دوبارہ اپنی اجرت طلب کی تو اس نے وہ سارا مال جو اس تجارت سے جمع ہوا تھا، مزدور کو واپس کر دیا۔ اس نے اپنی اس نیکی کو یاد کر کے دعا کی، چنانچہ وہ پتھر اور سرک گیا اور وہ باہر نکل آئے۔" (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

ان تمام روایات، حالات اور واقعات سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ والدین کے ساتھ ہر حال میں نیک سلوک کیا جائے، ورنہ دنیا و آخرت میں نجات ممکن نہیں۔

والدین کے حقوق کا خیال رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے:

سن بلوغت و شعور کو پہنچنے کے بعد اپنے والدین کے حقوق کا خیال رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ماں باپ کے دلوں میں اولاد کی محبت کو ایسے موجزن کر دیتا ہے کہ وہ بڑھاپے کو پہنچنے کے باوجود اپنی اولاد سے اپنے جائز حقوق کا مطالبہ نہیں کرتے چاہے اولاد سوکھی روٹی اور پانی ہی کیوں نہ دے رہی ہو۔ ہر نیک مسلمان اور خاص طور پر ایسی اولاد کو والدین کے حقوق سے متعلق یہ فرمان یاد رکھنا چاہئے:

"وصاحبهما فی الدنیا معروفاً"

"اور ان کے ساتھ دنیا میں خوبی سے بسر کرنا۔"

والدین کے دیگر جائز حقوق میں سے کچھ یہ بھی ہیں کہ ان کے کپڑے لتے کی ضروریات کو پورا کرے، کھانے کی ضرورت ہو تو ان کو کھانا کھلائے، ان میں سے کوئی خدمت کا محتاج ہو تو اس کی خدمت بغرض اخلاص و محبت کرے، ان کی پکار کا جواب دے، ان کے حکم کی اطاعت کرے، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور ان کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند ہو۔ یہاں تو کچھ حقوق ہی ذکر کیے گئے ہیں ان کے علاوہ بھی والدین کے اولاد پر بے شمار حقوق عائد ہوتے ہیں جن کو پورا کر کے نیک اور سعادت مند اولاد بآسانی جنت کما سکتی ہے۔

قرآن میں ایک اور جگہ فرمانِ خداوندی ہے:

"ووصینا الانسان بوالدیه"

"اور ہم نے حکم کر دیا انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کا۔"

اس کے علاوہ احادیث نبوی ﷺ سے بھی ماں باپ کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

والدین سے محبت اور خلوص سے پیش آئیے:

والدین کے ساتھ محبت سے پیش آنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے مترادف ہے۔ نیک اولاد کی ایک میٹھی اور محبت بھری نظر ماں باپ کے لئے بیش بہا تحفہ ہوتی ہے۔ آپ خود اپنے بارے میں سوچئے کہ جس اولاد کو آپ آج اتنی محبت سے پال رہے ہیں کل وہ آپ کو بات بات پر جھڑک دے تو آپ کتنے رنجیدہ خاطر ہوں گے پس اپنے لئے میٹھے پھلوں کا درخت بوئیے، اپنے ماں باپ سے محبت اور خلوص سے پیش آئیے تو کل کو آپ کی اولاد بھی آپ سے اسی طرح عزت و تکریم سے پیش آئے گی۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک میں مختلف باتیں شامل ہیں یہ کہ ان کی خدمت کرے، ان کے ساتھ عاجزی و نرمی سے پیش آئے، ان کی اطاعت کرے، ان کے ساتھ ادب و احترام کا معاملہ کرے، ان سے آگے نہ چلے، ان سے پہلے نہ بیٹھے، ان کا نام لے کر نہ پکارے اور نہ ہی ان کو برا بھلا کہے۔ حتیٰ کہ والدین کو ترچھی نگاہ سے دیکھنا بھی منع ہے کہ اگر وہ کوئی ناگوار بات کہیں تو اس کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیا جائے بجائے اس کے کہ ان کو ترچھی اور زہریلی نگاہ سے دیکھ کر اپنے اجر و ثواب کو ضائع کر دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو ماں باپ سے حسن سلوک میں یہ بھی شامل ہے کہ اپنے باپ کی بے منڈیر کی چھت پر نہ چڑھنا جس سے تمہارا باپ خطرہ محسوس کرے اور اس ہڈی کو نہ چوسنا جس کی طرف تیرے باپ نے دیکھا ہو شائد کہ اس کے چوسنے کی خواہش تیرے باپ کی ہو۔

اب آپ خود سوچیں کہ ہم اور آپ اپنے ماں باپ سے کس قدر حسن سلوک سے پیش

آتے ہیں۔

اللہ ہم سب پر رحم فرمائے اور ہم سب کو ماں باپ سے حسن سلوک کی توفیق عطا فرمائے۔

والدین کی ملاقات کا عظیم اجر:

والدین کا ایک حق یہ بھی ہے کہ ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے یعنی وہ شریعت اسلام کے دائرے میں رہ کر اپنی اولاد کو جس کام کا حکم دیں اس کی پیروی اولاد پر از حد لازم ہے کیونکہ اطاعت والدین ہی سے انسان کے اندر اطاعت رسول اور اطاعت الٰہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر والدین ظالم ہوں تو بھی ان کی اطاعت وفرمانبرداری اور حکم کے اتباع میں کوئی کسر نہیں رہنی چاہئے۔

اس سلسلے میں کئی احادیث میں بہت سخت احکام وارد ہوئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

”ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کر اگرچہ وہ تجھ کو یہ حکم دیں کہ اپنے اہل وعیال اور مال سے علیحدہ ہو جا۔“

ماں باپ کے ساتھ ادب واحترام سے پیش آنے کے ضمن میں قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وقل لھما قولاً کریماً** ”اور ان سے ادب کی بات کہو۔“

اس سے مراد یہ ہے کہ والدین کے ادب و تعظیم میں حد درجے کی کوشش کی جائے اور ان سے اس درجے عاجزی وانکساری سے بات کی جائے جس طرح ایک غلام اپنے آقا سے کرتا ہے کہ آقا کو اس کی کوئی بات بری نہ لگ جائے۔ نیز والدہ کے ساتھ تو خصوصی طور پر عزت وتکریم کا معاملہ کرے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔

اس کے علاوہ ماں باپ کے ادب واحترام میں یہ بھی شامل ہے کہ گھر میں آتے وقت ان کو سلام کرے اور ان کا حال نرمی سے دریافت کرے۔

اپنے ماں باپ کو اپنے سارے دن میں سے تھوڑا سا وقت ضرور دیجئے کہ انہوں نے آپ کے بچپن میں راتیں جاگ جاگ کر آپ کو پروان چڑھایا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ:

”جو شخص اپنے ماں باپ کی ملاقات کو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم کے

بدلے اس کے لئے سو نیکیاں لکھتا ہے، سو گناہ معاف کرتا ہے اور سو درجے بلند کرتا ہے۔“

لہٰذا براہِ کرم اپنی دنیاوی مصروفیات میں تھوڑا سا وقت نکال کر اپنے ماں باپ کے پاس بیٹھیں، ان سے باتیں کریں، ان کی ضروریات دریافت کریں اور ان کی خدمت کریں، ایسا کر کے آپ آخرت میں بھی سرخرو ہوں گے اور دنیا میں بھی کامیابیاں آپ کے قدم چومیں گی۔

کسی ماں باپ کے اگر ۱۵ یا ۱۲ بچے ہوں تو بھی وہ اپنا پیٹ کاٹ کر ان بچوں کی پرورش کرتے ہیں اور انہیں جوان کر کے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل بناتے ہیں لیکن اولاد والدین کا یہ احساس بالکل ہی بھول جاتی ہے اور والدین کے اپنی اولاد کی پرورش کرنے کو اپنا حق سمجھتے ہوئے والدین کا حق خدمت بالکل ادا نہیں کرتی حالانکہ حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ:

”وہ آدمی ذلیل ہو پھر ذلیل ہو، لوگوں نے پوچھا، اے خدا کے رسول! کو آدمی ذلیل ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ آدمی جس نے ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔“

صرف اس ایک حدیث سے ہی ماں باپ کی خدمت کی اہمیت کا اندازہ لگا لینا چاہئے۔

والدین کی مالی وجسمانی ضروریات کا خیال رکھیں:

احادیث نبوی ﷺ سے اس بات کی تاکید ملتی ہے کہ اولاد اپنے ماں باپ پر اپنا مال خرچ کرے اور یہ اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنا مال جتا کر نہ دے بلکہ جتنا کچھ ماں باپ انسان کے بچپن میں اس کی پرورش میں صرف کرتے ہیں اس کا بدلہ تو انسان اپنی کروڑوں کی دولت دے کر بھی نہیں دے سکتا، لہٰذا ہر اولاد پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے جملہ اخراجات کو پورا کرے اور ان کے کہے بغیر ان کی تمام قسم کی مالی وجسمانی ضروریات کا خیال رکھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** اور **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لوح محفوظ میں لکھنے کے بعد سب سے پہلے یہ لکھا جس کے ماں باپ راضی، میں اس پر راضی ہوں گا۔

جس طرح آپ کے والدین نے آپ کو بچپن میں ایک بار بھی کسی تکلیف و رنج کا سامنا نہ ہونے دیا اسی طرح آپ کا بھی فرض ہے کہ ان کے لئے اسباب راحت مہیا کریں ان کو کسی بھی قسم کا رنج و فکر نہ ہونے دیں اگر وہ غمزدہ ہیں تو انہیں ہنسائیں کیونکہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا والدین کے درمیان تخت پر سو جانا، اس طرح ہے کہ تو ان کو ہنساتا ہو اور وہ تجھے ہنساتے ہوں، اس کام سے افضل ہے کہ تو فی سبیل اللہ تلوار سے جہاد کرے۔

اولاد پر یہ ذمے داری بھی عائد ہوتی ہے کہ اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی وفات کے بعد ان کے ذمے واجب الادا قرض کو چکائے کیونکہ صحابہ و تابعین کے دور میں رونما ہونے والے چند واقعات سے ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص قرض ادا کیے بغیر مرجائے تو مقروض ہونے کی پاداش میں وہ قبر میں مبتلائے عذاب ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر آپ پیارے والدین کو کہ جنہوں نے آپ کو بچپن و نوجوانی میں ہر تکلیف سے محفوظ رکھا انہیں عذاب قبر سے بچانا چاہتے ہیں تو بعد از وفات ان کا قرض خوش اسلوبی سے ادا کیجئے۔

والدین سے حسنِ سلوک کی ایک صورت

والدین سے حسن سلوک کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اولاد اپنے والدین کی وصیتوں کو پورا کرے جو ماں باپ نے مرنے سے پہلے کی ہوں۔ حتیٰ کہ اگر ماں باپ کوئی نذر یا منت کر کے وفات پا جائیں تو اس کو پورا کرنا بھی ضروری ہے اس سلسلے میں ایک حدیث کا مفہوم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے اس نذر کے متعلق فتویٰ لیا جو ان کی والدہ پر تھی اور جس کو پورا کرنے سے پہلے وہ وفات پا گئیں تھیں، آپ ﷺ نے انہیں فتویٰ دیا کہ ان کی طرف سے وہ پوری کر دی جائے۔

لہٰذا ماں باپ کی مانی ہوئی نذر کو پورا کرنا، ان کے کسی وعدے کا ایفاء کرنا یا ان پر

واجب الادا قرض کو ادا کرنا اپنے مرحوم والدین سے حسن سلوک کی ایک بہترین شکل ہے۔

وفات والدین کے بعد یا حیات والدین میں بھی ان کے ساتھ اخلاق حسنہ سے پیش آنے اور ان کا ادب بجالانے کے زمرے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اولاد اپنے ماں باپ کے رشتے داروں اور اعزہ و قرباء سے تعلقات قائم رکھے اور ان سے محبت اور نرمی سے پیش آئے کیونکہ ماں باپ کے رشتے داروں کی محبت و باہمی الفت دراصل والدین کے ساتھ محبت ہے۔ نیز حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''تم اپنے آباؤ اجداد سے بے نیازی ہرگز نہ برتو۔''

ماں باپ کا رتبہ تو بہت ہی بڑا ہے۔ حضور ﷺ تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں سے بھی الفت و محبت کا رویہ روا رکھتے تھے۔ لہٰذا ماں باپ کے رشتے داروں سے تعلق قائم رکھنا اور ان سے محبت سے پیش آنا تو بہت ضروری ہے۔

نیک اولاد کی طرف سے والدین کو پہنچنے والے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ والدین کی وفات کے بعد اولاد ان کے لئے دعا و استغفار کرے اس دعا کا ایک تو والدین کو ثواب بھی پہنچے گا اور دوسرے اس میں کوئی خرچ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ مردہ قبر میں صرف اور صرف اپنے لئے دعائے مغفرت کا طلبگار رہتا ہے اور دعا و استغفار سے مردوں کو عالم قبر میں راحت ملتی ہے اگر عذاب ہو رہا ہو تو تخفیف ہو جاتی ہے اور اگر نیک ہو تو مراتب و درجات میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سب اعمال ختم ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزوں کا نفع پہنچتا رہتا ہے (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں (۳) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہو۔

اولاد کے علاوہ جو بھی شخص اس کے لئے دعا کرے گا اس کا ثواب اس کو ضرور پہنچے گا۔ لیکن اولاد کا خصوصی ذکر اس لئے کیا گیا کہ اولاد کو دنیا و آخرت کی کامیابیوں کا حقدار و مستحق بنانے میں ماں باپ کا کردار بہت بڑا ہوتا ہے اس لئے وہ مرنے کے بعد اولاد کی دعاؤں کے حقدار ہیں۔ نیز اس عمل کا اجر و ثواب اتنا ہے کہ ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق

والدین کی زندگی میں اگر کوئی شخص ان کا نافرمان ہو کر عذاب کا مستحق بھی ٹھہر جائے لیکن والدین کے مرنے کے بعد ان کے لئے استغفار کرتا ہے تو اس کا نام فرمانبرداروں میں اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

نیز والدین کی طرف سے صدقہ جاریہ کرنے اور حج ادا کرنے سے بھی عالم قبر میں ان کے مراتب میں اضافہ ہوتا ہے۔

والدین کے ساتھ قطع تعلق کرنا یا کسی وجہ سے ان سے عارضی ناراضگی رکھنا بھی بہت بڑا گناہ ہے حتیٰ کہ مشرک والدین سے بھی قطع تعلق کی اجازت نہیں ہے، ہاں اگر وہ اسلام کے خلاف کوئی حکم دیں یا قسم دے کر کوئی خلاف شرع بات منوانے کی کوشش کریں تو ایسی صورت میں ممکن ہے، لیکن عام حالات میں ہرگز نہیں اور ہم اور ہمارے والدین تو پھر حضور ﷺ کے امتیوں میں سے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ چھوٹ چھٹاؤ رکھے اگر وہ اس حالت میں مر گیا تو سیدھا جہنم میں جائے گا۔

لہٰذا کسی عام بات میں والدین سے قطع تعلق کرنا اور ان کی نافرمانی پر اتر آنا بہت بڑا گناہ ہے۔

اللہ کا عابد مقبول یا ماں کا خادم مقبول؟:

حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ طریقت بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کے ایک بھائی تھے ایک رات آپ کی ماں کی خدمت میں رات گزارتے اور دوسرے بھائی عبادت میں مصروف رہتے اور دوسری رات آپ عبادت کرتے اور دوسرا بھائی ماں کی خدمت کرتا۔ ایک رات جبکہ دوسرے بھائی کا نمبر ماں کا خدمت کرنے کا تھا اس نے آپ سے کہا کہ آج رات آپ ماں کی خدمت میں رہیں تا کہ میں عبادت میں رات گزار سکوں، آپ نے منظور فرما لیا دوسرے بھائی نے جو عبادت کی ابتدا کی تو ندا آئی کہ ہم نے تمہارے بھائی کی مغفرت کرنے کے ساتھ تمہیں بھی ان کے طفیل بخش دیا، یہ سن کر انہیں حیرت ہوئی اور خدا

سے عرض کیا کہ یا اللہ! میں تو تیری عبادت کر رہا ہوں اور وہ ماں کی خدمت گزاری میں ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ میری مغفرت کی بجائے اس کی مغفرت کر کے مجھے اس کا طفیلی بنایا گیا، ندا آئی کہ ہمیں تیری عبادت کی حاجت نہیں بلکہ محتاج ماں کی خدمت کرنے والے کی اطاعت ہمارے لئے باعث خوشنودی ہے۔ (بحوالہ حقوق الوالدین)

والدین کے حق کی مکمل ادائیگی ممکن نہیں:

انسان اللہ تعالیٰ کے انعام واحسانات کا حق تو کیا ادا کرے گا وہ دنیا میں اپنے والدین کا بھی صحیح طور پر حق ادا نہیں کر سکتا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے ہوئے طواف کر رہا تھا۔ اس نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ کیا میں نے اس طرح خدمت کر کے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک سانس کا بھی حق ادا نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ والدین کی دعا کو کس قدر شرف قبولیت دیتے ہیں وہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین دعائیں مقبول ہیں۔ ان (کی قبولیت) میں کوئی شک نہیں۔

۱...... والدین کی دعا اولاد کے لئے

۲...... مسافر کی دعا

۳...... مظلوم کی دعا (بحوالہ مشکوٰۃ، ترمذی، ابوداود)

والدین کے سامان زیست کے لئے تگ و دو کرنا جہاد فی سبیل اللہ کا سا ثواب رکھتا ہے۔ یہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا مجلس نبوی ﷺ (کے قریب) سے گزر ہوا جس کا جسم دبلا پتلا تھا اس کو دیکھ کر حاضرین نے کہا کاش یہی جسم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) دبلا ہوتا۔ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا وہ شاید اپنے بوڑھے ماں باپ پر محنت کرتا ہوا اور ان کی خدمت میں لگنے اور ان کے لئے روزی کمانے کی وجہ سے دبلا ہو گیا اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے (پھر فرمایا) شاید وہ چھوٹے بچوں پر محنت کرتا ہوا (یعنی ان کی خدمت

وپرورش اوران کے لئے رزق مہیا کرنے میں دُبلا ہو گیا ہو) اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے۔ (پھر فرمایا کہ) شاید وہ اپنے نفس پر محنت کرتا ہو اور اپنی جان کے لئے محنت کرتا ہو اور اپنی جان کے لئے محنت کر کے روزی کماتا ہو تا کہ اپنے نفس کو لوگوں سے بے نیاز کردے (اور مخلوق سے سوال نہ کرنا پڑے) اگر ایسا ہے تو وہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔''

(تفسیر درمنثور ج ا۔ از بیہقی)

والدین کا شکر ادا کیے بغیر اللہ کا شکر ادا نہیں ہوسکتا

کہتے ہیں کہ تین آیتیں نازل ہوئی ہیں جن میں سے کوئی بھی دوسری کے بغیر قبول نہیں:

"واقیموا الصلوٰۃ واتوالزکوٰۃ"

''نمازوں کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔''

سوجو شخص نماز پڑھتا ہے اور زکوٰۃ نہیں دیتا اس کی نماز بھی قبول نہیں۔

دوسری آیت یہ ہے:

"واطیعو اللّٰہ واطیعوا الرّسول"

''اور تم اللہ کا کہا مانو اور رسول ا کا کہنا مانو۔''

سوجو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور رسول اکرم ا کی اطاعت نہ کرے، تو اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔

تیسری آیت یہ ہے:

"ان اشکرلی ولوالدیک"

''تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر۔''

سوجو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے لیکن والدین کا نہیں کرتا تو اس کا اللہ کا شکر کرنا بھی قبول نہیں۔

اس کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پاک سے ہوتی ہے کہ والدہ کی لعنت اولاد کی جڑ کاٹ دیتی ہے جبکہ وہ ان کی حق تلفی کرتے ہوں۔ سو جو کوئی اپنے والدین کو راضی کرتا

ہے وہ اپنے خالق کو راضی کرتا ہے اور جس نے اپنے والدین کو ناراض کیا اس نے اپنے خالق کو ناراض کیا۔ جس نے اپنے والدین کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پالیا اور ان کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھی دور ہوگا۔

(بحوالہ حقوق الوالدین)

بچے کی پیدائش کی تکلیف سبقت لے گئی:

ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ:

''میں ایک راستے پر اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے چھ میل تک ایسے پتھروں اور چٹانوں پر چلا ہوں کہ اگر ان پر دانہ ڈالا جاتا تو بھن جاتا اور اگر گوشت ڈالا جاتا تو کباب بن جاتا، کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا ہے؟ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: تمہاری پیدائش کے وقت اس نے دردوں کے جس قدر جھٹکے سہے ہیں تمہارا یہ عمل شاید ان جھٹکوں میں سے ایک جھٹکے کا بدل بھی نہ ہو سکے۔''

والدین کے حقوق:

کہتے ہیں کہ بیٹے پر والدین کے دس حق یہ ہیں:

۱) ان کو کھانے کی ضرورت ہو تو کھانا کھلائے۔

۲) کپڑے کی ضرورت ہو تو کپڑا پہنائے جبکہ اسے ان باتوں کی قدرت ہو۔

حضور ﷺ سے مروی ہے کہ:

"وصاحبهما فی الدنیا معروفاً"

''اور ان کے ساتھ دنیا میں خوبی سے بسر کرنا۔''

کی تفسیر میں یہی منقول ہے۔ معروف طریقے کی مصاحبت یہ ہے کہ وہ بھوکے ہوں تو انہیں کھانا کھلائے اور ننگے ہوں تو کپڑا پہنائے۔

۳) جب ان میں سے کسی ایک کو خدمت کی ضرورت ہو تو خدمت کرے۔

۴) جب وہ بلائیں تو حاضر خدمت ہو اور جواب دے۔

۵) جب اسے کسی بات کا حکم دیں تو اطاعت کرے جبکہ حکم کسی معصیت یا غیبت وغیرہ کا نہ ہو۔

۶) ان کے ساتھ نرم گفتگو کرے اور سخت کلامی اختیار نہ کرے۔

۷) ان کو نام لے کر نہ پکارے۔

۸) ان کے پیچھے پیچھے چلا کرے، ان کے آگے نہ چلے۔

۹) ان کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو اور ان کے لئے وہی ناپسند سمجھے جو اپنے لئے ناپسند ہو۔

۱۰) جب اپنے لئے دعا کرے تو ان کے لئے بھی مغفرت کی دعا کرے۔

اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کی حکایت میں فرماتے ہیں:

"رب اغفرلی ولوالدی"

"اے میرے رب! میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی۔" (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

والدین کی تعظیم و محبت اور خدمت گزاری کو اپنی سعادت سمجھیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور ہم نے حکم کر دیا انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کا، پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے۔" (بحوالہ سورۃ الاحقاف)

بچوں کی پرورش میں بلاشبہ والد کو بھی دکھ اٹھانے پڑتے ہیں لیکن ان دکھوں کو ماں کے دکھوں سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ قرآن کریم نے دونوں کے ساتھ نیک سلوک کی تاکید کرتے ہوئے ماں کے دکھوں کا ذکر کر کے انتہائی لطیف انداز میں ماں کی خدمت و اطاعت پر ابھارا ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کی تعظیم محبت اور خدمت گزاری کو اپنی سعادت سمجھے، خصوصاً ماں کی خدمت گزاری کہ بعض وجوہ سے

اس کا حق باپ سے بھی فائق ہے۔ جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ حدیث میں ماں کی خدمت گزاری کا تین مرتبہ حکم فرما کر باپ کی خدمت گزاری کا ایک مرتبہ حکم فرمایا ہے۔"

ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ میرے حسن سلوک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے تیسری بار بھی سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ۔" (بحوالہ متفق علیہ)

اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"جب حمل کئی مہینے کا ہو جاتا ہے تو اس کا ثقل (بوجھ) محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس حالت میں اور ولادت کے وقت ماں کیسی کیسی مصیبتیں برداشت کرتی ہے، پھر دودھ پلاتی ہے اور برسوں تک اس کی ہر طرح کی نگہداشت رکھتی ہے، اپنی آسائش و راحت کو اس کی آسائش و راحت پر قربان کر دیتی ہے، باپ بھی بڑی حد تک ان تکلیفوں میں شریک رہتا ہے اور سامان تربیت فراہم کرتا ہے۔ بیشک یہ سب کام فطرت کے تقاضے سے ہوتے ہیں مگر اسی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ اولاد ماں باپ کی شفقت و محبت کو محسوس کرے اور ان کی محنت و ایثار کی قدر کرے۔ دیکھئے مذکورہ حدیث میں ماں کی خدمت گزاری کا تین مرتبہ حکم فرما کر باپ کی خدمت گزاری کا ایک مرتبہ حکم فرمایا ہے۔ لطف یہ ہے درج بالا آیت میں بھی والد کا ذکر صرف ایک مرتبہ لفظ "بوالدیہ" میں ہوا اور والدہ کا تین بار لفظ "بوالدیہ" میں پھر "حملتہ امتہ" میں اور پھر "وضعتہ" میں۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں عورت کا رتبہ کتنا بلند ہے۔ یہ برتری جو اسے دی گئی ہے بالکل فطری ہے کیونکہ مادی لحاظ سے بچے کی پیدائش و پرورش میں وہ باپ سے زیادہ حصہ دار ہے۔ ماں کے بعد باپ کا درجہ ہے کیونکہ اس کی تربیت اور جسمانی اور روحانی نشوونما کے لئے باپ ہی جسمانی اور مالی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے جوان اولاد کا فرض ہے کہ اس بوڑھے باپ کی خدمت بجالائے جس نے اپنی جوانی اس کی تربیت کی نذر کر دی، اس لئے

اسلام نے خدا پر ایمان لانے اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی شہادت دینے کے بعد والدین کی اطاعت فرض کی ہے۔

والدین کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا:

ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنی والدہ کو کندھوں پر بٹھا کر طواف کروائے تھے تو اس نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تو نے تو ابھی ایک رات، جب اس نے تمہیں اپنی سوکھی جگہ لٹایا اور خود گیلی جگہ پر لیٹی اس کا بھی حق ادا نہیں کیا۔

والدین کا خیال رکھنے اور نرمی سے گفتگو کا حکم:

ایک مرتبہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ جہنم سے دور رہیں اور جنت میں داخل ہوں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کیوں نہیں، خدا کی قسم یہی چاہتا ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کے والدین زندہ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میری والدہ زندہ ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر تم ان کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرو اور ان کے کھانے پینے کا خیال رکھو تو ضرور جنت میں جاؤ گے، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔ (بحوالہ الادب المفرد)

والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟

انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ آخرت میں اسے نجات ملے۔ اس نجات کا بیشتر دارومدار ایمان اور عبادت کے ساتھ والدین کی اطاعت سے وابستہ ہے اگر والدین اولاد سے راضی ہو جائیں تو وہ جنت کی حقدار ہو جائے گی، اسے ایک حدیث پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عرض گزار ہوا یارسول اللہ! والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا کہ وہی تمہاری جنت و دوزخ ہیں۔

(بحوالہ ابن ماجہ)

وضاحت:

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ماں باپ تمہارے لئے جنت کی راہ بھی آسان کر سکتے ہیں اور تمہیں دوزخ کا مستوجب بھی بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ اولاد پر ماں باپ کا حق یہ ہے کہ ان کی رضامندی اور خوشنودی کو بہر صورت ملحوظ رکھا جائے جو جنت میں جانے کا ذریعہ ہے اور ان کی نافرمانی سے اجتناب کیا جائے جو دوزخ میں جانے کا باعث ہے۔ حاصل یہ کہ اگر اطاعت و خدمت کے ذریعے ماں باپ کو راضی اور خوش رکھو گے تو جنت میں جاؤ گے اور اگر نافرمانی و لاپرواہی کے ذریعے ماں باپ کو ناخوش و ناراض رکھو گے تو دوزخ میں ڈالے جاؤ گے۔

ماں باپ کے سات حقوق:

صاحب مظاہر حق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ماں باپ کے حقوق میں یہ ہے:

۱) ایسی تواضع اور ادائے خدمت کرے کہ وہ راضی ہو جائیں۔
۲) جائز کاموں میں ان کی اطاعت کرے۔
۳) بے ادبی نہ کرے۔
۴) تکبر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ کافر ہی ہوں۔
۵) اپنی آواز کو ان کی آواز سے بلند نہ کرے۔
۶) ان کو نام لے کر نہ پکارے۔
۷) کسی کام میں ان سے پہل نہ کرے۔ (بحوالہ فضائل صدقات)

والدہ کے حقوق:

ماں پر بچے کی پرورش اور حفاظت کی ذمہ دار ہوا کرتی ہے اس لئے اس کے مندرجہ ذیل حقوق ہیں۔

۱) ماں کو تکلیف نہ پہنچائی جائے، اگرچہ اس کی طرف سے کچھ زیادتی بھی ہو۔
۲) اپنے قول و فعل سے ماں کی تعظیم کی جائے۔

۳) جائز کاموں میں اس کی اطاعت کی جائے۔

۴) اگر ماں کافرہ ہو تب بھی اس کی ضرورت کا خیال رکھا جائے اور مال سے مدد کی جائے۔

۵) ماں کے انتقال کے بعد دعائے مغفرت ورحمت کی جائے۔

۶) نوافل اور صدقات مالیہ کا ثواب پہنچایا جائے۔

۷) ماں کی ملنے والیوں سے رعایت، مالی خدمت اور حسن اخلاق سے پیش آیا جائے۔

۸) ماں کے ذمہ جو قرضہ ہو اس کو ادا کیا جائے۔

۹) والدین کے انتقال کے بعد ماں کی قبر کی زیارت کی جائے اور ایصال ثواب کیا جائے۔ (بحوالہ حقوق الاسلام وحقوق الوالدین)

۱۰) جو سفر (خواہ تجارت کا ہو خواہ حج وغیرہ کا بشرطیکہ وہ سفر فرض واجب نہ ہو) ایسا ہو جس میں غالب ہلاکت کا اندیشہ نہیں بغیر اجازت والدین درست ہے، اگر والدین اس سفر سے منع کریں تو ان کے کہنے سے سفر نہ کرنا ضروری نہیں، چنانچہ یہ مسئلہ درمختار، عالمگیری میں موجود ہے اور جو سفر فرض یا واجب ہو اس میں تو بطریق اولی یہ حکم ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب والدین اپنی ضرورت خدمت کے محتاج نہ ہوں خواہ ان کو حاجت ہی نہ ہو یا ہو تو دوسرا کوئی خدمت کرنے والا موجود ہو، وجہ یہ ہے کہ مذکورہ صورتوں میں والدین کا کوئی رنج وتکلیف واقعی اور قابل اعتبار نہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ اور ان سب صورتوں میں والدین کے خلاف کام کرنا درست ہے نہ حرام نہ مکروہ۔

۱۱) اگر والدین کو ضروری حاجت کے لئے (جس کو شریعت نے ضروری کہا ہے مثلاً طعام ولباس وغیرہ ادائے قرض) خرچ کی ضرورت نہ ہو اور اولاد کے پاس اپنی ضروری حاجت سے روپیہ یا دوسری قسم کا مال زائد ہو اور والدین سے طلب کریں تو اولاد کو دینا ضروری نہیں۔

۱۲) والدین بغیر احتیاج خدمت نوافل پڑھنے کو منع کریں یا کسی دوسرے ضروری

کام کرنے سے روکیں تو اس صورت میں ان کا کہنا ماننا ضروری نہیں، ہاں اگر وہ خدمت ضروری کے محتاج ہوں اور نوافل وغیرہ میں مشغولی ان کو تکلیف دے اور کوئی دوسرا خادم نہ ہو تو اولاد پر ضرور واجب ہے کہ نوافل وغیرہ چھوڑ کر ان کی خدمت کرے۔

۱۳) اگر والدین حقہ نوش ہوں اور حقہ پینا بغیر مرض اور معذوری کے ہو اور اولاد سے حقہ تیار کرنے کی فرمائش کریں (حقہ پینا سخت مکروہ تنزیہی ہے، ہاں اگر کوئی خاص حقہ ہو اور اس سے کسی ضرر اور بدبو منہ میں پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو یا کوئی ایسا مریض ہو کہ سوائے حقہ کے کسی وجہ سے دوسرا علاج ممکن نہ ہو تو شرعاً بلا کراہت اجازت ہے، صاحب مجالس الابرار نے نہایت تحقیق اور تفصیل سے حقہ کی مذمت ثابت کی ہے) تو اولاد پر اس کہنے پر عمل کرنا ضروری نہیں، بلکہ ایک فعل مکروہ کا مرتکب ہونا جو شرعاً مذموم ہے اور ضرورت کی حالت میں جس کی تفصیل بیان ہو چکی اس فرمائش کی تعمیل واجب ہے۔

۱۴) اگر کسی کی بیوی سے کوئی (واقعی) تکلیف اور رنج اس شخص کے والدین کو نہ پہنچتا ہو خواہ مخواہ والدین اس شخص کو حکم کریں کہ تو اپنی عورت کو طلاق دے دے، اس کہنے کی تعمیل اس آدمی پر ضروری نہیں، بلکہ اس صورت میں طلاق دینا عورت پر ایک طرح کا ظلم کرنا ہے، طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بُری چیز ہے فقط مجبوری میں جائز رکھی گئی ہے خواہ مخواہ طلاق دینا ظلم اور مکروہ تحریمی ہے، نکاح تو وصال کے لئے موضوع ہے یہ فراق بلا وجہ کیسے روا ہو سکتا ہے۔

۱۵) اگر والدین کسی گناہ کا حکم دیں کہ فلاں گناہ کرو مثلاً فرمائیں کہ اہل حق کی مدد نہ کرو یا زکوٰۃ نہ دو یا دینی تعلیم نہ کرو اور کوئی ایسی بات کا حکم دیں تو اس صورت میں ان کا کہنا ماننا حرام ہے اور ان کی مخالفت فرض ہے جب کہ وہ کام ضروری ہو جس سے وہ روکتے ہیں۔ ہاں اگر ان کو کوئی (واقعی اور سخت) تکلیف ہو مثلاً وہ بیمار ہوں اور کوئی خادم نہ ہو اور نماز کا وقت ہے اگر ان کی خبر گیری نہ کی جائے تو سخت تکلیف کا اندیشہ ہے، پس ایسی صورت میں اگر نماز قضا کرنے کو کہیں تو قضا کر دے، پھر کسی وقت قضا پڑھ لے اور اگر کسی مستحب کام سے روکیں اور اپنی کسی ضروری حاجت (واقعی اور معتبر) کی وجہ سے روکیں تو ان کے حکم کی تعمیل واجب ہے اور خواہ مخواہ روکیں تو واجب نہیں ہے۔

۱۶) اگر والدین کہیں کہ تم ہماری فلانی اولاد کو (کہ وہ صاحب حاجت نہیں ہے) اس قدر رقم دے دو تو باوجود گنجائش کے بھی یہ رقم واجب نہیں۔ (بحوالہ چیدہ چیدہ از حقوق العباد)

والد کی شفقتیں اور بیٹی کے فرائض:

۱) بیٹی یاد رکھو! والد کا وجود تمہارے وجود کا سبب بنا ہے، وہ صبح کو آپ کی خاطر گھر سے نکلتے ہیں اور شام کو آپ کے لئے کما کر تھک ہار کر واپس لوٹتے ہیں، انہیں صرف یہ غم ہے کہ میری بیٹی صحت و عافیت سے رہے، خوشی و مسرت میں رہے، نعمتوں وخوشیوں میں پرورش پائے، ان کے مال جمع کرنے کا مقصد صرف آپ پر خرچ کرنا ہے تا کہ آپ کی ضروریات، آپ کی خواہشات کو پورا کریں اور آپ کو ہر طرح خوش رکھیں۔

لہٰذا اے بیٹی! تمہارے ذمے واجب ہے کہ جیسے ہی وہ لوٹیں، فوراً استقبال کے لئے آگے بڑھو اور ان کو سلام کرو، ان کے ہاتھ چومو، اچھی اچھی باتیں کر کے ان کی تکلیف و پریشانی کو دور کرو، تا کہ ان کا دل سکون پائے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ تھکے ماندے باپ کے لئے اچھی بچی ہوا کے ٹھنڈے جھونکے کی مانند ہے، پل بھر میں مزاج کا موسم بدل جاتا ہے اور باپ کا دل بیٹی کے عمدہ سلوک سے گلاب کی طرح کھل اٹھتا ہے۔

۲) والد نے ہی آپ کو اسکول و مدرسہ میں بٹھایا ہے تا کہ علم و تہذیب حاصل کرو۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم ہمیشہ کامیاب رہو، اسی لئے وہ تمہاری کتابیں، کاپیاں وغیرہ تمام اشیاء مہیا کرتے ہیں لہٰذا تم بھی ان سے خالص محبت رکھو اور ان کی پوری فرماں برداری کرو۔

۳) جب آپ بیمار ہو جاتی ہیں تو فوراً طبیب کو بلاتے ہیں اور پھر میٹھی میٹھی باتیں کر کے آپ کو دوا پلاتے ہیں، اس طرح کڑوی دوا کو بھی آپ کے لئے شیریں کر دیتے ہیں۔ آپ کے لئے اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں کہ جلد آپ کو شفا نصیب ہو۔

لہٰذا تم پر بھی واجب ہے کہ ان کا احترام کرو، ان کا شکریہ ادا کرو، ان کی طویل زندگی کی دعا کرو۔ ان کے لئے دونوں جہانوں میں کامیابی کی دعا کرو، اس طرح ان شاء اللہ تم نیک بخت اور کامیاب بیٹی بن جاؤ گی۔

۴) آپ کے والد ہی آپ کی زندگی کی حفاظت کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں۔ آپ کی غیرت اور نیک نامی کے لئے کیا کچھ جتن کرتے ہیں، لہٰذا تم پر بہت ضروری ہے کہ تم بھی ان کی عزت و وقار کا پورا لحاظ رکھو اور پاکیزہ لڑکیوں کا چلن اپناؤ اور بری خواہشات اور برے کاموں کی وجہ سے انہیں دل آزردہ نہ کرو۔

۵) جب اپنے والد سے کچھ سوال کرو تو پورے ادب و احترام کے ساتھ کرو، بات میں زور مت دو، نہ زیادہ اصرار کرو، کہیں ان کا دل میلا نہ ہو جائے، اور ہمیشہ یاد رکھو کہ لوگوں میں سب سے زیادہ وہی تمہاری خواہشات و ضروریات کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔

۶) جب والد کے پاس بیٹھو تو پوری طرح عاجزی و انکساری کے ساتھ بیٹھو۔ ٹانگ پہ ٹانگ مت رکھو، نہ زیادہ ہنسو، نہ اپنی آواز ان کی آواز سے اونچی کرو، نہ ان کے حکم کی خلاف ورزی کرو، ان کی نصیحتوں پر ہمیشہ کاربند ہوتا کہ وہ تم سے خوش ہوں اور لوگوں کے نزدیک بھی تمہارا اچھا نام ہو اور اللہ کی رضا بھی حاصل ہو جائے۔ (بحوالہ تربیت البنات)

جنت ماں کے قدموں تلے ہے:

ماں کی خدمت واطاعت جنت میں جانے کا ذریعہ ہے اس لئے یہ کہا گیا ہے کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ جہاد ایک ایسا عمل ہے جس کے باعث جنت میں داخل ہونا لازم ہو جاتا ہے مگر حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ جہاد میں جانے کی بجائے ماں کے پاس رہ کر اس کی خدمت کی جائے تو بھی انسان جنت میں داخل ہوگا۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ اگر جہاد کے لئے جانا ناگزیر ہو جائے تو جہاد میں شامل ہو جانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے بارے میں احادیث مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرا ارادہ جہاد کرنے کا ہے، میں آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں موجود ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اسے نہ چھوڑو کیونکہ جنت اس کے قدموں میں ہے۔ (بحوالہ نسائی شریف)

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول

اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے جہاد کے بارے میں مشورہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے والدین ہیں؟ انہوں نے کہا جی، آپ ﷺ نے فرمایا تم ان سے چمٹے رہو کیونکہ جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔ (بحوالہ طبرانی)

حضرت طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس کے پیروں کے ساتھ چمٹے رہو وہیں جنت ہے۔ (بحوالہ طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(بحوالہ کنز العمال)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنی ماں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا وہ بوسہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے حجاب ہوگا۔ (بحوالہ بیہقی)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اپنی ماں کے پیروں سے چمٹے رہو، جنت وہیں ہے۔ (بحوالہ ابن ماجہ)

والدین جنت وجہنم کی کنجی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے ماں باپ کے معاملہ میں صبح کو اللہ کا فرماں بردار ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور جو شخص والدین میں سے کسی ایک کے معاملے میں صبح کو اللہ کا فرماں بردار ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ مفتوح ہو جاتا ہے اور شام کو اپنے ماں باپ کے معاملہ میں اللہ کا نافرمان ہو جاتا ہے اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک کے معاملے میں نافرمان ہوتا ہے تو دوزخ کا ایک دروازہ اس کے لئے کھل جاتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خواہ ماں باپ نے اس کی حق تلفی کی ہو، فرمایا خواہ انہوں نے اس کی حق تلفی کی ہو خواہ اس پر ظلم کیا ہو، خواہ اس کا حق مارا ہو۔ یہ بھی حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ماں باپ کا فرماں بردار اپنے والدین کی طرف رحم (وشفقت) کی نظر سے دیکھتا ہے اللہ ہر بار نظر کرنے کے عوض اس کے لئے ایک حج مقبول (کا ثواب ضرور) لکھ دیتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا خواہ ہر روز سو بار دیکھے؟ فرمایا، ہاں، اللہ اس سے بھی بڑا اور پاک ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام گناہوں میں سے اللہ جو گناہ چاہے گا معاف فرما دے گا سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے۔ کیونکہ زندگی میں مرنے سے پہلی ہی (ماں باپ کی نافرمانی کی سزا) اللہ تعالیٰ دے دیتا ہے۔ یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہیں اور اول الذکر حدیث ابن عساکر نے بھی ذکر کی ہے۔ طبرانی نے ضعیف سند سے اور حاکم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام گناہوں میں سے جس گناہ کو اللہ چاہتا ہے قیامت پر (اس کے عذاب یا مغفرت کو) ٹال دیتا ہے، سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے، ماں باپ کی نافرمانی کی سزا تو مرنے سے پہلے اسی زندگی میں فوراً دے دیتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

والدین کے حقوق کی فہرست بہت طویل ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری اچھی رفاقت یعنی میری طرف سے حسن سلوک و احسان اور خدمت گزاری کا سب سے زیادہ مستحق کون شخص ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تمہاری ماں، اس نے عرض کیا کہ پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے عرض کیا کہ پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تمہاری ماں۔ اس نے عرض کیا کہ پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تمہارا باپ۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے اس شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہارا باپ پھر تمہارا وہ عزیز جو نزدیک کی قرابت رکھتا ہو۔'' (بحوالہ بخاری ومسلم)

اس دنیا کے معاشرے کی اصلاح و فلاح دراصل باہمی حقوق کی نگہداشت تعلق و

قرابت کی پاسداری ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور احسان و بھلائی کے برتاؤ اور اس حسن سلوک میں فرق مراتب کے احساس پر منحصر ہے! شریعت اسلامی کا تقاضا ہے کہ انسان اس دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ جس تعلق و قربت کا رشتہ رکھتا ہے اور اس تعلق قرابت میں جو فرق مراتب ہیں ادائیگی حقوق اور حسن سلوک کے باہمی معاملات میں اس کا لحاظ ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ قرابت کے اعتبار سے ماں کا رشتہ سب سے زیادہ گہرا اور اس کا تعلق سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی شخص کے احسان وحسن وسلوک اور خدمت گزاری کی سب سے زیادہ مستحق جو ذات ہوسکتی ہے وہ ماں ہے، ماں کے بعد باپ ہے اور پھر دوسرے قرابت اور رشتہ دار۔ لیکن ان قرابتی اور رشتہ داروں میں بھی تعلق و قرابت کے درجات و مراتب کی رعایت کی جائے گی کہ جو رشتہ دار، اپنے رشتہ کے اعتبار سے جتنا زیادہ نزدیک اور قریب ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ مقدم رکھا جائے گا۔ مذکورہ بالا حدیث میں اسی ضابطہ کو بیان فرمایا گیا ہے۔

بعض حضرات نے اس حدیث کے الفاظ سے ایک مسئلہ یہ اخذ کیا ہے کہ کسی شخص پر والدین کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کرنے کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں ماں کا حصہ باپ سے تین گناہ بڑھا ہوا ہے کیونکہ وہ حمل کا بوجھ اٹھاتی ہے ولادت کی تکلیف و مشقت اور دودھ پلانے کی محنت برداشت کرتی ہے۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اولاد پر ماں کا حق باپ کے حق سے بڑا ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک و بھلائی اور اس کی خدمت و دیکھ بھال کرنا زیادہ واجب اور زیادہ ضروری ہے اور اگر ایسی صورت پیش آجائے جس میں بیک وقت دونوں کے حقوق کی ادائیگی دشوار ہوجائے، مثلاً ماں باپ کے درمیان کسی وجہ سے اَن بن ہو اور لڑکا ماں کے حقوق کی رعایت کرتا ہے تو باپ ناراض ہوتا ہے اور اگر باپ کے حقوق کا لحاظ کرتا ہے تو ماں آرزدہ ہوتی ہے تو ایسی صورت میں یہ درمیانی راہ نکالی جائے کہ تعظیم واحترام میں تو باپ کے حقوق کو فوقیت دے اور خدمت گزاری نیز مالی امداد وعطا میں ماں کے حق کو فوقیت دے۔

ماں باپ کے حقوق کی فہرست بہت طویل ہے بلکہ ان کے مرتبہ و درجہ کو دیکھا جائے تو

حقیقت یہ ہے کہ اولاد اگر اپنی پوری زندگی بھی ان کے حقوق کی ادائیگی میں صرف کردے تب بھی ان کے تئیں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی، تاہم شریعت نے کچھ چیزیں ایسی بیان کردی ہیں۔ جو زیادہ اہمیت کی ہیں اور جن کا لحاظ بہر صورت ہونا چاہئے۔

مثلاً سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ ان کی جائز خواہشات کی تکمیل اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو لازم جانا جائے اور ان کی رضا وخوشنودی کو اپنے حق میں ایک بڑی سعادت سمجھی جائے۔ اپنی حیثیت واستطاعت کے بقدر ان کی ضروریات اور ان کے آرام وراحت میں اپنا مال واسباب خرچ کیا جائے اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے جو ان کی شان کے مطابق ہو۔

اولاد ان کے سامنے تواضع وانکساری اختیار کرے۔ ان کے سامنے ملائمت ونرمی اور خوشامد وعاجزی کا رویہ اپنائے اور جہاں تک ہوسکے ان کی خدمت کرے تاآنکہ وہ راضی اور خوش ہوں، ان کی اطاعت وفرمانبرداری میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن اطاعت وفرمانبرداری ان ہی امور میں کی جانے چاہئے جو مباح ہوں ان کے ساتھ کوئی ایسا رویہ نہیں اپنانا چاہئے جس سے ان کی شان میں بے ادبی وگستاخی ظاہر ہوتی ہو اور نہ ان کے ساتھ تکبر وانانیت کے ساتھ پیش آنا چاہئے خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں۔ بات چیت کے وقت اپنی آواز کو ان کی آواز سے اونچی نہ کرنا چاہئے اور نہ ان کا نام لے کر ان کو مخاطب کرنا چاہئے کسی کام میں ان سے پہل نہ کرنا چاہئے اور نہ ان کے مقابلہ پر خود کو نمایاں کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسی طرح اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اگر والدین غیر شرعی امور کے مرتکب ہوں تو ان کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فریضہ کی ادائیگی کے وقت بھی ادب واحترام اور نرمی وملائمت کی راہ اختیار کی جائے اور ایک دفعہ کہنے پر وہ باز نہ آئیں تو پھر سکوت اختیار کرلیا جائے اور ان کے حق میں دعا واستغفار کرتے رہنا چاہئے۔ یہ بات قرآن کریم کی اس آیت سے اخذ کی گئی ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے اپنے باپ کے سامنے نصیحت وموعظت کا ذکر ہے۔

حکیم لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں:

باپ کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد ہر قسم کی خوبیوں کا مجموعہ ہو اس کے لئے باپ

وقتاً فوقتاً اپنی اولاد کو نصیحتیں بھی کرتا ہے۔ اسی طرح کی وہ چند نصیحتیں جو حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کیں، ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ آپ بھی اپنی اولاد کو یہ اور ان جیسی اور نصائح کرتے رہئے لیکن ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ ان نصیحتوں کو پڑھنے سے پہلے خوب دعا کرے، اے اللہ! مجھے ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما اور میری آنے والی نسلوں کو بھی اس پر عمل کرنے اور اس کو پھیلانے کی توفیق عطا فرما۔ یہ تمام نصیحتیں نہایت قیمتی اور اہم ہیں، لہٰذا ہر مسلمان کے لئے اس پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ ہر وصیت کو تین مرتبہ پڑھئے اور کبھی کبھی سب گھر والوں کو بٹھا کر سنایئے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح کرنے سے بہت فائدہ ہوگا۔

حضرت لقمان علیہ السلام مشہور حکیم ہیں انہوں نے جو نصیحتیں اپنے صاحبزادے کو کی ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ہیں:

۱) بیٹا! علماء کی مجلس میں کثرت سے بیٹھا کرو اور حکماء کی بات اہتمام سے سنا کرو، اللہ تعالیٰ شانہٗ حکمت کے نور سے مردہ دل کو ایسا زندہ فرماتے ہیں جیسا کہ مردہ زمین زوردار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔

۲) بیٹا! اللہ تعالیٰ سے ایسی امید رکھو کہ اس کے عذاب سے بے خوف نہ ہو جاؤ اور ایسا اس کے عذاب سے خوف کرو کہ اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ صاحبزادے نے عرض کیا کہ دل تو ایک ہی ہے اس میں خوف اور امید دونوں کس طرح جمع ہوں؟ انہوں نے فرمایا کہ مؤمن ایسا ہوتا ہے کہ اس کے لئے گویا دو دل ہوتے ہیں، ایک میں پوری امید اور ایک میں پورا خوف۔

۳) بیٹا! رب اغفرلی بہت کثرت سے پڑھا کرو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں جو کچھ آدمی مانگتا ہے مل جاتا ہے۔

۴) بیٹا! نیک عمل اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ بغیر یقین کے نہیں ہو سکے گا جس کا یقین ضعیف ہوگا اس کا عمل بھی سست ہوگا۔

۵) بیٹا! جب شیطان تجھے کسی شک میں مبتلا کرے تو اس کو یقین کے ساتھ مغلوب

کر اور جب تجھے عمل میں سستی کی طرف لے جائے تو قبر اور قیامت کی یاد سے اس پر غلبہ حاصل کر اور جب دنیا میں رغبت یا خوف کے راستے سے وہ تیرے پاس آئے تو اس سے کہہ دے کہ دنیا ہر حال میں چھوٹنے والی ہے۔

۶) بیٹا! جو شخص جھوٹ بولتا ہے اس کے چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے اور جس شخص کی باتیں خراب ہوں گی اس پر غم سوار ہوگا، پہاڑ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا احمقوں کے سمجھانے سے زیادہ آسان ہے۔

۷) بیٹا! جھوٹ سے اپنے کو بہت محفوظ رکھو۔ جھوٹ بولنا چڑیا کے گوشت کی طرح لذیذ تو معلوم ہوتا ہے لیکن یہی جھوٹ بہت جلد جھوٹ بولنے والے شخص کے ساتھ دشمنی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

۸) بیٹا! جنازہ میں اہتمام سے شرکت کیا کرو اور تقریبات میں شرکت سے گریز کیا کرو، اس لئے کہ جنازہ آخرت کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور شادیاں اور تقریبات دنیا کی طرف مائل کرتی ہیں۔

۹) بیٹا! جب پیٹ بھرا ہوا ہو، اس وقت نہ کھاؤ پیٹ بھرے پر کھانے سے کتے کو ڈال دینا بہتر ہے۔

۱۰) بیٹا! نہ تو اتنے میٹھے بنو کہ لوگ تمہیں نگل جائیں، نہ اتنے کڑوے بنو کہ لوگ تمہیں تھوک دیں۔

۱۱) بیٹا! تم مرغے سے زیادہ عاجز نہ بنو کہ وہ تو سحر کے وقت جاگ کر اذان دینا شروع کر دے اور تم اپنے بستر پر پڑے سوتے رہو۔

۱۲) بیٹا! توبہ میں دیر نہ کرو کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں، وہ دفعتاً آجاتی ہے۔

۱۳) بیٹا! جاہل سے دوستی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ اس کی جہالت کی باتیں تمہیں اچھی معلوم ہونے لگیں اور حکیم سے دشمنی مول نہ لو ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے اعراض کرنے لگے۔

۱۴) بیٹا! اپنا کھانا متقی لوگوں کے سوا کسی کو نہ کھلاؤ اور اپنے کاموں میں علماء سے مشورہ لیا کرو۔

۱۵) کسی نے ان سے پوچھا کہ بدترین شخص کون ہے؟ انہوں نے فرمایا، جو اس کی پرواہ نہ کرتا ہو کہ کوئی شخص اس کو برائی کرتے ہوئے دیکھ لے۔

۱۶) بیٹا! نیک لوگوں کے پاس اپنی نشست کثرت سے رکھا کرو کہ ان کے پاس بیٹھنے سے نیکی حاصل کرسکو گے اور ان پر کسی وقت اللہ کی رحمت خاصہ نازل ہوئی تو اس میں سے کچھ نہ کچھ تم کو ضرور ملے گا اور اپنے آپ کو برے لوگوں کی صحبت سے دور رکھو کہ ان کے پاس بیٹھنے سے کسی خیر کی تو امید نہیں اور ان پر کسی وقت عذاب ہوا تو تم کو ضرور پہنچ جائے گا۔

۱۷) بیٹا! جس دن سے دنیا میں آئے ہو، آخرت سے قریب ہوتے جارہے ہو۔

۱۸) بیٹا! قرض سے اپنے کو محفوظ رکھو کہ یہ دن کی ذلت اور رات کا غم ہے۔

۱۹) بیٹا! جب تم سے کوئی شخص آکر کسی کی شکایت کرے کہ فلاں نے میری دونوں آنکھیں نکال دیں اور واقعی میں بھی اس کی دونوں آنکھیں نکلی ہوئی ہوں تو اس وقت تک اس کے متعلق رائے قائم نہ کرو جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو کیا خبر ہے کہ اس نے اس سے پہلے خود پہل کی ہو اور چار آنکھیں نکال دی ہوں۔ (بحوالہ قیمتی نصیحتیں)

فقیہ ابو اللیث نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت لقمان علیہ السلام کا انتقال ہونے لگا انہوں نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ بیٹا! میں نے تم کو اس زندگی میں بہت سی نصیحتیں کیں اس وقت تم کو چھ نصیحتیں کرتا ہوں۔

۱) دنیا میں اپنے آپ کو فقط اتنا ہی مشغول رکھو جتنا اس میں رہنا ہے۔

۲) حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف تمہیں جتنی احتیاج ہے اتنی ہی اس کی عبادت کرنا۔

۳) آخرت کے لئے اس مقدار کے موافق تیاری کرنا، جتنی مقدار وہاں قیام کا ارادہ ہو۔

۴) جب تک تمہیں جہنم سے خلاصی کا یقین نہ ہو جائے، اس وقت تک اس سے خلاصی کی کوشش کرتے رہنا۔

۵) گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا جہنم کی آگ میں جلنے کی ہمت اور حوصلہ ہو۔

۶) جب کوئی گناہ کرنا چاہو تو ایسی جگہ تلاش کر لینا جہاں حق تعالیٰ شانہٗ اور اس کے فرشتے نہ دیکھیں۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

حضرت آدم علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وصیت:

مروی ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کو پانچ چیزوں کی وصیت کی اور یہ بھی فرمایا کہ آئندہ نسل کو بھی تاکید کریں۔

۱) اپنی اولاد سے کہہ دو دنیا پر کبھی مطمئن نہ ہونا میں نے جنت پر اطمینان کیا تھا مگر اللہ کو پسند نہ آیا اور مجھے وہاں سے سفر کرنا پڑا۔

۲) اپنی بیویوں کی خواہشات پر کبھی عمل نہ کرنا، میں نے اپنی بیوی کی خواہش پر عمل کرتے ہوئے درخت کا پھل کھایا تھا، اس پر ندامت دیکھنا پڑی۔

۳) جو کام بھی کرنے کا ارادہ کرو پہلے اس کا انجام سوچ لو اگر انجام سوچ لیا تو جو کچھ میں نے دیکھا وہ نہ دیکھنا پڑے گا۔

۴) جب کوئی چیز دل میں کھٹکتی ہو تو اس سے اجتناب کرو کہ درخت کا پھل کھانے کے وقت میرے دل میں بھی کھٹکی تھی، مگر میں نے خیال نہ کیا تو ندامت اٹھانی پڑی۔

۵) اہم امور میں مشورہ کر لیا کرو اگر میں نے ملائکہ سے مشورہ کر لیا ہوتا تو وہ ابتلا نہ ہوتا جو بعد میں ہوا۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

مثالی ماں کی مثالی باتیں:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، امام مالکؒ کے یہاں رہتے ہوئے کئی دن ہو چکے تھے اور گھر سے نکلے ہوئے کئی سال ہو چکے تھے اور اب رہ رہ کر بوڑھی ماں کی یاد اور وطن کی محبت ستا رہی تھی اور یہ تمنا تھی کہ بوڑھی ماں سے زندگی میں ملاقات کا شرف حاصل کر سکوں اور میری پیاری ماں اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ کر باغ باغ ہو جائیں کہ پاک تمناؤں کا جو پودا انھوں نے لگایا تھا اور جس کی شادابی کے لئے انھوں نے راتوں کو اٹھ اٹھ کر تنہائی میں اپنے خدا کے آگے دعائیں کی تھیں، آج وہی پودا خدا کے بے پایاں فضل اور ان کی مقبول دعاؤں کی برکت سے دین و دنیا کے پھلوں سے لدا ہوا ہے اس شوق نے کچھ ایسا زور کیا کہ میں نے اسی وقت امام مالک سے اجازت چاہی اور کہا اب میں چاہتا ہوں کہ جلد سے جلد اپنی بوڑھی

والدہ کی خدمت میں پہنچ جاؤں جو آٹھ پہر مجھے یاد کرتی رہتی ہوں گی۔ اور میرے تصور میں بے قرار ہوں گی۔

امام مالکؒ نے یہ سنا تو تاکید فرمائی کہ شافعیؒ فوراً سفر کی تیاری کرو، چنانچہ میں نے اسی وقت سامان سفر باندھنا شروع کر دیا امام صاحبؒ نے ایک آدمی پہلے مکہ کی طرف روانہ کیا کہ وہ جا کر پہلے سے میرے گھر والوں کو یہ اطلاع کر دے کہ ادریس شافعی تعلیم سے فارغ ہو کر مکے پہنچ رہے ہیں۔

اور اب میں اس شان کے ساتھ ہجوم شوق میں روانہ ہوا کہ میرے آگے پیچھے خراسانی گھوڑے اور مصری خچر کپڑوں غلوں اور درہم و دینار سے لدے ہوئے تھے۔

سفر تو میں برسوں سے کر رہا تھا لیکن آج سفر انتہائی طویل محسوس ہو رہا تھا۔ راستے میں مکے کی گلیوں کا تصور آتا کبھی بوڑھی ماں کی محبت بھری آواز کا خیال آتا۔ کبھی اپنے ساتھی یاد آتے اور میں انہی یادوں میں مگن وطن سے قریب ہو رہا تھا۔

جب حدود حرم میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ عورتیں میرے انتظار میں کھڑی ہیں اور میری بوڑھی اور کمزور ماں بھی آغوش محبت پھیلائے مجھے گلے لگانے کے لئے بے تاب ہیں جیسے ہی میں قریب پہنچا گھوڑے سے نیچے اترا تو ماں نے گلے لگا لیا اور دیر تک خوشی کے آنسو بہاتی رہیں۔ پھر میری بوڑھی خالہ آگے بڑھیں انھوں نے بھی مجھے چمٹا لیا اور میری پیشانی چومتے ہوئے بڑے شوق سے ایک شعر گنگنانے لگی۔

موت کی موجیں تیری ماں کو بہا نہیں لے گئیں آج ہر دل مامتا میں تیرے لئے ماں بنا ہوا ہے۔

مکے کی سرزمین پر یہ پہلے محبت بھرے بول تھے جو میں نے سنے اور خوشی میں میرے دل کی عجیب کیفیت تھی اب مکے کے بہت سے مرد عورتیں بچے یہاں جمع ہو گئے تھے۔ میں دیر تک وہاں کھڑا کبھی اپنے لائے ہوئے قیمتی سامان کو دیکھتا رہا اور کبھی اپنی بوڑھی ماں کو۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ کچھ غمزدہ سی ہیں سب خوش ہیں مگر میری ماں کے چہرے پر نام کو بھی مسکراہٹ نہیں۔ جب کافی دیر ہو گئی تو میں آگے بڑھنے لگا اور ماں سے بھی عرض کیا چلیے ماں۔

بوڑھی ماں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولیں بیٹے کہاں چلیں۔

میں نے کہا اماں گھر چلیے۔

بولیں بیٹے یاد ہے جب میں تجھے رخصت کر رہی تھی تو میرے پاس دو پرانی چادروں کے سوا کچھ نہ تھا اور میں نے تیرے شوق کو دیکھ کر وہی تیرے حوالے کیں اور اس طرح تجھے گھر سے روانہ کیا کہ تو ایک فقیر تھا اور اس آرزو کے ساتھ روانہ کیا کہ تو حدیث رسولﷺ کی دولت سے مالا مال ہو کر آئے گا، بیٹے یہ دنیا غرور کی پونجی ہے کیا تو سب اس لئے لایا ہے کہ اپنے چچا کے بیٹوں پر اپنی بڑائی جتائے اور انھیں حقیر سمجھے۔

میں بالکل خاموش کھڑا اپنی ماں کو تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا اللہ اکبر دولت دنیا سے یہ بے نیازی علم دین کی یہ عظمت خدا پر بھروسہ۔

میرا دل عقیدت سے جھک گیا اور میری آنکھیں گرم آنسوؤں سے بھیگ گئیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے ماں کی مقبول دعاؤں سے اور پاک آرزوؤں کی بدولت ہی ملا ہے، میں نے محسوس کیا کہ برسوں پڑھنے اور سیکھنے کے باوجود بھی آج ریت کے اس ٹیلے کے نیچے بوڑھی ماں نے مجھے جو کچھ سکھایا وہ میں اب تک جذب نہ کر سکا تھا۔ اور میں نے شوق و محبت میں اپنی ماں کے ہاتھ چوم لئے۔

پھر نہایت عاجزی سے میں نے کہا امی فرمایئے اب میں کیا کروں۔

بولیں بیٹے کرنا کیا ہے اعلان عام کر دے کہ بھوکے آئیں اور غلہ لے جائیں پیادے آئیں اور سواریاں لے جائیں ننگے آئیں کپڑے لے جائیں نادار آئیں اور دولت لے جائیں۔

میں نے اسی وقت عام اعلان کرا دیا اور ذرا سی دیر میں وہ ساری دولت مکے کے غریبوں اور ناداروں میں تقسیم ہو گئی اب میرے پاس ایک خچر اور پندرہ دینار کے سوا کچھ نہ بچا تھا۔ ہم لوگ جب مکے میں داخل ہوئے اتفاق سے راستے میں میرا کوڑا گر گیا۔ ایک باندی پیٹھ پر مشک لادے جا رہی تھی اس نے لپک کر کوڑا اٹھایا اور نہایت ادب سے میرے حوالے کر دیا۔

میں نے اس باندی کو انعام دینے کے لئے پانچ دینار نکالے تو ماں نے دیکھ کر کہا بس

بیٹے یہی پانچ دینار ہیں تیرے پاس؟

میں نے کہا نہیں امی ابھی دس اور ہیں۔

امی: تو بیٹے وہ دن کس لئے رکھے ہیں؟

میں: امی رکھ لئے ہیں کہ وقت بے وقت کام دیں گے اور غلہ بھی تو نہیں بچا ہے۔ شاید آج ہی ضرورت پڑے۔

امی: ارے بیٹا تعجب ہے دس دینار پر تو اتنا بھروسہ اور سب کچھ دینے والے پر ذرا بھروسہ نہیں نکال سارے دینار اور اس باندی کے حوالے کر۔

میں نے سارے دینار اس باندی کے حوالے کر دیئے اور اب میرا ہاتھ بالکل خالی تھا لیکن دل ایسا غنی تھا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا غنی نہ تھا۔

ماں نے خدا کا شکر ادا کیا اور بڑے پیار سے فرمایا بیٹے اب تو اسی حال میں اپنے جھونپڑے میں داخل ہو جس حال میں وہاں سے نکلا تھا مگر آج میرے جھونپڑے میں وہ روشنی ہوگی جو اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ بیٹے خدا نے تیری پیشانی میں علم کا نور رکھا ہے میں نہیں چاہتی کہ یہ نور دنیا کی فانی راحتوں سے دھندلا ہو اور اس میں کمی آئے۔

بیٹے تجھے یاد ہے میں نے رخصت کرتے وقت تجھے دعا دی تھی کہ خدا تجھے علم کے آسمان پر سورج بنا کر چمکائے بیٹے میں نہیں چاہتی کہ دنیوی مال و دولت کی بدلیوں میں اس سورج کی روشنی پھیکی پڑے اور اسلامی دنیا اس سے روشن نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی تیرے علم کی اس روشنی میں امت کو سیدھی راہ دکھائے اور آخرت میں بھی یہ روشنی مومنوں کے کام آئے۔ آمین۔"

(رحلۃ الشافعی، بحوالہ جامع بیان العلم وفضلہ ابن عبدہ)

احمد شاہ ابدالیؒ کی والدہ محترمہ کی نصیحت کا سبق آموز واقعہ:

اماں زرغونہ مشہور افغان حکمران احمد شاہ ابدالی کی والدہ محترمہ تھیں، وہ بڑی دیندار اور جی دار خاتون تھیں، دل میں اسلام کے لئے محبت اور درد رکھتی تھیں، جب ہندوستان میں مرہٹوں نے غلبہ حاصل کر لیا، اور وہ بڑھتے بڑھتے اٹک تک پہنچے تو قندھار میں مقیم احمد شاہ ابدالی نے دربار میں ایک جرگہ طلب کیا، باہمی صلاح ومشورے کے بعد میں طے پایا کہ

دشمن سے مدافعت کے لئے قندھار میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا جائے، ابھی جرگہ کی کاروائی تھی کہ اندرزنان خانے سے احمد شاہ ابدالی کے لئے بلاوا آگیا کہ اماں نے فوری طور پر فرمایا ہے، احمد شاہ اٹھ کر زنان خانے میں چلے گئے جہاں اماں زرغونہ غصے سے بھری کھڑی تھیں، انہوں نے احمد شاہ دیکھ کر ناراضگی کا اظہار کیا، احمد شاہ پریشان ہوگیا، اس نے اماں سے پوچھا "خیر باشد؟" آپ کس بات پر خفا ہو رہی ہیں اماں نے غصے سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "کاش! میں تجھ جیسے بیٹے کو جنم نہ دیتی، کاش میں تجھے اپنا دودھ نہ پلاتی، کیا اس روز کے لئے تجھے پالا پوسا کہ ہندوستان سے مرہٹوں کی آمد کے خوف سے یہاں قندھار میں ایک قلعہ تعمیر کرنے کی بات کر رہے ہو تا کہ تم اس قلعے میں مرہٹوں سے چھپ سکو، تمہیں تو چاہئے تھا کہ یہاں سے اس مہم کی خاطر ہندوستان جاتے اور مرہٹوں کی کمر توڑ کر واپس آتے، نہ کہ تم یہاں بیٹھ کر پیش بندیاں کرو۔"

احمد شاہ نے سر جھکا کر کہا "اماں! میں معذرت خواہ ہوں، انشاء اللہ آپ کی خواہش پوری کر کے رہوں گا۔" (بحوالہ مسلمان خواتین)

حضرت اسماءؓ کی عبداللہ بن زبیرؓ کو نصیحت:

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر صدیقؓ سے ان کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیرؓ نے مشورہ کیا کہ حجاج بن یوسف کی طاقت بہت زیادہ ہے اور چھوٹی سی جماعت میرے ساتھ ہے اس لئے صلح کر لیں، والدہ نے فرمایا، بیٹے اگر تم باطل پر ہو تو اب سے پہلے صلح کر لینی چاہئے تھی، اور اگر حق پر ہو تو رفقاء کی کمی سے دل برداشتہ نہ ہو، حق کی رفاقت خود کیا کم نصرت ہے، حضرت عبداللہؓ والدہ کے پاس سے آکر ہتھیار لگا کر والدہ سے رخصت ہونے آئے تو ماں نے سینے سے لگایا، جسم کی سختی محسوس کر کے دریافت کیا تو بیٹے نے عرض کیا کہ زرہ پہن رکھی ہے، ماں نے فرمایا، شہید حق کا یہ شیوہ نہیں ہے، ابن زبیرؓ نے زرہ اتار ڈالی، پھر والدہ سے عرض کیا کہ مجھے ڈر ہے کہ دشمن میری لاش کے ٹکڑے نہ کر دے تو فرمایا کہ بیٹا جب بکری ذبح ہو جاتی ہے تو اس کی کھال کھینچنے سے تکلیف نہیں ہوتی، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکائے رکھا، چند روز کے بعد حضرت اسماءؓ

ادھر سے گزریں تو فرمایا کہ کیا اب تک یہ سوار اپنے گھوڑے سے نہیں اترا۔

اس روحانی شجاعت، اخلاقی جرأت اور بے مثال صبر واستقلال کا نمونہ کہاں نظر آسکتا ہے؟

ایک خاتون کی اپنے بیٹے کو نصیحت:

نوح بن اسودؒ فرماتے ہیں کہ بغداد میں ایک خاتون تھیں جن کی دیانت داری مشہور تھی وہ ابوعبداللہ براقی کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں اور ان کے وعظ وارشاد سے مستفید ہوتی تھیں لیکن ہمیشہ خاموش رہتی تھیں، نوح بن اسودؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ ہمیشہ خاموش رہتی ہیں کسی مسئلے میں کچھ دریافت نہیں فرماتیں؟ میرے اس سوال پر ان خاتون نے فرمایا، کم گو اور خاموش شخص زیادہ سمجھنے اور اخذ کرنے والا ہوتا ہے باتوں اور نصیحتوں کو۔

انہی خاتون کے بارے میں نوح بن اسود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز سنا یہ اپنے بیٹے سے کہہ رہی تھیں ”اے میرے بیٹے! بچنا دن اور رات کی بے کار مصروفیتوں سے کیونکہ اس صورت میں تم ضائع کرو گے عمر کی عطا کی ہوئی مہلتوں کو، اے میرے بیٹے! تیار رکھو اپنے آپ کو لمبے سفر کے لئے دنیا کے ہتھکنڈوں سے جب کہ وہ تم پر ہجوم کریں کہ دنیا فتنہ سامانیوں کے ساتھ ہے۔“ (بحوالہ کتاب الاذکیاء)

ایک قیمتی نصیحت

مجاہد کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ صبح ہوجائے تو اپنے جی سے شام کی بات نہ کرو اور شام ہوجائے تو اپنے قلب سے صبح کی بات نہ کرو۔ مرنے سے پہلے اپنی زندگی سے اور بیماری سے پہلے اپنی صحت سے کچھ فائدہ اٹھالے کیونکہ تجھے کچھ علم نہیں کہ کل تیرا نام کیا ہوگا۔

اپنی خواہشات کو لگام دیجئے

جس کی امیدیں مختصر ہوں اللہ تعالیٰ اسے چار طرح کے انعامات سے نوازتے ہیں۔

۱) اپنی اطاعت وبندگی کی اسے توفیق دیتے ہیں کیونکہ بندہ جب یقین کر لیتا ہے کہ

عنقریب مرجائے گا تو وہ اطاعات میں محنت کرنے لگ جاتا ہے کوئی تکلیف بھی آئے تو وہ پرواہ نہیں کرتا اس سے اس کے اعمال بڑھ جاتے ہیں۔

۲) اللہ اس کے غم وافکار کم کردیتے ہیں کیونکہ عنقریب مرجانے کا یقین ہے تو ناموافق بات بھی پیش آجائے تو چنداں خیال نہیں کرتا۔

۳) اسے قلیل مقدار پر راضی اور قانع بنادیتا ہے کیونکہ جب عنقریب مرجانے کا یقین ہے تو کثرت کو طلب ہی نہیں کرے گا۔ اس کا سارا فکر اس وقت فکر آخرت ہی ہوتا ہے۔

۴) اس کے قلب کو منور فرماتے ہیں کیونکہ مشہور ہے کہ نور قلب چار چیزوں سے میسر آتا ہے۔ ۱۔ بھوکا پیٹ ۲۔ نیک ساتھی ۳۔ سابقہ گناہوں سے بے فکر نہ ہونا ۴۔ امیدوں کا مختصر ہونا۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

ایک باپ کا دردمند اشعار پڑھنا:

روایت ہے کہ ایک صاحب رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے والد نے میرا مال لے لیا ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا! جاؤ اپنے والد کو میرے پاس بلا کر لاؤ (جب وہ چلا گیا تو) اسی وقت جبرائیل امین شریف لائے اور رسول اقدس ﷺ سے کہا کہ جب اس کا باپ آجائے تو آپ ﷺ اس سے پوچھے کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں جن کو خود اس کے کان بھی نہ سن سکے۔ جب وہ شخص اپنے والد کو لیکر پہنچا تو آپ ﷺ نے اسکے والد سے پوچھا کیا بات ہے کہ آپ کا بیٹا یہ شکایت کررہا ہے؟ کیا آپ اس کا مال لینا چاہتے ہیں؟ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ اس سے پوچھے کہ میں اسکا مال لوں گا بھی تو کس پر خرچ کروں گا، یا اسی کی چچی پر خرچ کروں گا، یا کسی پھوپھی پر خرچ کروں پر یا اپنے اوپر۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا! یہ بات تو چھوڑ دو تم مجھے وہ بات بتاؤ کہ تم نے دل میں وہ کیا بات کہی تھی جو تمہارے کان بھی نہ سن سکے، ان بزرگ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ (آپ کی ان باتوں پر مطلع ہونے پر) آپ پر ہمارا ایمان بڑھتا جاتا ہے، (یقیناً یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے) واقعی میں نے اپنے دل میں ایک بات کہی تھی جو میرے کان بھی نہ سن سکے

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر مجھے سناؤ میں سن رہا ہوں، وہ یوں گویا ہوئے!

غذوتک مولودا ومنک یافعا

تعل بما اجنی علیک وتنهل

ترجمہ: ''میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد بھی تمہاری ذمہ داری اٹھائی تمہارا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا''

اذالیلة ضافتک بالسقم لم ابت

لسقمک الاساهرا اتململ

ترجمہ: ''جب کسی رات میں تمہیں کوئی بیماری پیش آ گئی تو میں نے تمام رات تمہاری بیماری کے سبب بیداری اور بیقراری میں گزاری''

کأنی انا المطرق دونک بالذی

طرقت به دونی فعینی تهمل

ترجمہ: ''گویا کہ تمہاری بیماری مجھے ہی لگی ہے تمہیں نہیں جس کی وجہ سے میں تمام شب روتا رہا''

تخاف الردیٰ نفسی علیک وانها

لتعلم ان الموت وقت موجل

ترجمہ: ''میرا دل تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے پہلے پیچھے نہیں ہوسکتی''

فلما بلغت السن والغایة التی

الیها مدی ماکنت فیک اؤمل

ترجمہ: ''پھر جب تم اس عمر اور اس حد تک پہنچ گئے جس کی میں تمنا کیا کرتا تھا''

جعلت جزائی غلظة وفظاظة

کانک انت المنعم المتفضل

ترجمہ: ''تو تم نے میرا بدلہ سختی اور سخت کلامی بنا دیا گویا کہ تم ہی مجھ پر احسان وانعام کررہے ہو''

فلیتک اذلم ترع حق ابوتی

فعلت کما الجار المصاقب یفعل

ترجمہ: ''کاش اگر تم سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہوسکا تو تم از کم ایسا ہی کرلیتے جیسا ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے''

فاولیتنی حق الجوار ولم یکن

علی بمال دون مالک تبخل

ترجمہ: ''کاش اگر تم نے میرے باپ ہونے کا خیال نہ کیا ہوتا تو کم از کم میرے ساتھ وہ سلوک ہی کرلیتے جو ساتھ رہنے والا پڑوسی کرتا ہے''

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار سنے تو لڑکے کا گریبان پکڑا اور اس کو یہ فرما کر اس کے والد کے سپرد فرمایا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے والد کے لئے ہے۔

(بحوالہ معارف القرآن ج ۵ واصلاح معاشرہ اور اسلام)

ف..... اس واقعہ میں عبرت ہے ان بیٹوں کیلئے جو شادی کے بعد والدین سے ایسے نظریں چرا لیتے ہیں کہ شاید کبھی والدین نے ان پر کبھی کوئی احسان ہی نہیں کیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی زندگی کے گزرے تمام شب و روز والدین کے احسانوں تلے دبے ہوئے ہیں اور یہ قیامت تک والدین کو پریشان کرے، انہیں ستائے۔ بے شک والدین کو ستانے والے نہ دنیا میں سکون حاصل کرسکتے ہیں اور نہ آخرت میں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور اپنے بوڑھے والدین کی بطریق احسن خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

صحابہ کرامؓ کا والدین کے ساتھ حسن سلوک:

صحابہ کرامؓ والدین کی خدمت، اطاعت، اعانت اور ادب واحترام کا نہایت لحاظ کرتے تھے ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میرے پاس دولت ہے اور میرا باپ اس کا محتاج ہے ارشاد ہوا کہ تم اور تمہاری دولت دونوں تمہارے

باپ کے ہیں۔ (بحوالہ ابوداؤد کتاب البیوع)

ایک دوسرے صحابیؓ نے ایک باغ کو عمر بھر کے لئے ماں پر وقف کر دیا۔

(ایضاً باب من قال فیہ ولعقبہ)

ایک بار کفار نے رسول اللہ ﷺ کی گردن میں اونٹ کی اوجھ ڈال دی حضرت فاطمہؓ دوڑ کر آئیں اس کو آپ ﷺ کے اوپر سے اتار کر پھینک دیا اور کفار کو برا بھلا کہا۔

(بحوالہ بخاری کتاب الصلوٰۃ)

ایک صحابی نے خانہ کعبہ تک پا پیادہ چلنے کی نذر مانی تھی لیکن بڑھاپے کی وجہ سے بغیر سہارے کے نہیں چل سکتے تھے اس لئے ان کے دونوں لڑکے ان کو ٹیک کر لائے اور حج کرایا رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا کہ سوار ہو جاؤ خدا کو تمہاری اور تمہاری نذر کی ضرورت نہیں۔

(بحوالہ مسلم کتاب النذر)

ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا شوہر میرے لڑکے کو چھین لینا چاہتا ہے حالانکہ وہ مجھے فائدہ پہنچاتا تھا اور میرے لئے کنویں سے پانی بھر لاتا تھا، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ قرعہ اندازی کر لو باپ نے کہا کہ میرے لڑکے میں کون دعویٰ دار ہو سکتا ہے، آپ ﷺ نے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یہ تمہارا باپ ہے اور یہ تمہاری ماں ہے جس کا ہاتھ چاہو پکڑ لو لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا۔

(بحوالہ ابوداؤد کتاب الطلاق)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اگرچہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے خلاف حصہ لینا پسند نہیں کرتے تھے تاہم جب ان کے والد نے اصرار کیا تو اطاعت کے خیال سے مجبوراً شریک ہو گئے۔

ایک بار حضرت امام حسینؓ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو بولے مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ رکھو نماز پڑھو سوؤ اور اپنے باپ کی اطاعت کرو تو صفین کی شرکت کے لئے میرے باپ نے مجبور کیا اس لئے میں شریک ہوا لیکن نہ تلوار اٹھائی نہ نیزہ مارا نہ تیر چلایا۔ (بحوالہ اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو العاصؓ)

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں کھجور کی قیمت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی لیکن ایک بار حضرت اسامہ بن زیدؓ نے کھجور کے ایک درخت میں شگاف کیا اور اس سے جمار نکالا لوگوں نے کہا ایسا کیوں کرتے ہو کھجور کا درخت تو بہت بیش قیمت ہو گیا ہے بولے میری ماں نے مجھ سے اس کی فرمائش کی تھی اور جہاں تک ہو سکتا ہے ان کی فرمائشوں کی تعمیل کرتا ہوں۔ (بحوالہ ابن سعد تذکرہ حضرت اسامہ بن زیدؓ)

ماں باپ کی نافرمانی قیامت کی نشانی ہے:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ انسان اپنی بیوی کی فرمابرداری کرے اور ماں باپ کی نافرمانی کرے، دوست کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور باپ کے ساتھ برا سلوک کرے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا ایک ایسی چیز ہے جسے انسان خود اپنے لئے بھی پسند کرتا ہے۔ اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ جو شخص آج اپنے باپ کا فرمانبردار یا نافرمان بیٹا ہوگا وہ کل خود بھی باپ بنے گا اور اسے بھی اپنے بیٹوں، بیٹیوں کی نیکی و حسن سلوک کی ضرورت ہوگی، چنانچہ اس کی اولاد بھی اس کے ساتھ وہی برتاؤ کرے گی جیسا برتاؤ اس نے اپنے والدین کے ساتھ کیا تھا اور دستور بھی یہی ہے کہ جیسا تم کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ! تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گی۔ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ! اللہ تعالیٰ تمام گناہوں میں سے جس گناہ کی سزا چاہتے ہیں قیامت کے روز کے لئے مؤخر کر دیتے ہیں، سوائے والدین کی نافرمانی کے کیونکہ اس کا بدلہ اس شخص کو مرنے سے پہلے دنیا میں ہی دے دیتے ہیں۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

جیسا کہ ایک واقعہ کتابوں میں پڑھا اور اپنے اساتذہ سے بھی سنا کہ! ایک نافرمان بیٹا اپنے باپ کو ٹانگ پکڑ کر گھر کے دروازے تک گھسیٹ کر لے آیا کرتا تھا، جب اس کی اولاد ہوئی تو اس کا بیٹا اس سے بھی زیادہ نافرمان نکلا اور وہ اسے ٹانگ پکڑ کر سڑک تک گھسیٹ کر لے آتا تھا اور جب اس کا باپ یہ کہتا کہ بیٹا بس کر اس سے آگے مت گھسیٹ کیونکہ میں

تو اپنے باپ کوصرف یہیں تک گھسیٹا کرتا تھا تو اس کا بیٹا اس کو یہ جواب دیتا کہ یہاں تک تو اسی کا بدلہ ہے اور اس سے آگے میری طرف سے آپ پر احسان ہے۔

خوش نصیب کون ہے؟:

خوش نصیب کون ہے؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب مختلف طریقے سے دیا جائے گا۔ مگر تمام جوابات کی عمومیت کا دائرہ اکثر و بیشتر مندرجہ ذیل مطالب کے اظہار پر ہی مشتمل ہوگا۔ کوئی کہے گا کہ خوش نصیب وہ انسان ہے جس کے گھر میں جواہرات کے ڈھیر لگے ہوتے ہوں، کوئی کہے گا کہ خوش اختر وہ انسان ہے جو مال و زر کی فراوانی کے ساتھ صاحب اولاد بھی ہو اور خدام اس کی چاکری کرنے کے لئے ہر وقت منتظر کھڑے رہیں، تاجر کا نظریہ اس سے بالکل مختلف ہوگا کیونکہ اس کے نزدیک خوش بخت وہ ہے جو ہر سودے سے خوب نفع کمائے اور دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں اس کا کاروبار فروغ پائے، ایک طالب علم کا جواب ہوگا کہ خوش نصیب وہ ہے جو امتحان سے فرسٹ ڈویژن میں پاس ہونے کے علاوہ انعام بھی حاصل کرے، ادھر کسان اپنی سادی اور فطری زبان میں خوش نصیبی کو اور ہی الفاظ میں پیش کرے گا۔ اور سائنسدان کا معیار اس معاملے میں لازماً دوسروں سے الگ تھلک ہوگا، غرض کہ ہر صاحب کمال اپنی اپنی مرضی کی تکمیل کو خوش بختی کا ایک نشان گردانے گا۔

لیکن میرا خیال مزکورہ نظریات سے بالکل مختلف ہوگا کیونکہ مال و دولت کی فراوانی، احباب، خدام اور اولاد کی کثرت، حکیمانہ موشگافیاں، ادیبانہ نکتہ فرینیاں، اور تحقیقی وسعت پیمائیاں بلکہ زہد و تقویٰ کی عادات بھی اگر چہ بڑی حد تک قابل ستائش ہی سہی اور وہ لوگ جو ان چیزوں کے حصول میں مستحسن طریقے سے کوشش کرتے ہیں اپنی سوسائٹی میں تبریک کے مستحق ہی سہی۔ مگر ایک دیوانے کے جنون آمیز خیالات پر بھی غور فرماتے جایئے کہ تاج و تخت پر کج کلاہی کرنے والا، ہزاروں بلکہ لاکھوں خدام کے جلو میں چلنے والا، پانچ وقت کا نمازی، حاجی، تہجد گزار، زکوٰۃ ادا کرنے والا، رمضان شریف کے روزں کے علاوہ نفلی روزے رکھنے والا، حقوق اللہ کو حسب استطاعت بجالانے والا، حقوق العباد میں مساکین اور غربا پر رحم کھانے والا شخص بھی اگر اپنے والدین کا نافرمان ہو اور اس کے ضعیف و ناتواں

ماں باپ اس کی موت کے بعد جلے دل سے اس کی نافرمانی کی شکایت احکم الحاکمین کے حضور میں پیش کر دیں، تو سن لیجئے اور گوش نصیحت سے سن لیجئے کہ وہ شخص بد نصیب ہے، جنت کے دروازے اس پر بند ہیں اور جہنم کی جھلسا دینے والی آگ اس کا نہایت بے چینی سے انتظار کر رہی ہے۔ لہٰذا میرے نزدیک خوش نصیب وہ انسان ہے جو دنیا دی لحاظ سے اگر چہ سے غریب ہی نظر آئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عبادت خلق خدا کی خدمت اور اپنے والدین کے ساتھ حسن مروت کا ایک والہانہ جذبہ رکھتا ہو، اس کے سینے میں خشیت الٰہی کا نور ہو۔ گو اس کے ہاتھ کسب حلال کی وجہ سے کھر درے ہوں، گو اس کے چہرے پر مزدوروں کے چہروں کے جیسے محنت شاقہ کے نشانات ہوں، مگر وہ لیل و نہار حصول رضائے الٰہی کی دھن میں لگا رہے اور پھر اپنے والدین کی خوشی کا ہر موقع پر خیال رکھے جب اس کے بوڑھے ماں باپ اس کو دیکھیں تو باغ باغ ہو جائیں اور ان کے منہ سے ہر وقت اس کے حق میں دعائیں نکلیں۔ ان صفات کا پاکیزہ فطرف انسان جب اپنی جان جان آفریں کے حضور پیش کرے گا تو اس کے لطف و کرم سے اس کی رحمت بار زبان سے ضرور سنے گا ''اے میرے بندے میں تجھ سے راضی ہوں تو جنت میں داخل ہو جا''

(بحوالہ چیدہ چیدہ از محسنہ کائنات ماں ہے)

والدین کے حقوق سے متعلق کچھ سوالات اور ان کے شرعی جوابات

والدین کی نافرمانی کا وبال:

س: آج کے دور میں بڑھاپے کا سہارا کس پر کرنا چاہیے؟ اولاد پر یا دولت پر؟ ماں باپ اپنی اولاد کو اس لئے تربیت دیتے ہیں کہ آئندہ دور میں وہ لات مار کر نکال دے کیا یہ صحیح ہے؟ ماں باپ کے ساتھ اولاد اتنی بے دردی سے کیوں بولتی ہے؟ کیا آج کے دور میں یہی سکھایا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرے؟ اولاد جوانی میں ماں باپ کا احترام

نہیں کرتی؟ اگر شادی کر لے تو صرف بیوی کا حکم بجالاتے ہیں۔ بیوی کے کہنے پر کوٹھی بھی بنوا دیتے ہیں۔ ایک طرف ماں باپ کو دکھ دے کر بیوی کو خوش کرنا اولاد کو زیب دیتا ہے کہ میں خوشی مناؤں اور میرے ماں باپ دربدر کی ٹھوکریں کھائیں۔ کیا ایک مسلمان کی اولاد کو اسلام یہی سکھاتا ہے؟ اولاد یہ کیوں نہیں سوچتی کہ میرے ماں باپ نے اتنے مشکل مراحل سے گزر کر میری پرورش کی ہے آج مجھے ان کا سہارا بننا چاہئے ان کی دعا لینی چاہئے۔ بعض اولاد ماں باپ کی جائیداد چھین کر جلد قبر میں نیچے اتارنا چاہتی ہے؟ اسلامی احکام کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

ج: قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ میں والدین کی خدمت کے بڑے فضائل آئے ہیں، اور والدین کی نافرمانی اور ان کو ستانے کے وبال بھی بڑی تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں۔ اور اہل علم نے حقوق الوالدین پر مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد پاک ہے:

وقضی ربک الا تعبدو الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما
یبلغن عندک الکبر احدھما او کلھما فلا تقل لھما اف
ولا تنھر ھما وقل لھما قولاً کریماً واخفض لھما جنا ح
الذل من الرحمۃ وقل رب الرحمھما کما ربینی صغیرا۔

(سورہ بنی اسرائیل ۲۳،۲۴)

”اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی ”اف“ (ہوں) بھی مت کرنا، اور ان کو نہ جھڑکنا، اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا، اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری سے ساتھ جھکے رہنا، اور یوں دعا کرتے رہنا اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحمت فرمائیے۔ جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔“

ایک حدیث میں ہے:

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں ایک شخص نے پوچھا! یارسول اللہ ﷺ والدین کا اولاد کے ذمہ کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ تیری جنت یا دوزخ ہیں (یعنی انکی خدمت کرکے تم جنت میں جاؤ گے ان کی نافرمانی کروگے تو دوزخ میں جاؤ گے)

(بحوالہ ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے:

”حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص والدین کا فرمابردار ہوا سکے لئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ان میں سے ایک ہو تو ایک۔ اور جو شخص والدین کا نافرمان ہو اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھل جاتے ہیں، اور اگر ان میں سے ایک ہو تو ایک، اس شخص نے عرض کیا کہ خواہ والدین اس پر ظلم کرتے ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا خواہ وہ اس پر ظلم کرتے ہوں۔“ (بحوالہ مشکوۃ)

ایک اور حدیث میں ہے:

”حضرت ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرمابردار اولاد اپنے والدین کی طرف نظر شفقت ومحبت سے دیکھے تو ہر مرتبہ دیکھنے پر ایک حج مقبول کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ عرض کیا گیا خواہ سو مرتبہ دیکھے، فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ اس سے بڑے اور پاکیزہ ہیں (ان کے لئے سو حج کا ثواب دینا کیا مشکل ہے) (ایضاً)

جو لوگ والدین کی خدمت سے کنارہ کشی کرتے ہیں وہ بہت ہی بدبخت ہیں لیکن اس میں کچھ قصور والدین کا بھی ہے وہ بچوں کو مغربی تعلیم وتربیت دیتے ہیں۔ دینی تعلیم سے محروم رکھتے ہیں نتیجۃً اولاد بڑی ہو کر مغربی عادات واطوار کو اپناتی ہے اور سب جانتے ہیں کہ مغرب میں والدین کی خدمت کا کوئی تصور نہیں اولاد جوان ہو کر خودسر ہو جاتی ہے، اور والدین سے انکو کوئی ربط نہیں رہتا۔

بڑھاپے میں چڑچڑے پن والے والدین سے قطع تعلق کرنا:

س: اگر والدین بڑھاپے کی عمر کو آئیں اور ان کے چڑچڑا پن یا دماغ یا حافظہ کمزور

ہونے کی وجہ سے جوان بیٹے بیٹیاں ان سے قطع تعلق کریں کیا یہ جائز ہے؟

ج: ایسی اولاد جو والدین کو ان کے بڑھاپے میں تنہا چھوڑ دیتی ہے سخت گناہگار ہے، جو لوگ جنت میں نہیں جائیں گے ان میں والدین کے نافرمان کو بھی حدیث میں ذکر فرمایا ہے، اس جرم سے خدا کی پناہ مانگنی چاہئے اور والدین کو راضی کرنا چاہئے۔

بیوی کے کہنے پر والدین سے نہ ملنا:

س: ایک عورت اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ میں تیرے گھر میں رہوں گی تو تجھے والدین سے نہیں ملنے دوں گی۔

ج: اپنے والدین سے نہ ملنا ان کو چھوڑ دینا معصیت اور گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب حرام اور ناجائز ہے۔ لہٰذا بیوی کی بات مان کر والدین سے نہ ملنا درست نہیں اور بیوی کی اس بات کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اور خود وہ عورت بھی شوہر کو والدین سے ملنے سے روکنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگی۔

والدہ کو تنگ کرنے والی بیوی سے کیا معاملہ کیا جائے:

س: میں نے چند سال قبل شادی کی اور شادی کے پہلے ہی ہفتے بیگم صاحبہ اور ساس صاحبہ نے ہاتھ دکھانے شروع کر دیئے۔ میری ماں بہت ہی عاجز ہے میری بیوی نے اس کے ساتھ لڑنا شروع کر دیا ہے اور اس کے بعد گھر کے زیورات اور باقی سامان چوری کر کے میری والدہ کے ذمہ لگایا جو کہ بعد میں میری بیوی اور اس کی والدہ سے برآمد ہوا۔ اس وجہ سے میں بھی دل برداشتہ ہوا اور وہ بھی گھر چھوڑ کر چلی گئی۔ اس کے ڈھائی سال بعد میں نے دوسری شادی کر لی۔ جس سے ماشاء اللہ ایک بچہ بھی ہے۔ اس کے بعد برادری والوں نے صلح صفائی کروا دی۔ جب وہ واپس آئی تو پھر اس نے کچھ عرصے بعد وہی لڑائی جھگڑا شروع کر دیا، جس کی وجہ سے مجھے دوسری بیوی کو الگ کرنا پڑا۔ اب اس سے مجھے اولاد بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ میری ماں کو بہت تنگ کرتی ہے یہاں تک کہ گالیاں دیتی ہے اور اب میں اس کو طلاق دینا چاہتا ہوں اور میرے والد کہتے ہیں کہ طلاق نہ دو۔ کیا شرعی طور پر اس کو طلاق

دوں یا نہ دوں؟ اور کیا اس میں والد صاحب کی نافرمانی تو نہیں ہوگی؟ یہ جواب قرآن وسنت کی روشنی میں دیں۔ یاد رہے کہ میری والدہ بس ہر وقت روتی ہی رہتی ہیں۔

ج: فقہاء نے لکھا ہے کہ خدمت تو ماں کی مقدم ہے اور حکم باپ کا مقدم ہے اگر آپ کے والد طلاق دینے سے مانع ہیں تو ان کا منشا بھی محض شفقت ہے۔ آپ والدہ کی تکلیف ان کی خدمت میں عرض کر کے ان سے طلاق دینے کی اجازت حاصل کر سکتے ہیں یا مشورہ اور غور فکر کے بعد والدہ کی تکلیف کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔ مثلاً اپنی اہلیہ کی رہائش کا بندوبست کر کے والدہ سے الگ کر دیں۔ بہرحال جیسا کہ آپ نے لکھا کہ اگر آپ کی بیوی اطاعت شعار نہیں تو آپ اسے طلاق دے کر گناہ گار نہیں ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

بیرون ملک جانے والے والدین کی خدمت کیسے کریں؟

س: میں بی کام کر چکا ہوں اور والدین کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے بیرون ملک جانے کا پروگرام بنایا۔ میں نے ایک ذمہ دار آدمی کو پیسے دیئے مگر اس نے ابھی تک میرا ویزا حاصل نہیں کیا کافی صبر کیا اب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اب میں پروفیشن میں سیٹ نہیں۔ اب میں ۲۵ سال کا ہو چکا ہوں اور والدین کی خدمت کرنا چاہتا ہوں اور اس بارے میں پریشان ہوں کہ ابھی تک باہر جا کر والدین کی خدمت کیلئے کچھ نہ کر سکا براہ کرام میرے لئے کوئی وظیفہ وغیرہ بھیجیں نوازش ہوگی۔

ج: آپ کا خط بغور پڑھا آپ کی پریشانی کا اصل سبب یہ ہے کہ آپ نے اپنے لئے ایک راستہ خود تجویز کر لیا ہے کہ والدین کی خدمت بس اسی صورت میں کر سکتے ہیں جب آپ بیرون ملک جا کر بہت سارا روپیہ کما کر ان کو بھیجیں، حالانکہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ علم الٰہی میں آپ کا باہر ملک جانا آپ کے لئے بہتر نہ ہو۔ اور آپ کے والدین کے لئے بھی بجائے نفع کے مزید پریشانی کا باعث ہو۔ آدمی جب اپنے لئے کچھ تجویز کر لیتا ہے اور اس کی وہ تجویز بروئے کار نہیں آتی تو گھبراتا اور پریشان ہوتا ہے۔ اسکے بجائے اگر آدمی اپنا سارا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے اور جو صورت بھی حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے تجویز فرما دیں اس کو اپنے حق میں بہتر سمجھ کر اس پر راضی ہو جائے تو اس کی ساری پریشانیاں کافور ہو جاتی ہیں۔

پس پریشانیوں کی اصل اس کی اپنی تجویز ہے۔

آپ جو کام بھی کرنا چاہیں بہشتی زیور میں جو استخارہ مسنونہ لکھا ہے، وہ کیا کری اور اسی کے ساتھ سات بار سورۃ فاتحہ پڑھ کر تسبیح ''ایاک نعبد وایاک نستعین'' کر کے دعا کر لیا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت و مدد شامل ہوگی۔ کوشش تو یہ کریں کہ نماز باجماعت مسجد میں ادا کریں۔ بغیر مجبوری کے نماز باجماعت قضاء نہ ہو، کہ بڑی محرومی بھی ہے اور بڑا گناہ بھی۔

ماں باپ کی بات کس حد تک ماننا ضروری ہے؟

س: محترم میں ایک نازک مسئلہ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ اکثر عل اس بات کا واضح جواب نہیں دیتے خدا کے لئے مجھے بالکل واضح جواب دیکر الجھن سے نجات دلائیں۔ محترم! اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے حقوق کی ہر جگہ بڑی سختی سے وضاحت کی ہے اور ان کے حقوق پورے کرنے کی ہر حالت میں تاکید کی ہے۔ مذہب اسلام ایک ای مذہب ہے جس میں انسان کے حقوق وفرائض کو بہت خوبصورت طریقے پر تقسیم کیا گیا ہے مگر ایک بات جو ہمارے معاشرے میں زیر بحث آئی ہے اور جس کی وجہ سے ہمیں سخت ذہن الجھن ہے وہ یہ کہ میں نے کئی بار کتابوں میں بھی پڑھا ہے اور صاحب علم لوگوں سے یہ بات بھی سنی ہے کہ خدا کا فرمان ہے کہ والدین اگر خدا کے ساتھ شرک کرنے کو کہیں تو نہ کرو ورنہ ان کی ہر بات ماننا اولاد کا فرض ہے اور اولاد نے چاہے کتنی نیکیاں کی ہوں مگر ماں باپ اس سے راضی نہیں تو وہ اولاد خدا کی نافرمان ہوگی۔ اور ہرگز جنت میں نہیں جائے گی۔ میں نے یہ تک پڑھا اور سنا ہے کہ خدا کا حکم ہے اگر تمہارے والدین یہ کہیں کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دو یا اپنی اولاد کو مار ڈالو تو بھی بغیر پس و پیش کے کیا کرو۔ اب آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ اس بات کو آپ ضرور جانتے ہیں کہ دنیا میں بد سے بدکردار لوگ بھی کسی کے ماں باپ بنتے ہیں اور ایسے ماں باپ ہزاروں باتیں غیر شرعی کرتے ہیں۔ لاتعداد باتیں ان کی ایسی ہوتی ہیں کہ جو اسلام کے دائرے سے خارج ہوتی ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اولاد اس پر عمل

کرے۔ اب اولاد اگر نیک خصلت ہے اور اسلامی اصولوں کو عزیز رکھتی ہے تو اس کے لئے یہ کس قدر اذیت ناک مسئلہ ہوگا کہ ایک طرف تو والدین ہیں جو غیر شرعی بات پر مجبور کر رہے ہیں۔ اگر انکا کہا نہیں مانتے تو نافرمان ہوتے ہیں اور خدا نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہ ہوگا خدا اپنی نافرمانی معاف کر دے گا مگر والدین کی نافرمانی معاف نہیں کرے گا۔ اور پھر دوسری طرف اولاد کو یہ بھی مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ اگر والدین کا حکم مانتا ہے تو خدا کے اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اب اولاد کس قدر مجبور و بے بس ہوتی ہے اس کا اندازہ صرف انہی لوگوں کو ہے جن کے ساتھ ایسے حالات درپیش ہوں۔

ج: والدین کی فرمابرداری اور ان کی خدمت کے بارے میں واقعی بڑی سخت تاکیدیں آئی ہیں لیکن یہ بات غلط ہے کہ والدین کی ہر جائز و ناجائز بات ماننے کا حکم ہے بلکہ والدین کی فرمابرداری کی بھی حدود ہیں، میں ان کا خلاصہ ذکر کر دیتا ہوں۔

اول۔ والدین خواہ کیسے ہی برے ہوں ان کی بے ادبی و گستاخی نہ کی جائے۔ تہذیب و متانت کے ساتھ ان کو سمجھا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ سمجھانا ضروری ہے، لیکن لب ولہجہ گستاخانہ نہیں ہونا چاہئے اور اگر سمجھانے پر بھی نہ سمجھیں تو انکو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

دوم۔ اگر وہ کسی جائز بات کا حکم کریں تو اس کی تکمیل ضروری ہے بشرطیکہ آدمی اس کی طاقت بھی رکھتا ہو اور اس سے دوسروں کے حقوق تلف نہ ہوتے ہوں اور اگر ان کے حکم کی تعمیل اس کے بس کی بات نہیں یا اس سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے تو تعمیل ضروری نہیں۔ بلکہ بعض صورتوں میں جائز نہیں۔

سوم۔ اگر والدین کسی ایسی بات کا حکم کریں جو شرعاً ناجائز ہے اور جس سے خدا اور رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے، تب بھی ان کے حکم کی تعمیل جائز نہیں۔ ماں باپ تو حکم دے کر گناہ گار ہوں گے، اور اولاد ان کے ناجائز حکم کی تعمیل کر کے گناہ گار ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کا مشہور ارشاد گرامی ہے۔ ''لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق'' یعنی ''جس چیز میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی مخلوق کی فرمابرداری جائز نہیں'' مثلاً اگر والدین

کہیں کہ نماز مت پڑھو۔ یا دین کی باتیں مت سیکھو یا ڈاڑھی مت رکھو یا نیک لوگوں کے پاس مت بیٹھو وغیرہ وغیرہ تو ان کے ایسے احکام کی تعمیل جائز نہیں۔ ورنہ والدین بھی جہنم میں جائیں گے اور اولاد کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔

اگر والدین یہ کہیں کہ بیوی کو طلاق دیدو تو یہ دیکھنا چاہئے کہ بیوی قصوروار ہے یا نہیں۔ اگر بیوی بے قصور ہے تو محض والدین کے کہنے سے طلاق دینا جائز نہیں اگر والدین کہیں کہ بیوی کو تنہا مکان میں مت رکھو تو اس پر بھی انکی تعمیل روا نہیں۔ البتہ اگر بیوی اپنی خوشی سے والدین کے ساتھ رہنے پر راضی ہو تو دوسری بات ہے ورنہ اپنی حیثیت کے مطابق بیوی کو علیحدہ مکان دینا شریعت کا حکم ہے اور اس کے خلاف کسی کی بات ماننا جائز نہیں۔

چہارم...... والدین اگر ماریں، پیٹیں، گالی گلوچ کریں، برا بھلا کہیں یا طعن و تشنیع کرتے رہیں تو ان کی ایذاؤں کو برداشت کیا جائے اور ان کو پلٹ کر جواب نہ دیا جائے۔

پنجم...... آپ نے جو لکھا ہے کہ "اگر والدین کہیں کہ بیوی کو طلاق دیدو یا اپنی اولاد کو مار ڈالو تو بھی بغیر پس و پیش کے ایسا کرو" خدا جانے آپ نے یہ کہاں سے پڑھا ہے؟ اولاد کو مار ڈالنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور میں لکھ چکا ہوں کہ ناجائز کام میں والدین کی اطاعت جائز نہیں۔ اس لئے آپ نے جو مسئلہ لکھا قطعاً غلط ہے۔

ماں باپ کو راضی کرنے کے لئے اسلامی اقدار چھوڑنا جائز نہیں:

س: میں اب سے ایک سال پہلے بہت آزاد خیال لڑکی تھی، لیکن اب اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور میں نے اسلامی اقدار کو اپنا نصب العین بنا لیا، جو لوگ پہلے مجھے بہت پسند کرتے تھے، اب انہوں نے مجھ پر فقرے کسنے شروع کر دیئے ہیں، میں نے اس سال میٹرک کا امتحان دیا ہے اور میری عمر سولہ سال ہے، والدین بھی یہی کہتے ہیں کہ زیادہ دقیانوسی بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ریڈیو اور ٹی وی جیسی لغویات کو بالکل چھوڑ دیا اور پابندی سے پردہ کرنا شروع کیا، جبکہ میرے گھر میں پردہ بہت کم کیا جاتا ہے، گھر پر بھی میں نے چادر اوڑھنی شروع کی تو اس کا بھی گھر والوں نے مذاق اُڑایا، بہت سے لوگوں۔

تو مجھ سے دوستی بھی ختم کر دی ہے، لیکن میں نے کسی کی پروا نہیں کی۔ لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ حال ہی میں میری منگنی ہوگئی ہے، ان لوگوں کے ہاں بھی زیادہ پردہ نہیں ہے، اب میرے والدین اور بڑے کہتے ہیں کہ تم اپنی بھنویں بنوالو، چادر چھوڑ دو اور برقع بھی اُتار دو اور زمانے کے ساتھ چلو۔ لیکن میں یہ کسی طرح بھی نہیں کر سکتی، مجھے بہت مجبور کیا جا رہا ہے اور میں سخت پریشان ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ میرے برقع نے اور نماز نے مجھے متعدد بار بُرائیوں سے بچایا اور آج حالات اسی کے درپے ہوگئے ہیں۔ میں نے یہ سوچ کر اچھی باتیں اپنائی تھیں کہ لوگ مجھے اچھا کہیں گے، لیکن اب اندازہ ہوا کہ ہمارا معاشرہ اب اس قابل نہیں رہا کہ اس میں اعلیٰ اقدار کو اپنایا جائے، یہ بات قابلِ تعریف ہے کہ میری ایک دو سہیلیوں نے مجھے دیکھتے ہوئے یہ روش اختیار کر لی ہے، لیکن باقی لوگ مجھے ناپسند ہی کرتے ہیں۔ اب آپ بتائیے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا میں اپنے والدین اور بڑوں کی بات مان لوں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہی کچھ اختیار کر لوں یا ان کی بات سے انکار کر دوں؟ جبکہ انکار ماں باپ کی نافرمانی میں شامل ہوتا ہے۔ میں شادی سے بھی انکار نہیں کر سکتی اور اپنے ماں باپ اور بڑوں کو بھی ناراض نہیں کر سکتی۔ اب آپ میرے سوال کا جواب جلد عطا کر دیں تاکہ میں ذہنی خلجان سے بچ جاؤں اور مجھ جیسی لڑکیوں کا بھی بھلا ہو جو اس اُلجھن سے دوچار ہیں۔

ج: آپ کے خط میں چند باتیں قابلِ توجہ ہیں:

اوّل۔ اگر آپ نے اسلامی اقدار کو اس لئے اپنایا ہے کہ لوگ آپ کو اچھا کہیں تو آپ نے بہت بڑی غلطی کی ہے، اور اگر اس لئے اپنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو آپ کو مخلوق کی رضامندی و ناراضی اور خوشی یا ناخوشی پر نظر نہیں رکھنی چاہئے۔ آپ کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہونا چاہئے، خواہ مخلوق آپ کو کچھ ہی کہے۔

ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر لوگوں نے دیوانہ اور مجنون تک کہا، ہماری آپ کی عزت ان سے بڑھ کر نہیں۔

دوم۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ دین پر چلنا آگ کے انگاروں کو

مٹھی میں لینے سے زیادہ مشکل ہوگا۔ یہ وہی زمانہ ہے، جو شخص دوزخ کے انگاروں سے بچنا چاہتا ہو، اسے دُنیا کے ان انگاروں پر لوٹنا ہوگا، اور جو شخص دُنیا کے ان انگاروں سے گھبراتا ہے، اسے دوزخ کے انگاروں کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

سوم۔ والدین اور بڑوں کی فرمانبرداری ضروری ہے، مگر یہ اسی وقت تک جائز ہے جب تک خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کی نافرمانی نہ ہوتی ہو، ورنہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرکے کسی کی اطاعت کرنا جائز نہیں، نہ والدین کی، نہ شوہر، نہ کسی حاکم کی۔ اس لئے میں آپ کو اسلامی اقدار ترک کرنے کا مشورہ نہیں دُوں گا۔

باوجود صحت وہمت کے والد اور اللہ کے حقوق ادا نہ کرنا بدبختی کی علامت ہے

س: بے شک افضل وہ ہے جو عبادات باقاعدہ کرے اور نیک عمل کرے، لیکن ایک شخص بوجوہ بیماری خود عبادتوں سے معذور ہے، لیکن دُوسروں کو عبادات کی تلقین کرتا ہے، بلکہ پابند بناتا ہے اور حتی الوسع نیک اعمال کرتا ہے اور اپنے عملوں سے دُوسروں کے لئے اپنی ذات کو مثالی بنا کر پیش کرتا ہے جس سے متأثر ہوکر لوگوں نے دِینِ اسلام بھی قبول کیا اور نیک عملوں میں اس کی تقلید بھی کرتے ہیں۔ دُوسرا شخص وہ ہے جو عبادت تو کبھی کبھار کرلیتا ہے، کبھی نماز پڑھ لی، رمضان میں کچھ روزے رکھ لئے، قرآن پڑھ لیا (بغیر سمجھے)، لیکن نیک اعمال نہیں کرتا، دُوسروں کی کمائی سے خود اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتا ہے، یہاں تک کہ بہن کی شادی کے لئے پیسے بھی خود خرچ کرلئے اور واپس کرنے کی کوشش نہیں کرتا، اگر اس کو نیک اعمال کے لئے محنت سے اپنی روزی کمانے اور بیوی بچوں کو پالنے کے لئے پہلا شخص کہتا ہے تو وہ یہ کہہ کر انکار کردیتا ہے کہ آپ خود تو نماز روزہ نہیں کرتے، مجھے نیک عملوں کی نصیحت کرتے ہیں، میں کیوں کروں؟ دونوں اَشخاص میں باپ بیٹے کا رشتہ ہے، بچے نہیں کہ مار پیٹ کر سمجھایا جائے، دو بچوں کا باپ ہے بجائے باپ کو کما کر کھلانے

کے اُلٹا اپنا رہنا سہنا اور اخراجات اپنے اور اپنی بیوی بچوں کے باپ کی بڑھاپے کی جمع پونجی سے کرتا ہے، آپ کی نظر میں شریعت کیا کہتی ہے کہ کون صحیح ہے؟ باپ یا بیٹا؟

ج: بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے اگر ایک شخص زیادہ عبادت نہیں کرسکتا، لیکن فرض نماز ادا کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو حق حقوق رکھے ہیں، ان کو ادا کرتا ہو تو یہ شخص صحیح راستے پر ہے، مگر بڑھاپے اور معذوری کی وجہ سے فرائض کا ترک اس کے لئے بھی جائز نہیں، روزہ رکھنے کی اگر طاقت نہیں تو فدیہ ادا کردیا کرے، اور صاحبزادے کا باوجود صحت اور ہمت کے اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے حقوق ادا نہ کرنا اور باپ کی نصیحت پر عمل نہ کرنا اس کی سعادت مندی کی دلیل نہیں بلکہ اس کی بدبختی کی علامت ہے، اس کو چاہئے کہ نیکی اور بھلائی کا راستہ اپنائے، اپنے والد کی نصیحت پر کان دھرے اور بڑھاپے میں والدین کی خدمت کرکے جنت کمائے۔

والدین سے احسان وسلوک کس طرح کیا جائے:

س: آج کا جمعہ ایڈیشن پڑھا۔ اسلامی صفحہ پر جلال الدین احمد نوری صاحب نے قرآن اور حدیث کی روشنی میں والدین کے ساتھ احسان وسلوک کے بارے میں لکھا ہے اسی سلسلے میں، میں آپ سے کچھ معلومات کرنا چاہتا ہوں۔

میں مانتا ہوں کہ دنیا میں والدین یعنی ماں اور باپ سے زیادہ کوئی پیارا نہیں ہوتا وہ اولاد کو بڑی تکلیف سے پالتے ہیں اور اولاد کا فرض ہے کہ وہ ان کی عزت کرے، ماں باپ کو تنگ نہ کرے، انکا معاشرے میں نام خراب نہ کرے۔ بری عادتوں سے دور رہیں تاکہ والدین خوش ہوکر دعا دیں۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ سارے ماں باپ ایک جیسے نہیں ہوتے ہر انسان کی الگ الگ عادت ہوتی ہے کیا ایسے والد نہیں ہوتے ہیں جو اولاد جوان ہو جائے تو بھی عیاشی کرتے ہیں، شراب پیتے ہیں، جوا کھیلتے ہیں، ہر طرح کا عیش کرتے ہیں، ان کی اولاد نیک ہوتی ہے شریف ہوتی ہے تو کیا ایسے والد کی بات ماننا ضروری ہے؟ خود عیاش ہو اگر بیٹے اور بیٹی کو کہے کہ تم شادی وہیں کرو جہاں میں چاہتا ہوں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ میرا ایک دوست ہے اس کی ماں اس کی شادی کرانا چاہتی ہے،

درست ہے کہ ماں باپ ہی اولاد کی شادی کرواتے ہیں، مگر میرے دوست کی ماں جب کوئی رشتہ دیکھنے جاتی ہیں تو بیٹے سے کوئی مشورہ نہیں کرتی، نہ ہی ضروری سمجھتی ہیں وغیرہ۔ مگر اس ماں کا کہنا یہ ہے کہ بس لڑکی صرف پسند آجائے۔ جب لڑکے کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کی ماں فلاں جگہ رشتہ طے کر رہی ہے۔ تو بیٹا کہتا ہے کہ ماں یہ لوگ بہت برے آدمی ہیں اور اچھے اور شریف نہیں ہیں تو ماں کہتی ہے کہ چل چل تجھے کیا پتہ۔ اس سے اچھا رشتہ اور کہاں ملے گا۔ یہ پوری کہانی میں نے آپ کو اسلئے سنائی ہے کہ آپ کو تفصیل سے معلوم ہوجائے۔ اب لڑکا جو میرا دوست ہے ماں سے انکار کرتا ہے کہ ماں میں اس جگہ شادی نہیں کرسکتا کیونکہ یہ لوگ اچھے نہیں ہیں تو اس کی ماں ناراض ہوجاتی ہے اور اسی بنا پر اب لڑکا بالکل ہی بے بس ہے۔ شادی اس کی ہو رہی ہے مگر اس کی کوئی رائے نہیں، نہ کوئی اہمیت ہے آج جب سے اس نے یہ مضمون اخبار میں پڑھا ہے تو زیادہ پریشان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سارے حق ماں باپ کو دے دیئے ہیں۔ اگر انکار کرتا ہوں تو اس دنیا میں اور قیامت کے دن ماں کی ناراضگی کی وجہ سے ذلیل ہونگا۔ اس لئے یہاں تو جی حضوری ہے پھر چاہے پسند ہو نہ ہو۔ اب آپ مجھے اسلام کی رو سے جواب دیں کہ، کیا اسلام نے اولاد کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ کچھ کہہ سکیں؟ مگر آج کے مضمون میں جو بالکل قرآن پاک اور حدیث سے لیا گیا ہے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مضمون پڑھ کر تو میرا دوست بالکل خاموش ہوگیا کہ بھلے جہاں چاہیں شادی کر دیں، میں ایک لفظ نہیں کہوں گا پھر چاہے شادی کامیاب ہو یا ناکام۔ برائے مہربانی اسلام کی رو سے جواب سے نوازیں۔

ج: دراصل کوتاہی دونوں طرف سے ہے، والدین کو چاہئے کہ اولاد جب جوان ہوجائے تو ان کو مشوروں میں شریک کریں، خصوصاً انکی شادی بیاہ کے معاملے میں ان سے مشورہ لینا تو بہت ضروری ہے۔ اور اولاد کو چاہئے کہ والدین کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دیں اور اگر ان کی رائے بالکل ہی نادرست ہو تب بھی ان سے گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئیں۔ البتہ تہذیب و متانت سے کہہ دیں کہ یہ بات مناسب نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو کام شریعت کے لحاظ سے یا دنیوی لحاظ سے غلط ہو اس میں والدین کی فرمابرداری جائز نہیں۔

مگر ان کی گستاخی و بے ادبی نہ کی جائے۔

(بحوالہ جستہ جستہ آپ کے مسائل اور ان کا حل از حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ)

﴿کچھ سبق آموز واقعات﴾

باپ کو ستانے پر دنیا میں ہی عذاب:

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ماں باپ کو ستانے کے علاوہ تمام گناہ ایسے ہیں کہ جن سے خداوند قدوس جس کو چاہتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں اور ماں باپ کو ستانے کا گناہ ایسا ہے کہ اس گناہ کے کرنے والے کو اللہ تعالیٰ موت سے پہلے دنیا والی زندگی ہی میں سزا دے دیتے ہیں۔ (بحوالہ مشکوۃ)

معلوم ہوا کہ والدین کی نافرمانی کے جرم کا مرتکب موت سے پہلے ہی دوران زندگی میں جلد از جلد کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ عقل مند ہے وہ انسان جو زندگی کے کسی بھی موڑ پر ماں باپ کی دل آزاری سے بچا رہے۔ اور کتنا نادان ہے وہ انسان جو اپنی عیش وعشرت کی خاطر اور بیوی کی چاہت پوری کرنے کی خاطر ماں باپ کو یکسر بھلا دیتا ہے اور ماں باپ کو ستانے سے بھی نہیں چوکتا خدارا ہوش کے ناخن لیں۔

ماں کی ممتا کا عجیب قصہ:

کسی بستی میں ایک عورت بڑی صالح اور پاکباز عبادت گزار، ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہتی تھی۔ اللہ پاک نے دنیا کی نعمتوں کے ساتھ دین کی دولت سے بھی خوب نوازا تھا۔ اللہ کی قدرت کہ اس کا نیک خداترس شوہر وفات پا گیا۔ اس کا ایک ہی لڑکا تھا۔ اس نیک دل عورت نے اس لڑکے کی بڑی اچھی طرح پرورش کی، نازنعمتوں سے پالا، تعلیم بھی اچھی دلائی، لڑکے نے جب دنیا کے میدان میں قدم رکھا تو ہر طرف اس کے حسن سلوک کے چرچے ہونے لگے، شریف لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے، بیوہ عورتیں اس کو دعائیں دیتیں، یتیم بچے اس کے قدموں میں آنکھیں بچھاتے، یہ سب اس وجہ سے کہ وہ

ہر ایک سے حسب مراتب پیش آتا۔ وہ غریبوں سے ہمدردی کرتا، خیرات، صدقات دیتا، غرض اس کی بستی میں کوئی ایسا فرد نہ تھا جو اس سے خوش نہ تھا۔ اس کی بستی والے ایسے نیک لوگ تھے کہ ہر گھر سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز آتی تھی۔ مساجد میں درس قرآن اور اللہ کے ذکر کی مجلس ہوتی تھیں، غرض اس بستی کا ہر گھر جنت کا نمونہ تھا۔ ہر فرد دوسرے کا غمخوار، ایثار اور شرافت کا پتلا تھا، یہ لڑکا دیہات سے باہر شہر میں آنے جانے لگا، کچھ عریانی اور بے حیائی کا مظاہرہ کرنے والی عورتوں پر اس کی نظر پڑنے لگیں۔ آہستہ آہستہ اس کی دوستی نیکوں سے ہٹ کر بروں سے بڑھنے لگی۔ پھر وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا، بدکردار دوستوں کے مشورے سے اس نے والدہ کے کھیت، دیہات کی پرسکون زندگی کو خیر باد کہہ کر شہر کی فضا میں اپنا ڈیرہ ڈال لیا۔ اس کے ڈیرے میں اب ہر قسم کے اوباش دوست اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ ان بدکردار دوستوں نے اسے راہ حق سے ہٹا دیا۔ ماں مصلے پر بیٹھی ہر وقت اس کیلئے دعائیں کرتی۔ کبھی کبھی ماں سے ملنے شہر سے گاؤں چلا جاتا۔ آہستہ آہستہ وہ وقت آیا کہ مہینوں میں ایک چکر لگاتا۔ اسی اثنا میں اس کے بدکردار دوستوں کے ذریعے اس کی شناسائی ایک بدکار عورت سے ہوگئی۔ وہ اس کا اس قدر اسیر و فریفتہ ہوا کہ اپنے باپ کی جائیداد فروخت کر کے اس پر لٹاتا رہا۔ آخر وہ وقت آیا کہ وہ عورت جس نے اپنے نیک دل شوہر کی زندگی میں کبھی کوئی دکھ نہیں دیکھا تھا۔ اب دوسروں کے گھر مزدوری کرنے لگی۔ بیٹا جب کبھی گاؤں آتا تو ماں مزدوری کے پیسوں سے بیٹے کو گھی لے کر دیتی، کوئی چیز بنا دیتی اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتی، کافی عرصہ گزر گیا، لڑکا ماں کو ملنے نہ آیا ماں بیٹے کی جدائی میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی۔ جب بھی کوئی غیر اس کے دروازے کو کھٹکھٹاتا وہ دوڑ کر دروازہ پر جاتی، بے ساختہ کہتی میرے بیٹے تم آگئے۔ بیٹے تم نے اتنی دیر کیوں لگائی۔ جب معلوم ہوتا کہ گلی کے کسی بچے نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے تھا تو دل پر ہاتھ رکھ کر پھر مصلے پر آبیٹھتی اور رونا شروع کر دیتی۔ روتے روتے اس نیک دل کی بینائی بھی جواب دے گئی۔ اور پھر جب اس لڑکے کے پاس کچھ نہ رہا تو اس عورت نے اپنے یاروں سے مشورہ کیا کہ اب اس سے جان چھڑائی جائے۔ مشورہ یہ طے ہوا کہ اس سے یہ فرمائش کی جائے کہ میری

محبت جب ہی آپ سے رہے گی کہ اپنی ماں کا دل نکال کر لاؤ۔ اس طرح وہ فرمائش پوری نہیں کرے گا تو خود ہی جان چھوٹ جائے گی۔ اس بدکار عورت نے یہی فرمائش کی۔ وہ انسان جو ایک وقت میں فرشتہ تھا، آج خواہش نفس کی خاطر شیطان سے بھی بدتر ہوگیا۔ اور اس فرمائش کو بھی پورا کرنے پر تیار ہوگیا۔ خنجر لیا گاؤں کی طرف چل دیا، عرصہ دراز کے بعد جب یہ بدنصیب دروازے پر پہنچا، آواز دی، ماں فرحت و خوشی سے دروازے کی طرف بڑھی، منہ سر چوما اور سینہ سے لگایا، اس بدبخت نے خنجر نکالا ماں کے سینے پر مارا، ماں کا دل نکال کر چل دیا، آسمان پر اندھیرا چھا گیا، اللہ کا عرش ہل گیا فرشتوں نے دہائی دی، ظلم کی انتہاء ہوگئی۔ بدکاروں کا یار بدکردار جب فاحشہ عورت کے مکان پر پہنچا، ماں کا دل اسکے سامنے کیا، اس عورت نے کہا تو اپنی ماں پر ایسا ظلم کر سکتا ہے تو معلوم نہیں میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اس لئے یہاں سے نکل جا۔ آنکھوں پر اندھیرا چھا گیا، گرا اور مر گیا، ماں کا دل ہاتھ سے چھوٹا، دل اس فاحشہ عورت کے کمرے میں پڑی ہوئی چھری پر پڑا، ماں کا دل پھٹا، درد دل سے نکلی یہ صدا بیٹا کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔ ماں کی عظمت، ماں کی شفقت، ماں کی محبت، ماں کے احسانات کو نظر انداز کر کے عورتوں کے آگے جھکنے والو! اور ماں کو حقارت کی نظروں سے دیکھنے والو! تم پر اللہ کی لعنت، تم پر فرشتوں کی لعنت، تم پر پیغمبروں کی لعنت، تم پر تمام نیک انسانوں کی لعنت، توبہ کر لو، نیکی کی راہ اختیار کر لو، ماں کے قدموں پر سر رکھ لو۔ اس وقت تک سر نہ اٹھاؤ جب تک وہ راضی نہ ہو جائے، چاہے تم کو موت تک سر رکھنا پڑے، رکھے رہو، نجات اسی میں ہے۔

یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ ماں باپ کے نافرمان اور بے ادب کی کسی بھی نیکی وانصاف کو قبول نہ فرمائے گا، لیکن اگر وہ توبہ کرے اللہ سے اور اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرے ہر وقت اس کو راضی اور خوش رکھنے کی جستجو میں رہے تو پھر اللہ پاک معاف فرما دے گا کیونکہ اللہ پاک کی رضا ماں کی رضا میں ہے، اور اللہ پاک کی ناراضگی ماں کی ناراضگی میں ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی ناراضگی سے بچائے آمین۔

(بحوالہ محسنہ کائنات ماں ہے)

والدین کی اطاعت کا پھل:

حضرت سلیمان علیہ السلام آسمان وزمین کے درمیان ہوا میں تخت پر اڑا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن جب کسی گہرے سمندر پر سے انکا گزر ہوا تو سمندر میں ہولناک موجیں اٹھتے دیکھ کر ہوا کو پھیل جانے کا حکم دیا اور جنوں کو سمندر میں غوطہ لگا کر نیچے کا حال معلوم کرنے کو کہا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنوں نے سمندر میں غوطہ لگایا تو اس میں موتی کا ایک چمک دار قبہ دیکھا جس میں کوئی دروازہ نہ تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی خبر دی گئی تو انہوں نے اس قبہ کو سمندر میں سے باہر لانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ جنات نے اسے سمندر سے نکال کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش کیا جس کو دیکھ کر انہیں تعجب ہوا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی، جس سے قبہ شق ہوا اور اس کا دروازہ کھل گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ اس میں ایک نوجوان اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں مشغول ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا کہ تم فرشتے ہو یا جن؟ تو اس نوجوان نے جواب دیا، میں تو انسان کی جنس سے ہوں۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کیا کہ آخر یہ بزرگی اور فضلیت تجھے کیونکر حاصل ہوئی؟ اس نوجوان نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے یہ فضیلت اطاعت والدین اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے سبب حاصل ہوئی ہے۔ میں اپنی بوڑھی ماں کو اپنی پشت پر لادے رہتا تھا اور ان کی دعا تھی کہ اے میرے معبود! تو اس کو سعادت عطا فرما کہ میرے مرنے کے بعد اس کا مقام ایسی جگہ میں متعین فرما جو نہ آسمان میں ہو اور نہ زمین میں۔ چنانچہ والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد جب میں ایک دن سمندر کے کنارے گھوم رہا تھا تو میں نے سفید موتی کا ایک قبہ دیکھا جب میں اسکے پاس پہنچا تو اس کا دروازہ کھل گیا اور میرے اندر داخل ہونے کے بعد قدرت الٰہی سے خود ہی بند ہو گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اب میں زمین میں ہوں یا آسمان میں یا ہوا میں اللہ تعالیٰ اسی میں مجھے رزق عطا فرمادیتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کیا، تجھے روزی کس طرح ملتی ہے؟ نوجوان نے کہا، جب میں بھوکا ہوتا ہوں تو پتھر سے ایک درخت پیدا ہوتا ہے اور اس درخت سے پھل، جس میں دودھ سے زیادہ، شہد سے زیادہ میٹھا

اور برف سے زیادہ ٹھنڈا پانی نکلتا ہے۔ جس کو میں کھا پی لیتا ہوں اور میرے سیر ہو جانے پر پھر خود ہی وہ درخت غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت فرمایا: آخر تم اس قبہ میں دن اور رات میں کیونکر امتیاز کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا، جناب! جب صبح ہوتی ہے تو یہ قبہ سفید ہو جاتا ہے اور غروب آفتاب کے بعد سیاہ۔ پس اس ذریعے سے دن اور رات کو پہچان لیتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ اسلام کی دعا سے وہ قبہ سمندر کی گہرائی میں اپنے مقام کی طرف لوٹ گیا۔

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت کی کس قدر عظمت ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے والدین کی اطاعت کریں اور ان سے نیک سلوک روا رکھیں تاکہ ہم دنیا اور آخرت دونوں جگہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرسکیں۔

(بحوالہ نزہتہ البساتین)

والدین کی اطاعت میں برکت:

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔ اس کے پاس ایک گائے کی بچھڑی تھی اس کا ایک بچہ بھی تھا اس نے بچھڑی کو جنگل میں چھوڑ دیا اور دعا کی کہ اے اللہ یہ بچھڑی تیرے سپرد کرتا ہوں، جوان ہونے پر میرے بیٹے کو دے دینا۔ عابد مر گیا، بیٹا جوان ہو گیا لیکن ماں کا فرمابردار اطاعت گزار نیک اور خدا ترس تھا۔ جنگل میں لکڑیاں کاٹ کر بیچتا اور آمدنی کے تین حصے کرتا۔ ایک حصہ ماں پر خرچ کرتا دوسرا خود کھاتا اور تیسرا حصہ اللہ کی راہ میں خیرات کر دیتا۔ ایک دن ماں نے کہا بیٹا! جنگل میں جانا اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا، اے ابراہیم، اسماعیل اور یعقوب واسحٰق کے خدا میری امانت بچھڑی مجھے عنایت فرما، بچھڑی کو آواز دینا مگر اسے صرف گردن سے پکڑ کر لانا۔ فرمابردار بیٹے نے ایسا ہی کیا، گردن سے بچھڑی کو پکڑ کر لانے لگا تو بچھڑی نے کہا تھک جاؤ گے مجھ پر سوار ہو جاؤ۔ لڑکے نے انکار کر دیا۔ بچھڑی نے کہا اگر تو مجھ پر سوار ہو جاتا تو میں تیرے ہاتھ ایسے ہی نہ آتی جیسے آج تک کسی کے ہاتھ میں نہ آئی۔ ماں نے کہا بیٹا اسے فروخت کر آؤ، تین دینار میں، لیکن سودا کرتے وقت مجھ سے اجازت لے لینا۔ فرشتہ خدا انسانی شکل میں خریدار بنا اور کہا تین دینار ہی لے لو لیکن اپنی

والدہ سے اجازت نہ لینے جاؤ۔لڑکے نے کہا اگر تو چھ دینار بھی دے تو بھی اجازت کے بغیر نہ بیچوں گا۔والدہ سے اجازت لینے گیا۔والدہ نے چھ دینار میں فروخت کرنے میں اجازت دے دی لیکن دوبارہ اجازت لینے کو بھی کہا۔جب فرشتہ چھ دینار دینے لگا اور اجازت نہ لینے کی شرط لگائی تو لڑکا نہ مانا۔اجازت لینے کے لئے والدہ کے پاس آیا۔والدہ نے کہا بیٹا وہ گاہک اللہ کا فرشتہ ہے اس سے پوچھنا اس کو کب فروخت کریں۔فرشتے نے کہا ابھی نہ بیچنا ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مقتول کے لئے خریدیں گے اور اس کی کھال دیناروں سے بھر کر قیمت میں لینا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔قرآن پاک میں جس گائے کا ذکر ہے وہی بچھڑی تھی۔ (بحوالہ محسنہ کائنات ماں ہے)

باپ کی خدمت کا صلہ:

حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص کے چار بیٹے تھے۔وہ بیمار ہوا۔بیٹوں میں سے ایک نے اپنے تین بھائیوں سے کہا کہ اگر تم باپ کی تیمارداری اس شرط پر کرو کہ تم کو باپ کی میراث میں سے کچھ نہیں ملے گا تو تم کرو،ورنہ میں اس شرط پر تیمارداری کرتا ہوں کہ میراث میں سے کچھ نہ لوں گا۔وہ اس پر راضی ہوگئے کہ تو ہی اس شرط پر تیمارداری کر ہم نہیں کرتے۔اس نے خوب خدمت کی لیکن باپ کا انتقال ہی ہوگیا اور شرط کے موافق اس نے کچھ نہ لیا۔رات کو خواب میں دیکھا،کوئی شخص کہتا ہے،فلاں جگہ سو (۱۰۰) دینار (اشرفیاں) گڑی ہوئی ہیں،وہ تو لے لے۔اس نے خواب میں ہی دریافت کیا کہ ان میں برکت بھی ہوگی۔اس نے کہا کہ برکت ان میں نہیں ہے۔صبح کو بیوی سے خواب کا ذکر کیا۔ اس نے انکے نکالنے پر اصرار کیا،اس نے نہ مانا۔دوسرے دن پھر خواب دیکھا جس میں کسی دوسری جگہ دس دینار بتائے۔اس نے پھر وہی برکت کا سوال کیا۔اس نے کہا کہ برکت ان میں نہیں ہے۔اس نے صبح بیوی سے اس کا بھی ذکر کیا۔اس نے پھر اصرار کیا،مگر اس نے نہ مانا،تیسرے دن اس نے پھر خواب دیکھا۔کوئی شخص کہتا ہے،فلاں جگہ جا،وہاں تجھے ایک دینار (اشرفی) ملے گا،وہ لے لے۔اس نے پھر وہی برکت کا سوال کیا۔اس شخص نے کہا،ہاں اس میں برکت ہے۔یہ جا کر وہ دینار لے آیا اور بازار جا کر اس سے دو مچھلیاں خریدیں

جن میں سے ہر ایک کے اندر سے ایک موتی نکلا جس قسم کا موتی کبھی عمر بھی کسی نے نہیں دیکھا تھا۔بادشاہ وقت نے ان دونوں کو بہت اصرار سے نوے (۹۰) خچروں کے بوجھ کے بقدر سونے سے خریدا۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

ایک مولوی صاحب کی درد بھری داستان:

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم حج کرنے گئے تھے۔وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بیت اللہ میں ایک مولوی صاحب روزانہ قرآن پاک کی ان آیات کی تشریح کیا کرتے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ:ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بوڑھے ہوکر رہیں،تو انہیں کسی موقعہ پر بھی اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان کے ساتھ احترام اور ادب کے ساتھ بات کرو۔نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھکے رہو اور دعا کیا کرو کہ:اے پروردگار!ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ بچپن میں مجھے پالا تھا۔" (سورۃ بنی اسرائیل،پارہ نمبر ۱۵)

اور بعض وقت بیان کرتے کرتے ان کی آواز لرزنے،کانپنے لگتی اور الفاظ رک رک کر زبان سے نکلتے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگتیں۔میں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا تو وہ بھی میری طرح سب حیرت زدہ ہیں کہ آخر ان آیات قرآنی کی تشریح میں مولوی صاحب پر اس قدر گریہ وزاری کیوں طاری ہو جاتی؟اس کی ان سے ضروری وجہ دریافت کرنی چاہئے تاکہ ہمیں بھی کچھ نصیحت حاصل ہو۔لہٰذا جب وعظ ختم ہو چکا تو ہم نے اس کو چائے پینے کے لئے کہا۔ہمارے زیادہ اصرار کرنے سے مولوی صاحب مان گئے۔ ہم حرم شریف سے باہر نکل کر ایک ہوٹل میں چائے پینے بیٹھ گئے۔حج کے دنوں میں حرم شریف کے آس پاس جتنے ہوٹل ہوتے ہیں،وہ اکثر دن رات ہی کھلے رہتے ہیں۔غرض ہم بھی ایک ہوٹل میں جا کر چائے پینے لگے اور باتیں کرنے لگے۔باتوں باتوں میں ہم نے مولوی صاحب سے پوچھا مولانا صاحب کیا آپ ہمیں اتنا فرمائیں گے اور اس پر وضاحت سے ساتھ روشنی ڈالیں گے کہ ان آیات الٰہی کی تشریح میں جناب اتنے غمگین اور افسردہ کیوں ہوتے ہیں؟

مولانا صاحب نے اس طرح سے اپنا واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ میں کلکتہ کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ میرے والدین شہر میں رہتے تھے اور میرے والد ایک پرائیوٹ کارخانے میں ملازم تھے۔ پڑھے لکھے تو معمولی سے تھے لیکن نہایت نیک اور خدا ترس آدمی تھے۔ میری عمر ابھی چار سال ہی کی تھی کہ مجھے ایک اسلامی اسکول میں داخل کرادیا گیا۔ میرے والدین مجھے دینی علوم کی تعلیم دلانا چاہتے تھے اس لئے میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں عربی زبان سیکھ لی۔ میں دینی تعلیم کے دوران انگریزی بھی پڑھتا تھا اور والد صاحب کے ایک دوست کے مدرسے سے میں نے میٹرک یعنی دسویں جماعت کا امتحان پاس کرلیا۔ میری خواہش افسر بننے کی تھی۔ میں نے اپنے والد سے اس کا ذکر کیا۔ والد صاحب کو اس زمانے میں نوکری کے ۲۰۰ روپے ملتے تھے، جن سے پورے گھر کا خرچ چلانا پڑتا تھا اور آئندہ کے لئے فکر کرنی تھی۔

میرے والد صاحب کا یہ خیال تھا کہ میں اب کوئی ملازمت کرلوں تا کہ گھر کا انتظام سنبھالنے میں آسانی ہو۔ لیکن میرا پکا ارادہ کالج میں داخل ہونے کا ہو چکا تھا۔ میں نے والد صاحب کی بے حد خوشامد کی اور ان کو منایا۔ آخر کار والد صاحب راضی ہوگئے۔ میں نے ایک کالج میں داخلہ لے لیا۔ میری والدہ بڑی کفایت شعار اور عقلمند تھیں۔ اپنے خالی وقت میں وہ موم بتیاں بنا کر اچھے خاصے پیسے حاصل کرلیتیں۔ اس طرح ان کو محنت تو بہت کرنی پڑتی لیکن وہ میری سب ضروریات پوری کرتیں۔ فیس تو والد صاحب دے دیتے تھے اور دوسری ضروریات کے لئے میری والدہ مجھے چپکے سے روپے بھیج دیتیں۔ مجھے معلوم تھا کہ والد صاحب بھی میرے اخراجات اور دوسرے بھائیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ڈیوٹی سے زیادہ وقت (اوورٹائم) کام کرتے تھے۔ اس طرح ان کو زیادہ پیسے حاصل ہوجاتے اور ہمارا خرچ چلتا رہا اور میں نے چھ سال میں ڈگری حاصل کرلی۔

میں نے ڈگری تو بے شک حاصل کرلی، مگر اس کالج کی تعلیم کے دوران اور زمانے میں کالج کے ماحول کے رہن سہن نے میرے اسلامی شعار اور طریقے کو بالکل ہی بدل دیا اور میں اسلامیات کو بالکل ہی بھول چکا تھا۔ اس لئے یہ ماحول ہی نیا اور ایسا تھا کہ

میں وہاں کا رنگ لئے بغیر نہ رہ سکا۔ میرا ذہن، میرے خیالات، جدید تعلیم وتربیت سے بے حد متاثر ہو چکے تھے۔ اب کیسا دین اور کیسے دین کی باتوں پر چلنا اور کیسا نماز، روزہ کرنا۔ میرے حالات اور خیالات سب ہی بدل چکے تھے۔ میں نے چھٹے سال پورے کالج میں اول نمبر کی کامیابی حاصل کی۔ اس لئے درخواست دینے پر مجھے اسی کالج میں ملازمت مل گئی۔ اور میں ساڑھے تین سو ماہوار تنخواہ پانے لگا۔ چند سالوں میں میری تنخواہ پانچ سو روپیہ ماہوار ہوگئی۔

اب والدین نے میری شادی کی فکر کی۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی نیک اور دیندار لڑکی سے میری شادی ہو۔ جو گھر میں ایک اچھی بہو کی طرح رہے۔ لیکن میری خواہش یہ تھی کہ وہ آج کی نئی تہذیب اور نئی تعلیم سے واقف ہوتا کہ موجودہ دور اور اعلیٰ سوسائٹی میں کھپ سکے۔ ہر ایک کے ساتھ کھلے عام باتیں کرسکے، ننگے ڈانس دیکھ سکے، اور ننگے ڈانس کرسکے، سینہ تان کر بازاروں میں چل سکے اور ہر بے حیائی کے کام میں ترقی کرکے آگے بڑھ سکے۔ لہٰذا میں نے اپنی پسند کا ذکر اپنی ماں کے ذریعے سے اپنے والد صاحب سے کردیا۔ لیکن انہوں نے پسند نہ کیا اور برا مانا۔ لیکن مجھے نئی روشنی کے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔ ایسا بھوت سر پر سوار تھا کہ کہاں کا خدا کا خوف اور کہاں کا دین کا شوق، نہ قرآن مجید سے محبت اور نہ نبی کریم ﷺ سے الفت۔ ہر طرف سے نفس اور شیطان نے پوری طرح سے رنگ چڑھا دیا اور میں اپنی ضد پر قائم رہا۔ ماں باپ کی بات کسی طرح بھی میری عقل میں نہ آتی تھی اور نہ ہی میں ماننے کے لئے تیار تھا۔

بہرحال میں نے اپنے والدین کو بار بار اصرار کرکے راضی کرلیا۔ وہ میرے اصرار سے راضی ہوگئے۔ شاید اس وجہ سے کہ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر وہ انکار کردیں گے تو شاید میں اپنی من مانی کروں گا، اس خوف سے انہوں نے ہاں کردی۔ لہٰذا ایک فیشن ایبل، جاہل دین سے بے بہرہ لڑکی سے میری شادی ہوگئی۔ شادی کو ابھی دو چار مہینے ہوئے تھے کہ والد صاحب کے کارخانے میں ایک گیس کی ٹنکی پھٹ جانے سے ان کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں۔ اس لئے اب وہ کارخانے جانے سے معذور اور بے کار ہوگئے اور کام کے قابل

نہ رہے۔ اور اب وہ گھر میں ہی رہنے لگے اور انکو کارخانے کی طرف سے ایک معمولی رقم معذوری الاؤنس کے طور پر ملنے لگا۔

میری بیوی کو اسلامی تعلیم و تہذیب سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ وہ تو صرف آزاد خیال اور تیز مزاج عورت تھی، جسے نہ خوف خدا اور نہ عشق مصطفیٰ۔ وہ کیا جانے کہ اسلام کیا ہے؟ وہ تو پہلے ہی دن سے جاہل مطلق تھی۔ کچھ اس کی سہیلیوں نے اس کے کان بھر دیئے کہ اری دیکھو، ساس سسر کی خدمت کرنا تمہارا فرض نہیں، بلکہ ساس سسر تو تمہاری خدمت کے لئے ہیں، تم ان سے جو چاہے خدمت لینا۔ جولڑکیاں جاہل گنوار اور بے عقل ہوتی ہیں، وہ اپنے ساس سسر کی خدمت کیا کرتی ہیں۔ تمہارا کوئی حق وق نہیں ان کی خدمت کرنے کا۔ تم اپنے شوہر کی ہوکر رہنا بس۔ اس وقت میں کسی انگریز سے کم نہ تھا۔ میرے دن رات، صبح شام عیش و مزے میں گزرتے تھے۔ اب سوائے خواہشات نفسانی کے نشہ کے کچھ یاد ہی نہیں تھا۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ میری محبوبہ بیوی میرے بوڑھے ماں باپ کی خدمت سے نفرت اور پرہیز کرتی ہے، تو میں اس پر ناراض ہوا۔ لیکن آہستہ آہستہ اس نے مجھ پر جادو کردیا، کہ اس کے بعد میں اس کی ہر حرکت پر اظہار پسندیدگی کرتا تھا۔ میں اس کی تلخ مزاجی اور ڈانٹ ڈپٹ کو برا نہیں جانتا تھا۔ خواہ وہ میرے سامنے میرے والدین کو کچھ بھی برا بھلا کہتی رہتی، لیکن میرے کان پر جوں نہ رینگتی اور مجھے ذرہ بھر بھی احساس اور برا معلوم نہ ہوتا تھا۔ اب وہ میرے والدین پر ہر آئے دن طرح طرح کے الزامات لگانے لگی۔ لیکن کیا کرتا میں اب صرف نفس کا بندہ بن رہ گیا تھا اور روحانی موت مر چکا تھا۔ مجھے اس سے اتنی محبت ہوگئی تھی کہ میں اسے کچھ بھی نہ کہتا تھا۔ حتی کہ زبان تک نہ اس کے سامنے ہلاتا۔ بس ہر وقت اسی کا کلمہ پڑھتا اور اسی کے محبت کے گن گاتا، جو کچھ ہوتا پڑا دیکھتا رہتا۔ پیارے والدین نے بے بس اور مجبور ولاچار اور نہایت تنگ آکر مجھ سے فریاد اور شکایت کی۔ آہ میری بدبختی، تو میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ آپ کو غلط فہمی ہے۔ میری بیوی ایسی نہیں ہے۔ وہ بڑی عقلمند اور صاحب سلیقہ ہے۔ آپ کی عقل ٹھیک نہیں ہے۔

ایک روز کی بات ہے والد صاحب رات کو کسی ضرورت سے پانی لینے کے لئے اٹھے،

تو نابینا تو تھے ہی، ایک اسٹول سے ٹکرا گئے اور اسی اسٹول پر دودھ کا برتن رکھا تھا۔ وہ زمین پر گر گیا اور سارا دودھ زمین پر الٹ گیا۔ بس پھر کیا تھا، بیگم صاحبہ اٹھیں اور ان کو بہت بری طرح للکارا۔ تمہیں شرم نہیں آتی چوری کرتے ہوئے، چھوٹے منے کا دودھ رکھا ہوا ہے اور چاہتے ہو چپکے سے خود پی لوں۔ خبردار آئندہ ایسی حرکت کی، اچھی طرح دودھ پینے کا مزا چکھادوں گی۔

میری دکھی والدہ بھی جاگ رہی تھی، انہوں نے بڑی نرم آواز سے کہا، نہیں بیٹی ایسا نہ کہو، یہ تو پانی پینے اٹھے تھے۔ سامنے اسٹول تھا، دودھ کا برتن گر گیا۔

چپ رہ بڑھیا، لگی باتیں بنانے اور تاویلیں کرنے۔ مجھے پڑھاتی ہے، تجھے کچھ تمیز بھی ہے بات کرنے کی۔ بڈھی تجھ سے نمٹوں گی۔ دیکھنا تو سہی جب تیری بھی خبر لوں گی، دور رہو، میرے سے، خبردار! آئندہ جو میرے سامنے بڑبڑائی۔ تیری عقل گھسیا گئی ہے، کہتی ہے ایسا نہ کہو، اسٹول سے ٹکرا گئے۔ میں جانتی ہوں انہیں چوری سے کھانے پینے کی عادت ہے۔ غرض میری بیوی نے انہیں بہت ہی بری طرح سے جھڑکا اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور میں پڑا پڑا یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ لیکن میں نے بیوی کو نہ روکا بلکہ اسے ایک لفظ بھی نہیں کہا کہ یہ تو ان سے کیا کہتی اور کیوں کہتی ہے۔ اسے ٹوکا تک نہیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد ایک دن میرے ماموں آئے اور میرے والد اور والدہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ بیوی کہیں باہر گئی ہوئی تھی۔ جب اسے آنے پر پتہ لگا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا شکر ہے کہ سر سے بوجھ اترا اور کہا کہ اچھا ہوا کہ روز روز کی کل کل سے نجات ملی۔ اس واقعہ کو تین سال گزر گئے۔ اور ایک بچہ کی پیدائش کے بعد میری بیوی کا انتقال ہوگیا۔ بس میرے لئے بہت ہی مصیبت کا سامنا تھا۔ بیوی کا مرنا کیا تھا، میری زندگی سنسان ہوگئی اور اکثر میں کھویا کھویا سا رہنے لگا۔

میرے ایک بہت ہی مخلص دوست تھے، انہوں نے جلد ہی ایک غریب گھرانے میں میری شادی کرادی۔ اور یہ میری بیوی حافظ قرآن نہایت ہی نماز، روزہ اور قرآن مجید کی تلاوت کی پابند، بڑی ہی دیندار اور میری ہر طرح سے فرمابردار تھی۔ وہ اب بھی زندہ اور میرے گھر آباد ہے۔ جب میں فکر آخرت سے بے فکر ہوکر بستر پر پڑا کھیلوں کے میچ دیکھ

کر زندگی کے بہترین وقت ضائع کر رہا ہوتا ہوں جس کی مجھ سے باز پرس قیامت کے دن کی جائے گی۔ تو وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہوتی ہے۔ ایک دن کی بات ہے کہ میں چارپائی پر بیٹھا تھا اور بیوی قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی کہ اچانک وہ اس آیت پر پہنچی کہ جس کی تلاوت وتشریح روزانہ آپ مجھ سے سن رہے ہیں تو میری آنکھوں کے سامنے وہ تمام واقعات آ گئے جو پیچھے گزر چکے تھے اور میرے ساتھ میرے ماں باپ نے جو سلوک کیا تھا اور انہوں نے جو زحمت وتکلیف میرے لئے گوارا کی تھی، تو میری زبان سے یہ بے ساختہ نکل گیا کہ ہائے میرے ماں باپ! اور میں ہوش میں نہ رہا۔

غرض اب اتنے عرصے کے بعد مجھے اپنے ماں باپ کی یاد آئی کہ زمانہ دراز گزر گیا۔ ہائے افسوس! میری آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ میری بیوی دوڑی ہوئی آئی اور سمجھی کہ شاید مجھے کوئی تکلیف ہوگئی ہے۔ لیکن اس کے بار بار دریافت کرنے پر میں نے اسے پورا واقعہ جلدی جلدی سنا دیا۔ اب مجھے بڑی بے چینی ہوئی کہ میں اپنے والدین کو کیسے پاؤں؟ میں دوسرے دن ہی اپنے ماموں کے ہاں گیا۔ لیکن وہاں پہنچ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ والدین کئی مہینوں پہلے گھر جانے کے بہانے یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں۔ بس اتنا سنتے ہی میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی کہ ہائے بڑھاپے اور نظر کے نہ ہونے کی حالت میں کہاں گئے ہوں گے۔ میں فوراً ہی اپنے والد کا فوٹو لے کر (جو کارخانہ میں کھینچا گیا تھا) قریب ہی تھانے میں گیا اور فوٹو دے کر رپورٹ لکھوائی۔ اور کئی اخباروں میں بھی فوٹو کے ساتھ خبر چھپوائی اور ادھر ادھر کئی آدمیوں کو روانہ کیا۔ اب مجھے رات بھر نیند نہیں آتی تھی اور ہر وقت اسی فکر میں رہتا کہ کسی طرح بھی میرے والدین مل جائیں۔ میں نے اللہ سے خوب گڑگڑا کر توبہ کی اور دعائیں کیں کہ الٰہی! میرے ماں باپ کو واپس لوٹا دے۔ تیسرے روز ایک پولیس والا آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ جو شکل آپ نے لکھوائی تھی بالکل اس سے ملتی جلتی شکل کا ایک بوڑھا آدمی ایک قبر پر بیٹھا فاتحہ پڑھ رہا تھا۔ میں دوڑتا ہوا قبرستان پہنچا تو، تو معلوم ہوا کہ وہ میرے چچا تھے۔ میں ان کے قدموں پر گر پڑا اور اپنے والدین کو دریافت کرنے لگا۔ چچا نے نظر اٹھائی اور دو سامنے والی قبروں کو مخاطب کر کے پکارا

کہا بھائی اکرم! اور بھابھی زبیدہ! دیکھو تمہارا لاڈلا افسر آیا۔ [illegible]م میرے والد کا زبیدہ میری ماں کا نام تھا۔ چچا جان کے منہ سے یہ بات سن کر میں [illegible] قبر پر گرا اور پھوٹ پھوٹ کر زاروقطار رونے لگا۔ پھر کیا بنتا ہے:

پھر پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں [illegible] کھیت

بس اتنا کہہ کر مولانا صاحب خاموش ہو گئے، تو میں [illegible] کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ بزرگوں نے سچ کہا ہے کہ [illegible] سے بعض ایسی غلطیاں ہو جاتی ہے جو ساری عمر کے لئے افسوس پیدا کر دیتی ہیں مگر [illegible] ہونے والوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے عاری لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے [illegible] اور زیادہ ظالم ہو جاتے ہیں۔

(بحوالہ محسنہ کائنات [illegible])

عہد رسالت کا ایک سبق آموز واقعہ:

حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک نوجوان جس کا نام علقمہؓ تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمابردار، نماز، روزہ صدقہ خیرات کرنے اور ہر نیک اعمال کرنے میں بہت کوشش کرتا تھا۔ وہ سخت بیمار پڑ گیا۔ اس نے اپنی عورت کو اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں بھیجا، اس نے جا کر کہا کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ میرے خاوند علقمہؓ نزع کی حالت میں ہیں۔ آپ کو خبر دینے کے ارادے سے آئی ہوں تا کہ انکے حال کا آپ ﷺ کو پتہ چل جائے۔ تو آپ ﷺ نے حضرت عمارؓ، حضرت صہیب رومیؓ اور حضرت بلالؓ حبشی کو بھیجا اور فرمایا کہ علقمہ کے پاس جاؤ اور ان کو کلمہ شہادت کی تلقین کرو۔ صحابہؓ ان کے پاس گئے تو ان کو نزع (جانکنی) کی حالت میں پایا۔ پس وہ لوگ انکو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنے لگے۔ لیکن کلمہ ان کی زبان پر جاری نہ ہو سکا۔ تو صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے پاس خبر بھیجی کہ علقمہؓ کی زبان سے کلمہ شہادت نہیں نکلتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اس کی ماں زندہ ہے (جو بہت بڑھیا ہے)۔

تو اس کی ماں کے پاس آپ ﷺ نے ایک آدمی بھیجا اور فرمایا کہ اس بڑھیا سے کہنا

کہ اگر تو حضور ﷺ کے پاس آنے کی طاقت رکھتی ہے تو چل ورنہ تو گھر میں آرام کر اور اللہ کے رسول ﷺ خود تیرے پاس تشریف لے آئیں گے۔ اس آدمی نے بڑھیا کے پاس آ کر حضور ﷺ کا ارشاد سنایا۔ بڑھیا نے کہا میری جان آپ ﷺ پر قربان ہو۔ ہائے میں اللہ کے رسول ﷺ کو آنے کی تکلیف دوں۔ مجھ ہی کو جانے کا زیادہ حق ہے۔ میں خود ہی آپ ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی لاٹھی ٹیکتی ہوئی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آ کر سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے سوال کا جواب دیا اور فرمایا کہ اے علقمہؓ کی ماں تیرا لڑکا علقمہ کیسا تھا۔ بڑھیا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میرا لڑکا علقمہ بہت زیادہ نماز پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا اور صدقہ خیرات کرنے کا بہت زیادہ پابند تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں یہ نہیں پوچھتا۔ یہ بتا کہ اس کا تیرے ساتھ کیا سلوک تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں اسکے اوپر سخت ناراض ہوں۔ آپ نے پوچھا تو اس سے کیوں ناراض ہے؟ کہنے لگی اے اللہ کے رسول ﷺ وہ میرے اوپر اپنی بیوی کو ترجیح دیا کرتا تھا اور میری نافرمانی کیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اسے معاف کر دے۔ کہنے لگی میں اسے معاف نہیں کروں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک علقمہؓ کی ماں کی نافرمانی نے زبان پر کلمہ شہادت جاری ہونے سے روک دیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ جاؤ بلال جاؤ اور بہت ساری لکڑیاں جمع کرو اور علقمہؓ کو لکڑیوں میں رکھ کر آگ لگا کر جلا دو۔ بڑھیا نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے سامنے میرے بچے، میرے لخت جگر کو زندہ آگ میں جلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور فرمایا اے علقمہؓ کی ماں اللہ تعالیٰ کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت اور باقی رہنے والا ہے۔ اگر تجھے پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دے تو، تو اس سے راضی ہو جا اور اس کو معاف کر دے کیونکہ اگر تو اس کو معاف نہ کرے گی اور جب تک تو اس سے ناراض رہے گی تو قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے علقمہؓ کو اس کی نماز اس کے روزے اور اس کا صدقہ کرنا کچھ نفع نہ دے گا۔ بڑھیا نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتی ہوں اور اس کے فرشتوں کو اور جتنے مسلمان یہاں حاضر ہیں سب کو اس بات کا گواہ کرتی ہوں کہ میں اپنے لڑکے علقمہؓ

سے راضی ہو گئی اور میں نے اس کو معاف کر دیا۔ آپ ﷺ نے پھر حضرت بلالؓ کو بھیجا کہ جاؤ اور دیکھو کہ علقمہؓ کی زبان پر کلمہ جاری ہوا ہے یا نہیں۔ حضرت بلالؓ گئے تو انہوں نے سنا کہ حضرت علقمہؓ کی زبان پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جاری ہے اور کلمہ پڑھتے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے کفن دفن کا حکم فرمایا پھر اس کی نماز جنازہ ادا کی اور اس کے دفن میں شریک ہوئے اور اس کی قبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا! ''اے گروہ مہاجرین اور انصار! جو شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں پر فضیلت دے گا تو اس کے اوپر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔'' (بحوالہ الحاکم)

ماں کی بات جو دل میں اتر چکی:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا، آپ غم زدہ کیوں نظر آ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا، مجھے اس وقت اپنی والدہ محترمہ کی نصیحت یاد آ گئی، بس والدہ کی یاد نے غم زدہ کر دیا۔ انہوں نے نصیحت کی تھی، بیٹا علم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

امام محمد غزالی رحمہ اللہ اور امام احمد غزالی رحمہ اللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ والد صاحب بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔ ماں سوت کات کر گزر بسر کرتی تھی۔ وہ بے چاری اپنے بیٹوں کو کیا تعلیم دلواتی۔ ادھر شوہر نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی۔ میرے پیارے بیٹوں کو تعلیم ضرور دلوانا۔ وہ پریشان رہتی تھی کہ تعلیم کس طرح دلائے۔

ان کے شوہر کے ایک دوست تھے۔ انہیں اپنے دوست کی وصیت کا حال معلوم تھا، لیکن وہ بھی غریب آدمی تھے، لیکن جیسے تیسے کر کے ماں نے ان کی تعلیم کا انتظام کر ہی دیا۔ ان دونوں کو کوفے کے عالم احمد رحمہ اللہ اور جرجان کے مشہور عالم ابونصر اسماعیلی رحمہ اللہ سے تعلیم دلوائی۔

ابونصر اسماعیلی سے تعلیم حاصل کر کے امام محمد غزالی اپنے گھر جا رہے تھے کہ راستے میں ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ مال اسباب بھی لوٹ لیا۔ تعلیم حاصل کرنے کے دوران جو کچھ ساتھ ساتھ لکھتے رہے تھے۔ ڈاکو وہ بھی لے گئے۔ خالی ہاتھ گھر پہنچے، والدہ محترمہ کو اپنا دکھ سنایا۔ تعلیم والی کتاب کے ہاتھ سے چلے جانے کے بارے میں انہیں بتایا۔ اس پر ماں نے

کہا، بیٹا! وہ تعلیم کیسی تھی۔ جو ڈاکوؤں نے لوٹ لی، کیا میں نے ایسی تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔

امام صاحب کے دل پر چوٹ لگی۔ ڈاکوؤں کی تلاش میں نکلے۔ آخر ڈاکوؤں تک پہنچ گئے۔ ان کی منت سماجت کی کہ ان کی کتاب انہیں دے دیں۔ ڈاکوؤں کا سردار ان کی بات سن کر بولا، تمہاری والدہ نے درست کہا ہے، تم نے خاک سیکھا ہے، یہ لو اپنی کتاب، تمہاری ماں کے کہنے پر دے دیتا ہوں۔

ماں کی بات پہلے ہی دل میں اتر چکی تھی، اب ڈاکوؤں کے سردار کی بات نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ وہ تمام تعلیم جو ہاتھ سے لکھی تھی، اس کو حفظ کیا، یعنی دماغ میں محفوظ کیا، اس طرح سوت کاتنے والی ماں کا بیٹا وقت کا امام بنا۔ اکابر علماء کی فہرست میں شامل ہوا، اور ماں نے اس امت کے لئے ایسا فقیہ بیٹا چھوڑ کر آخرت کی راہ لی۔

والدہ کی اطاعت کرنے والے چار بیٹے:

”جب تم دیکھو کہ لڑائی پورے زور سے شروع ہو گئی ہے، آتش جنگ کے شعلے چاروں طرف بھڑکنے لگیں ہیں اور اس کے خوفناک شرارے پوری طاقت سے میدان محاربہ میں پھیل گئے ہیں تو لڑائی میں کود پڑو، بے جگری سے لڑو، شمشیر خارا شگاف کو ہاتھ میں تھام کر دشمنان اسلام کی بیخ کنی کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے جاؤ اور فتح و کامرانی کے لئے آخری سہارا اللہ کی ذات اقدس کو سمجھو، ان شاء اللہ ضرور کامیابی سے ہم کنار ہو گے۔ دشمن کے مقابلے میں میدان جنگ میں جیت جانا بھی کامیابی ہے اور درجہ شہادت پر فائز ہو جانے کو بھی فتح و نصرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جاؤ ان دو نعمتوں میں سے جو بھی حاصل کر سکتے ہو کر لو، میں تمہاری وجہ سے اسلام کی سربلندی کی خواہاں ہوں۔“

یہ وہ الفاظ ہیں جو عرب کی مشہور شاعرہ حضرت خنساءؓ نے اپنے چاروں بیٹوں کو قادسیہ کے محاذ جنگ پر روانہ کرتے ہوئے کہے۔

حضرت خنساءؓ کا اصلی نام تماضر تھا چونکہ بڑی چست، بڑی مستعد، تیز طرار اور ذہین و خوب رو خاتون تھیں، اس لئے خنساء کے لقب سے معروف ہوئیں جس کے معنیٰ ہرنی کے ہیں۔ حضرت خنساءؓ نجد کی رہنے والی تھیں۔ سلسلہ نسب یہ تھا: خنساء بنت عمرو

بن الشرید بن رباح بن یقظہ بن عصیۃ بن خفاف بن امراء القیس۔ قبیلہ قیس کے خاندان بنو سلیم سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت خنساءؓ کے دو نکاح ہوئے۔ پہلا بنو سلیم کے ایک شخص روحہ بن عبدالعزیز سے ہوا۔ اس کے انتقال کے بعد دوسری مرتبہ مرداس بن ابو عامر کے عقد میں آئیں۔ حضرت خنساءؓ کا پہلے شوہر سے ایک لڑکا عبداللہ پیدا ہوا۔ دوسرے شوہر سے دو لڑکے یزید اور معاویہ اور ایک لڑکی عمرہ پیدا ہوئی۔

اسلام کی آواز جب علاقہ نجد میں پہنچی اور حضرت خنساءؓ کو نبی کی بعثت کا پتا چلا اور معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ اکرامؓ مکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت خنساءؓ نے اپنے قبیلے کے لوگوں سے بات کی اور مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ آپ ﷺ سے گفتگو کی۔ حضرت خنساءؓ بولتی گئیں اور آنحضرت ﷺ سنتے رہے۔ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ آنحضرت ﷺ حضرت خنساءؓ کی ہر بات پر خوش ہوتے، انہیں داد دیتے اور ان کے انداز کلام کی تحسین فرماتے۔ آنحضرت ﷺ سے بات چیت کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا اور واپس اپنے قبیلے میں چلی گئیں۔ وہاں کے لوگوں کو قبول اسلام کی ترغیب دی اور وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد بھی مدینہ منورہ میں حضرت خنساءؓ کی آمد و رفت رہی اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔ حضرت خنساءؓ اسلام لے آئیں اور اس کے احکام پر عمل کرنے لگیں، لیکن بھائی کی یاد ان کے دل میں بدستور رہی۔ زمانہ جاہلیت میں عورتیں کسی کا سوگ کرتیں تو سر پر بالوں کا گچھا باندھ لیتی تھیں۔ حضرت خنساءؓ بھی اپنے بھائی صخر کے سوگ میں اس طرح کا گچھا باندھے رکھتیں۔ ایک مرتبہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہی تھیں کہ حضرت عمرؓ کی نظر ان پر پڑی۔ انہوں نے حضرت خنساءؓ کو بلایا اور فرمایا: اسلام اس قسم کے سوگ اور افسوس کی اجازت نہیں دیتا۔ حضرت خنساءؓ نے عرض کیا: امیر المؤمنین! جس غم اور افسوس میں میں مبتلا ہوں، اسے میں ہی جانتی ہوں، خدا کرے کوئی عورت اس قسم کے شدید غم میں مبتلا نہ ہو، حضرت عمرؓ نے اسے تسلی دی اور فرمایا لوگوں پر بڑی بڑی مصیبتیں

آتی ہیں اور انہوں نے برداشت کی ہیں تم بھی برداشت کرو، لیکن افسوس اس طریقے سے اسلام نے منع فرمایا ہے، اسے ترک کر دو۔ اس کے بعد حضرت خنساءؓ نے بالوں کا گچھا اتار دیا اور بھائی کے افسوس کا دوسرا طریقہ اختیار کرلیا۔ وہ بھائی کو یاد کر کے روتی بھی تھیں اور ساتھ ساتھ یہ شعر بھی پڑتی تھیں۔

كنت ابكى لـه من الثار

وانا اليوم ابكى لـه من ا لنا ر

یعنی میں اپنے بھائی کو بدلہ لینے کے لئے رویا کرتی تھی اور اب اس لئے روتی ہوں کہ وہ قتل ہو گیا، لیکن اسلام نہ لا سکا، اب وہ جہنم کی آگ میں جلتا ہو گا۔

حضرت خنساءؓ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتی تھیں۔ انہوں نے بھی حضرت خنساءؓ کو سر پر بالوں کا گچھا باندھنے سے منع فرمایا۔ بہر حال حضرت خنساءؓ نے اسے ترک کر دیا تھا اور اللہ کی رضا کو تمام معاملات میں مقدم اور اصل قرار دے دیا تھا۔ حضرت خنساءؓ صرف شاعر اور مرثیہ گو ہی نہ تھیں۔ بہت بہادر اور جرأت مند بھی تھیں اور شجاعت و دلیری کی وہ تمام صفات اس میں جمع ہو گئی تھیں جو عربوں کا طرہ امتیاز ہے۔ چنانچہ ۱۶ ہجری میں حضرت عمر کے دور خلافت میں جب قادسیہ کا معرکہ کارزار گرم ہوا تو حضرت خنساءؓ اپنے چاروں بیٹوں کو لے کر میدان جنگ پر پہنچی اور انہیں محاذ پر روانہ کرتے ہوئے نہایت شجاعانہ اور پر جوش تقریر کی جس کے چند جملے یہ ہیں۔ میرے پیارے بیٹو! تم اپنے دل کی گہرائیوں سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہو اور اپنی رضامندی سے راہ خدا میں ہجرت کر کے آئے ہو، تم پر کسی قسم کا جبر و اکراہ نہیں کیا گیا۔ یاد رکھو اللہ کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں، جس طرح تم ایک ماں بیٹے ہو اسی طرح ایک ہی ماں کے فرزند ہو۔ میں نے نہ کبھی تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے نھیال کو رسوا کیا۔ تمہارا نسب بے داغ اور تمہارا حسب بے عیب ہے۔ تم خوب جانتے ہو کہ مسلمانوں پر اللہ کی طرف سے مخالفین اسلام کے خلاف جہاد کرنا فرض ٹھہرایا گیا ہے اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ عالم جاودانی کے مقابلے میں یہ دنیا فانی

ہیچ ہے۔ اور اللہ کا ارشاد ہے: مسلمانو اللہ کی راہ میں تمہیں جو تکلیفیں پیش آئیں انہیں برداشت کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔ آپس میں مضبوط رابطہ قائم رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیابی کی دولت بے پایاں سے بہرہ ور ہو جاؤ۔

میرے دل کے ٹکڑو! دشمن سے پنجہ آزمائی کرنے اور اس سے تیغ زن ہونے میں صرف ایک رات کا فاصلہ باقی ہے۔ جوں ہی چہرہ شب سے یہ پردہ سایہ اترا تم دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہو گے۔ سورج کی روشنی اور تابناک کرنیں تمہاری شمشیر خارا شگاف کے جوہر دیکھنے کے لئے بے تاب ہیں۔ تمہارے اندر پاکیزہ خون گردش کناں ہے، بہادری تمہارا شیوہ اور لڑائی تمہارا پیشہ ہے۔ جب دیکھو کہ معرکہ کارزار پورے جوبن پر آ گیا ہے، لڑائی کے ہولناک شعلے چارسو بھڑک اٹھے ہیں اور میدان جنگ میں آگ برسنے لگی ہے اور خون کے فوارے چھوٹنے لگے ہیں تو پورے زور سے لڑائی میں گھس پڑو۔ انتہائی بے جگری سے لڑو اور بے دریغ تیغ زنی کرو۔ لڑائی میں کود کر فتح وشکست پر نظر مت رکھو۔ نتائج اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی سے فتح کے طالب رہو۔ میرے جگر گوشو! اسلام کی حمایت تمہارا فرض اولین ہے۔ یہ زندگی عارضی ہے۔ بہادر کے لئے بستر کی موت عار ہے اور میدان جنگ کی موت اس کا زیور ہے۔

ایک بات اور یاد رکھو! جب تم میدان جنگ میں اترو تو کسی بزدل سے مقابلہ نہ کرو، اس سے لڑنا یا اسے مار دینا شجاعت نہیں، کسی بہادر اور جنگجو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا اور اس کے سامنے اپنی تیغ آب دار کے جوہر کا مظاہرہ کرنا ہی بہادری ہے۔ اس لئے مقابلے کے لئے بہادر دشمن کا انتخاب کرو۔ جاؤ میرے دودھ کی لاج اور اپنے خاندان کے خون کی آبرو رکھنا۔ مسلمان کے لئے شہادت کی موت افضل ترین موت ہے

حضرت خنساءؓ کے یہ بیٹے جنگ قادسیہ سے پہلے بھی کئی جنگوں میں حصہ لے چکے اور داد شجاعت دے چکے تھے۔ اب جنگ قادسیہ میں یہ شہید ہو گئے تھے۔ ان کی شہادت کی خبر حضرت خنساءؓ کو پہنچی تو کہا: اللہ کا شکر ہے، جس نے مجھے ان کی شہادت کے شرف سے نوازا۔ حضرت خنساءؓ نے جنگ قادسیہ کے سات سال بعد ۲۴ ہجری کو حضرت عثمانؓ کی

عہد خلافت میں وفات پائی...... ایک روایت کے مطابق بہ عہد حضرت معاویہؓ کسی بادیہ میں سفر آخرت اختیار کیا۔

ایک بہادر ماں کا واقعہ:

میدان جہاد کی طرف شوق سے بڑھنے کے سلسلے میں علامہ ابن نحاسؒ نے اپنی کتاب مشارع الاشواق میں ایک عجیب قصہ ذکر کیا ہے جو عبرتوں اور شوق جہاد وشوق شہادت سے پر ہے فرمایا کہ: شہر بصرہ میں شوق جہاد اور عبادت کے جذبہ میں عورتیں مشہور تھیں ان میں سے ایک عورت اُم ابرھیم ھاشمیہ بھی تھیں، دشمن نے اس وقت مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد پر حملہ کر دیا، مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے اور شوق جہاد دلانے کے لئے ایک مہم شروع ہوئی، انہیں ترغیبی خطبات میں شیخ عبدالواحد بن زید بصریؒ نے لوگوں کو جہاد پر ابھارا اور شوق دلایا، اس مجلس وعظ میں ام ابراھیم بھی حاضر تھیں شیخ عبدالواحد نے اپنی تقریر کے دوران مجاہدین اور شہدء کے لئے جنت کی نعمتوں میں حوروں کا تذکرہ بھی کیا اس مؤثر تذکرہ میں انہوں نے حوروں کے حسن و جمال عظمت وکمال پر ایک قصیدہ بھی پڑھا جس سے لوگ جنونی حد تک جذباتی ہو گئے اور مجمع میں شوق شہادت کا ایک زلزلہ برپا ہو گیا، مجمع میں ام ابرھیم کو دپڑی اور شیخ عبدالواحد سے کہنے لگیں اے ابوعبید! آپ کو خوب معلوم ہے کہ بصرہ کے بڑے بڑے رئیس میرے بیٹے ابراھیم کو اپنی بیٹیوں کا پیغام نکاح دے چکے ہیں لیکن میں نے ابرہیم کے لئے کسی پیغام کو قبول نہیں کیا۔ لیکن آپ نے جس لڑکی اور حور کا تذکرہ کیا ہے اس نے تو مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے اب میں اپنے بیٹے ابراھیم کی شادی اسی لڑکی سے کراؤں گی مگر آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس کے حسن و جمال اور عظمت وکمال کو ذرا پھر دھرا لیجئے، شیخ عبدالواحد نے حور کی صفت میں پھر ایک قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

"روشنیوں کی بنیاد اس حور کے روشن چہرے سے پڑی ہے، اور اس کے خالص عطر کی آمیزش تمام خوشبوؤں میں آئی ہے۔" "اگر یہ حور اپنے جوتے سے ریت کو بھی روند ڈالے تو بغیر بارش تمام اطراف گھاس سے ہرے بھرے ہو جائیں گے۔" "اگر یہ حور اپنے شہد

جیسے لعاب کو سمندر میں تھوک دے، تو خشکی کی تمام مخلوق کے لئے سمندر کا پانی میٹھا ہو جائے گا۔" "اس کے رخسار پر جب کسی کی نگاہ پڑتی ہے تو قریب ہے کہ دل کی خیالی تصور کی وجہ سے یہ نگاہ رخسار میں زخم کر دے۔"

ان اشعار کو سن کر اس دفعہ تو لوگ تڑپ اٹھے اور ام ابرہیم پھر سامنے آئیں اور شیخ عبدالواحد سے کہنے لگی۔ اے ابو عبید! اس لڑکی کی جمال آراء نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔

میں نے اپنے بیٹے کے لئے اس لڑکی کو بطور دلہن پسند کرتی ہوں تو کیا آپ یہ کر سکتے ہیں کہ اس لڑکی کا نکاح میرے بیٹے سے کرا دیں اور مہر مجھ سے دس ہزار دینار قبول کر لیں؟ پھر میرا لخت جگر آپ کے ساتھ اس غزوہ میں چلا جائے گا شاید کہ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو شہادت کے عالی رتبہ سے نواز دے اور یہ لڑکا اپنے والد اور میرے لئے قیامت کے روز شفاعت کرنے والا بن جائے شیخ عبدالواحد نے فرمایا کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو یقیناً آپ اور آپ کا لڑکا اور لڑکے کا باپ کامیاب ہو جائیں گے، اس کے بعد ام ابراہیم نے اپنے لخت جگر کو آواز دے کر فرمایا کہ اے پیارے بیٹے! کیا آپ کو مذکورہ صفت سے متصف یہ لڑکی اس شرط پر قبول ہے کہ اس کے مہر کے عوض اللہ کے راستے جہاد میں اللہ کے لئے جان دے دو گے اور آئندہ کوئی گناہ نہیں کرو گے؟ نوجوان ابراہیم نے کہا کہ امی جان! قسم بخدا میں اس پر بہت خوش ہوں اس کے بعد لڑکے کی والدہ نے اللہ کے سامنے یہ دعا مانگی: اے مولائے کریم! میں تجھے گواہ بناتی ہوں کہ میں نے اپنے لڑکے کا نکاح اس حور سے کیا اس شرط پر کہ میرا لڑکا اپنی جان کو تیرے راستے میں قربان کر دے گا اے ارحم الراحمین! میرے اس لخت جگر کو میری طرف سے قبول فرما۔

اس کے بعد ام ابراہیم چلی گئی اور دس ہزار دینار لے آئی اور شیخ عبدالواحد سے کہنے لگی اے ابوعبید! یہ اس لڑکی کا مہر ہے یہ لیجئے اور مجاہدین کے اہم کاموں میں خرچ کیجئے یہ کہ کر ام ابراہیم گھر واپس آئی اور ایک عمدہ گھوڑا اپنے بیٹے کے لئے خرید لیا اور نیا عمدہ اسلحہ تیار کیا اور اپنے شہزادے بیٹے کو روانہ فرمایا۔

جب شیخ عبدالواحد جہاد کے لئے نکل پڑے تو نوجوان ابراہیم بھی دوڑے دوڑے جا رہے تھے اور قاری حضرات قرآن کریم کی یہ آیت خوشحالی سے پڑھ رہے تھے:

﴿اِنَّ اللہ اشتریٰ من المؤمنین أنفسھم و اَموَالھم بِاَنَّ لَھُم الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُونَ فِی سَبِیْلِ اللہ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ﴾

"اللہ تعالیٰ نے خرید لی مسلمانوں سے اس کی جاں اور اس کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔"

راوی کا بیان ہے کہ جب ماں نے اپنے بیٹے کو رخصت کرنا چاہا تو ان کو کافور میں معطر ایک کفن دیا اور اپنے لخت جگر سے فرمانے لگی کہ اے میرے پیارے بیٹے جب میدان کار زار میں دشمنوں سے مقابلہ شروع ہو جائے تو آپ یہ کفن زیب تن فرمائیں لیکن یاد رکھنا کہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ تجھے کوتاہی یا سستی کرنے والا نہ پائے پھر اس بہادر ماں نے اپنے گوشہ جگر کو سینے سے لگا کر اس کی پیشانی کو چوما اور فرمایا کہ میرے لخت جگر! اللہ تعالیٰ میری اور تیری ملاقات دنیا میں نہیں بلکہ اپنے ہاں میدان قیامت میں کرائے۔

شیخ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ جب ہم دشمن کے علاقے میں پہنچ گئے اور عمومی تعارض کا اعلان ہو گیا اور لوگ کھلے میدان میں نکل آئے تو ابراہیم سب سے آگلے مورچہ میں کھڑا تھا اس نے غضب کی جنگ لڑی اور میدان کارزار میں دشمنوں کے چھکے چھڑائے کئی کفار کو واصل جہنم کیا اور مسلسل پیش قدمی میں لڑتے رہے حتیٰ کہ دشمن کے بہت سارے لوگوں نے ان کو نرغے میں لے کے شہید کر دیا۔

شیخ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ جب ہم نے بصرہ واپس آنے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابراہیم کی والدہ کو بیٹے کی شہادت کی خبر اس وقت تک مت دو کہ میں خود جا کر اس کی تعزیت کروں اور تسلی دوں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بے صبر ہو جائے اور اس کا اجر خراب ہو جائے شیخ فرماتے ہیں کہ جب ہم فاتحین کی حیثیت سے واپس آئے اور بصرہ میں داخل ہونے لگے تو بصرہ کے سارے لوگ ہمارے استقبال کے لئے امنڈ آئے انہیں

لوگوں میں ابراہیم کی والدہ بھی آئیں۔ جب اس نے مجمع دیکھا تو کہنے لگیں اے ابوعبیدہ! یہ تو بتاؤ کہ میرا ھدیہ قبول ہو گیا کہ نہیں؟ اگر قبول ہو گیا تو میں لوگوں سے مبارکبادلوں اور اگر ھدیہ رد ہو گیا ہے تو میں لوگوں سے تعزیت وصول کروں، شیخ نے فرمایا کہ قسم بخدا تیرا ھدیہ اور تیری قربانی کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمادیا ہے تیرا بیٹا شہداء کے ساتھ زندہ و تابندہ کھا پی رہا ہے اس پر ام ابراہیم سجدۂ شکر میں گر پڑیں اور فرمایا کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرے گمان اور میرے ارادہ کو ناکام نہیں بنایا بلکہ میری قربانی کو قبول فرمایا یہ کہہ کر ام ابراہیم واپس چلی گئیں، رات گزار کر اگلی صبح سویرے ام ابراہیم شیخ عبدالواحد کے پاس آئیں اور زور سے کہا السلام علیک یا ابا عبید! بشراک، اے ابوعبید تجھ پر سلامتی ہو میں تجھے ایک خوشخبری سنانے آئی ہوں شیخ نے کہا اللہ تجھے خوش رکھے کیا قصہ ہے ام ابراہیم نے کہا کہ میں نے رات کو اپنے لخت جگر ابراہیم کو ایک نہایت خوب صورت باغ میں دیکھا وہ ایک سبز رنگ کے خیمے میں موتیوں کے تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے سر پر ایک عمدہ تاج تھا اور وہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔ امی جان! مبارک ہو، مہر قبول کر لیا گیا اور دلہن کی رخصتی ہو گئی۔

(بحوالہ فضائل جہاد)

بیشک جذبہ جہاد جسے نصیب ہو جائے وہ عظیم ہے، وہ پھر دنیا سے نہیں بلکہ آخرت سے محبت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس سے اپنے دین کی سربلندی کا کام لیتے ہیں، اللہ کرے ہمیں بھی یہ عظیم جذبہ حاصل ہو جائے آمین یارب العلمین۔

حضرت اویس قرنیؒ اور ماں کی خدمت:

دنیاوی تعلقات میں حضرت اویس قرنیؒ کی تنہا ایک ماں تھیں۔ اور یہ ان کی خدمت میں لگے رہتے تھے جب تک وہ زندہ رہیں۔ ان کی تنہائی کے خیال سے حج نہیں کیا، اور انہی کی وجہ سے وہ جمال نبوی ﷺ کے دیدار سے محروم رہے۔ ان کی وفات کے بعد فریضۂ حج ادا کرنے کا موقع ملا۔ لیکن ان کے پاس کیا تھا، چند لوگوں نے سامان سفر پیش کیا، اس وقت وہ فریضۂ حج سے فارغ ہو سکے۔ (بحوالہ مستدرک حاکم: ج ۳)

ماں کی خدمت بہت بڑی سعادت اور عبادت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی

بھی ہے کہ ”جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔“ اس پر وہ سختی کے ساتھ عامل رہے، اور اس چیز نے ان کا روحانی درجہ بلند کر دیا۔

حضرت اویس قرنیؒ کی دعا کی مقبولیت:

بیان کیا گیا کہ تاجروں کی ایک کشتی طوفانی ہواؤں میں سمندروں کی لہروں سے ڈگمگانے لگی جس سے کشتی کے سواروں کو بہت زیادہ خوف وہراس پیدا ہو گیا اس کشتی میں ایک مسافر جو اونی چادر اوڑھے ہوئے ایک گوشہ میں بیٹھا تھا جب کشتی میں پانی بھر گیا اور ہوا کے تھپیڑوں نے اسے غرقابی کے قریب کر دیا اور کشتی کے مسافروں اور تاجروں کو اپنی جانوں اور مال کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہوا تو وہ کملی پوش مسافر کشتی سے باہر نکل کر پانی پر نماز پڑھنے لگا یہ دیکھ کر ہم نے درخواست کی اے اللہ کے پیارے ولی! ہمیں بھی بچایئے! مگر اس نے ہماری اس درخواست پر کچھ توجہ نہ دی، چنانچہ ہم نے پھر اس سے التجا کی کہ آپ کو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائی ہماری مدد فرمایئے اور کشتی کو بچایئے! یہ سن کر اس اللہ کے بندے نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور دریافت کیا تمہارا کیا حال ہے؟ کیونکہ ہم جس مصیبت میں گرفتار تھے انہیں اس کی خبر نہ تھی لہٰذا ہم نے عرض کیا کہ دیکھئے تو سہی! طوفان ہواؤں اور سمندر کی لہروں نے کشتی کو تباہ حال کر دیا اور ہم لوگ کس قدر پریشانی میں مبتلا ہیں کہ ہماری جانیں اور مال کشتی کے ساتھ ڈوب رہے ہیں یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ تم سب اللہ کا تقرب حاصل کرو ہم نے دریافت کیا کہ آخر کس ذریعہ سے تقرب حاصل کریں؟ اس پر وہ فرمانے لگے کہ دنیا کو چھوڑ کر خدا کی نزدیکی حاصل کرو اور اس کی پناہ میں آجاؤ ہم نے وعدہ کیا کہ ہم نے دنیا کو چھوڑ دیا تو فرمانے لگے اللہ کے بھروسہ پر بسم اللہ پڑھ کر کشتی سے نکل آؤ! چنانچہ یکے بعد دیگرے ہم کشتی سے نکل کر ان کے پاس پانی میں کھڑے ہو گئے جن کی تعداد دوسو سے اوپر تھی اس کے بعد کشتی سمندر میں غرق ہو گئی اور جو کچھ مال وسامان اس میں تھا وہ سب کا سب تہہ و آب پہنچ گیا پھر وہ بزرگ ہم سے فرمانے لگے کہ دنیا کے خوف سے تم لوگ بچ گئے اب تم جاؤ! ہم نے دریافت کیا کہ آپ کو خدا کی قسم یہ تو بتا دیجئے آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں اویس قرنی ہوں! پھر ہم نے عرض کیا

کہ اس کشتی میں فقراء مدینہ کے مال تھے جن کو ایک شخص نے مصر سے فقراء مدینہ پر تقسیم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت اویس قرنیؒ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے مال واپس کر دے تو کیا واقعۃً تم فقراء مدینہ پر تقسیم کر دو گے؟ ہم نے وعدہ کیا کہ ہاں! یقیناً ہم ایسا ہی کریں گے اس کے بعد حضرت اویس قرنیؒ نے اللہ سے اسی طرح آب پر دو رکعت نماز پڑھ کر آہستہ سے کچھ دعا مانگی اور وہ کشتی سب مال واسباب کے ساتھ پانی کے اوپر آگئی ہم کشتی پر سوار ہو گئے اور پھر ہم نے حضرت اویسؒ کو نہ پایا چنانچہ مدینہ پہنچ کر ہم نے وہ سب مال و اسباب اپنے اور فقراء مدینہ کے درمیان تقسیم کر دیا یہاں تک کہ مدینہ میں کوئی فقراء باقی نہ رہا۔

(بحوالہ قلیوبی)

ماں کی خدمت سے بڑھ کر کسی شے سے فیض نہیں پایا:

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ماں کی خدمت سے بڑھ کر کسی شے سے فیض نہیں پایا، ایک رات والدہ صاحبہ نے مجھ سے پانی مانگا میں نے کوزے میں دیکھا تو وہ خالی تھا پھر گھڑا دیکھا تو اس میں بھی پانی نہ پایا میں دوڑتا ہوا ندی پر گیا اور وہاں سے پانی لایا اس اثنا میں والدہ صاحبہ سوگئی تھیں میں پانی کا کوزہ ہاتھ میں لئے ساری رات اس انتظار میں کھڑا رہا کہ وہ بیدار ہوں تو پانی پیش کروں، سخت سردی کا موسم تھا میرا ہاتھ ٹھٹھر گیا والدہ صاحبہ کو جگانا مناسب نہ سمجھا جب وہ خواب سے بیدار ہوئیں تو مجھے اس حالت میں کھڑا دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور پھر پانی پی کر مجھ کو بے شمار دعائیں دیں، اسی دن سے میں نے دیکھا کہ میرا قلب انوار الٰہی سے معمور ہو گیا۔

ماں کی بددعا کا عبرت انگیز واقعہ:

عطاء بن یسارؒ سے منقول ہے کہ ایک جماعت نے سفر کیا اور ایک میدان میں اتری، اس جماعت کے لوگوں نے متواتر گدھے کی آواز سنی جس سے وہ بیدار ہو گئے اور تحقیق کے لئے چلے تاکہ اس کو دیکھیں، ناگاہ انہیں ایک ایسا گھر نظر آیا جس میں ایک بڑھیا موجود تھی، ان لوگوں نے اس سے کہا، ہم نے گدھے کی آواز سنی جس نے ہمیں بیدار

کیا لیکن ہم تیرے ہاں گدھا نہیں دیکھتے ہیں، اس بڑھیا نے ان سے کہا کہ وہ میرا لڑ
تھا، اس کی یہ حالت تھی کہ مجھ سے کہتا تھا ''یا حمارۃ'' (گدھیا) اس کی یہ عادت تھی، میں نے
اسی کے حق میں بد دعا کی کہ یا اللہ اس کو گدھا کر دے، چنانچہ ہمیشہ ہر رات میں صبح تک
گدھے کی بولی بولتا ہے، اس کے بعد ان مسافروں نے ان سے کہا کہ ہم کو اس کے پاس
لے چلو تا کہ ہم اس کو دیکھیں، پھر یہ لوگ اس کے پاس گئے، وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ وہ قبر میں
ہے اور اس کی گردن گدھے کی گردن کی طرح ہے۔ (بحوالہ نوادر قلیوبی)

اب بھی کچھ نہیں بگڑا:

قابل احترام قارئین! اگر خدانخواستہ ماں باپ کی زندگی میں ان کی خدمت نہ ہو سکی ہو اور ان کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی ہوتی رہی ہو اور اب ندامت اور پشیمانی ہو رہی ہے تو یاد رکھئے اب بھی کچھ نہیں بگڑا، اگر آپکے والدین یا ان میں سے ایک زندہ ہو تو آج سے بعد ان کی خدمت اور ان کو راحت و آرام سے رکھنے کا عہد کر لیجئے اس طرح آپ کی کوتاہیوں کا کفارہ ہو سکتا ہے۔

اور اگر آپ کے والدین کا انتقال ہو چکا ہو تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ ان کے حق میں مستقل اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے رہئے، اگر آپ خلوص دل سے والدین کی مغفرت اور درجات کی ترقی کی دعائے خیر کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک آپ کی گزشتہ کوتاہی پر معافی کی چادر پھیر دیں گے، چنانچہ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ! حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک کوئی بندہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے ماں باپ دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک دنیا سے اس حال میں گزر جاتے ہیں کہ یہ اولاد ماں باپ کی نافرمان ہوتی ہے اس کے بعد پھر یہ اولاد ماں باپ کے لئے مسلسل خیر اور رحمت کی دعائے مغفرت اور بخشش کی استدعا کرتی رہتی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو فرمابردار قرار دے دیتا ہے۔ (بحوالہ شعب الایمان)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی وفات کے بعد بھی ان کی

اطاعت اور فرمابرداری کا سلسلہ جاری رکھا جا سکتا ہے یعنی اگر کسی نادان نوجوان نے والدین کی زندگی میں ان کی خوب نافرمانیاں کر رکھی ہیں اور اسی حالت میں ماں باپ کا انتقال ہو گیا اور اب والدین کے گزر جانے کے بعد اس کو افسوس ہوا کہ میں نے تو والدین کی نافرمانیاں کر کے اپنی زندگی برباد کر لی اب اس کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اگر ماں باپ زندہ ہوتے تو میں ان سے ضرور معافی مانگ لیتا پھر تا حیات ان کی خدمت کرتا رہتا، تو ایسے بیٹوں کیلئے بھی شریعت نے حل نکالا ہے کہ اگر وہ ماں باپ کے لئے کمربستہ ہو کر خیر اور رحمت کی دعا اور بخشش کی استدعا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کا نام نافرمانوں کی فہرست سے نکال کر فرمابرداروں کی فہرست میں شامل فرما دیں گے اور اس طرح وہ والدین کی نافرمانی کے دنیوی اور اخروی عذاب سے بچ سکتا ہے۔

لیکن یہ بات بھی واضح رہے کہ اب اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ بیٹا یہ سوچ کر والدین کی نافرمانی کرتا رہے کہ ان کے انتقال کے بعد ان کے لئے پورے خلوص سے دعا کروں گا اور ان کے لئے قرآن خوانی کراتا رہوں گا۔ یاد رکھئے یہ سوچنے والے سخت نادان ہیں کیونکہ کیا معلوم کہ والدین سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو جائے اس لئے عقلمند بیٹا وہی ہے جو والدین کی بھرپور خدمت کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو بنا لے۔



دوسرا باب:

﴿والدین سے متعلق اولاد کی مختلف ذمہ داریاں﴾

ذمہ داری نمبر......۱

﴿والدین کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آیئے﴾

قرآن کریم میں جابجا اولاد کو والدین سے متعلق اچھے سلوک سے پیش آنے کا حکم آیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

آیت نمبر ۱: تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بجز اس کے (اپنے رب کے) کسی کی عبادت مت کرو اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں سو ان کو کبھی اف بھی مت کرنا اور ان سے جھڑک کر بھی بات مت کرنا۔ ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے، انکساری کے ساتھ جھکے رہنا (اور ان کے لئے) یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار اعظم! ان دونوں پر رحم فرمایئے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا (پرورش کی ہے (اور صرف ظاہرداری ہی نہیں بلکہ دل سے انکا احترام کرنا) تمہارا رب تمہارے دل کی بات کو خوب جانتا ہے اگر تم سعادت مند ہو (اور غلطی سے کوئی بات اگر خلاف ادب سرزد ہو جائے اور تم توبہ کرلو) تو توبہ کرنے والے کی خطائیں بڑی کثرت سے معاف کرنے والے ہیں۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳)

ف: اسلام نے آیت مزکورہ میں بیٹے کو اچھے سلوک کا حکم دیا ہے اور ان کی دلجوئی وراحت رسانی کے احکام دینے کے ساتھ انسان کو اس کا بچپن یاد دلایا ہے کہ کسی وقت تم بھی اپنے والدین کے اس سے زیادہ محتاج تھے جس قدر آج وہ اپنے بڑھاپے کی وجہ سے تمہارے محتاج ہیں تو جس طرح انہوں نے اپنی خواہشات کو تم پر قربان کیا تو اب ان کی محتاج

کے لحاظ میں عقلمندی اور شرافت کا تقاضہ ہے کہ ان کے احسان کا بدلہ دو، اور ان کی خدمت سے اعراض نہ کرو اور یہاں تک کہ اف تک کہنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ عام طور پر بڑھاپے کی بعض باتیں اور چڑچڑاپن نوجوانوں کو گراں گزرتا ہے۔ اس لئے اسلام نے واضح حکم دے دیا کہ اگر ان کی کوئی بات تجھے گراں لگے تو تب بھی اف تک نہ کہنا۔

حضرت مجاہدؒ نے اس آیت کی تفسیر میں یہاں تک فرمایا کہ اگر وہ بوڑھے ہو جائیں اور تمہیں ان کا پاخانہ یا پیشاب دھونا پڑ جائے تو بھی کبھی اف نہ کرنا کیونکہ وہ بھی تو بچپن میں تمہارا پیشاب، پاخانہ دھوتے رہیں ہیں۔

آیت نمبر ۲: قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ! ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھوٹا۔ حکم دیا تاکہ تم میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی شکر بجالاؤ۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔

(بحوالہ سورۃ لقمان آیت نمبر ۳۰)

ف: اس آیت سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام نے بیٹے کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی کس قدر تاکید کی ہے، اور ساتھ ساتھ ماں کا احسان بھی یاد دلایا تاکہ بیٹا اس احسان کو یاد رکھے اور والدین کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔ اسی طرح کا مفہوم ایک اور مقام پر وارد ہے۔

آیت نمبر ۳: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ! ہم نے انسانوں کو ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی۔ اس کی ماں نے تکلیف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور تکلیف اٹھا کر جنا اور پیٹ میں اٹھانے اور دودھ پلانے کی یہ (تکلیف دہ) مدت ڈھائی سال ہے۔

(بحوالہ سورۃ احقاف آیت نمبر ۱۵)

ف: قرآن کریم نے یوں تو ماں باپ دونوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ ماں کے پیہم دکھ اٹھانے، مشکلات جھیلنے کا نقشہ بڑے ہی اثر انگیز انداز میں کھینچا ہے اور نہایت ہی خوبی کے ساتھ نفسیاتی انداز میں اس حقیقت کی طرف

اشارہ کیا ہے کہ باپ کے مقابلے میں ماں تمہاری خدمت کی زیادہ مستحق ہے اگر چہ بچہ کی نگہداشت، پرورش، خدمت اور تعلیم و تربیت وغیرہ میں ماں کے ساتھ باپ بھی شریک ہوتا ہے۔ لیکن حمل، وضع حمل اور رضاعت کی تکلیف تنہا ماں برداشت کرتی ہے۔ نو ماہ تک حمل کا بوجھ اٹھانا، موت و حیات کی کشمکش سے گزر کر بچہ کو جنم دینا اور پھر اپنے خون کو دودھ بنا کر بچے کو پلانا، اور اس پورے عرصے میں سخت احتیاط کی زندگی گزارنا آسان کام نہیں ہے۔ چنانچہ اسی لئے بیٹے پر باپ سے زیادہ ماں کی خدمت کی ذمہ داری ہے، اور اسی سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک بڑے واضح انداز میں وارد ہوا ہے کہ! ایک شخص رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں آیا اور پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں اس نے پوچھا کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں اس نے کہا پھر کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تیرا باپ۔ (بحوالہ بخاری شریف)

﴿والدین سے حسن سلوک کا حکم احادیث میں﴾

حدیث نمبر۱...... محبوب عمل:

ایک شخص نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں آکر دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ نماز اپنے وقت میں پڑھنا، اس شخص نے پھر دریافت کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

(بحوالہ بخاری شریف)

حدیث نمبر۲...... ہجرت اور جہاد کا بدلہ:

ایک آدمی رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر ہجرت اور جہاد کے لئے بیعت کرتا ہوں اور خدا سے اس کا اجر چاہتا ہوں۔ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے ماں باپ میں سے کوئی ایک زندہ ہے اس نے کہا جی

ہاں بلکہ (خدا کا شکر ہے) دونوں زندہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو کیا تم واقعی اللہ تعالیٰ سے اپنی ہجرت اور جہاد کا بدلہ چاہتے ہو اس نے کہا کہ جی ہاں (میں اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتا ہوں) رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تو جاؤ اپنے ماں باپ کی خدمت میں رہ کر ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ (بحوالہ مسلم شریف)

حدیث نمبر۳...... ماں باپ جنت ہیں:

حضرت ابوامامہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اقدس ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ماں باپ ہی تمہاری جنت ہیں اور ماں باپ ہی دولت۔ (بحوالہ ابن ماجہ شریف)

ف: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ والدین ساتھ اگر تم نیک سلوک کرو گے تو جنت کے مستحق قرار پاؤ گے، اور اگر والدین کے ساتھ خراب سلوک کرو گے اور ان کے حقوق کو پامال کرو گے تو جہنم کا ایندھن بنو گے۔

حدیث نمبر۴...... والدین کیساتھ اچھے سلوک کا صلہ:

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا رسول اللہ ﷺ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن اپنی خواہش کی تکمیل پر قادر نہیں ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا والدہ زندہ ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تم نے ایسا کیا تو حاجی بھی ہو، اور مجاہد بھی ہو۔ (بحوالہ طبرانی صغیر)

اسلام میں والدین کا مقام:

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے۔ اس کی صفت ربوبیت سے ہر چیز نشو نما پا کر زندگی اور نمو حاصل کرتی ہے۔ ربوبیت شفقت، کرم، عدل، نگہ بانی، تحفظ ساری چیزوں کا تقاضا کرتی ہے اور جو رب ہے اس میں یقیناً یہ ساری چیزیں موجود ہیں۔

والدین اللہ تعالیٰ کی انہی صفات کا مظہر ہوتے ہیں اور وہی عالم وجود میں آنے کے

ظاہری وسائل ہوتے ہیں۔ تربیت، تحفظ اور کفالت کے فرائض وہ اس شفقت اور محبت کے ساتھ انجام دیتے ہیں کہ تعلقات انسانی کے دوسرے شعبوں میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ شفقت مادری دولت بے بہا اور سایہ پدری نعمت عظمیٰ ہے اور دنیا کی کوئی چیز اس کا متبادل نہیں۔ چونکہ والدین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت خلق و ربوبیت کا مظہر بتایا ہے اسلئے جب اس نے انسانوں کو انسانوں کے سامنے سرخم کرنے سے روکا اور شرک کو گناہ عظیم قرار دیا تو اس فیصلے کا بھی اعلان فرمایا کہ انسانی روابط میں دو ہستیاں ایسی بھی ہیں جن کی تعظیم و تکریم واجب ہے، ان کو راحت پہنچانے کے لئے اختیار کی جانے والی ہر ذلت سرفرازی ہے، ان کے سامنے تواضع اور انکساری عبادت ہے اور ان کی شفقتیں اللہ کی رحمتوں کی یاد دلاتی ہیں۔

والدین کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں۔ ہم اگر ان کی خفگی پر پریشان خاطر ہو کر اف نہ کریں اور ان کے آرام و راحت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیں تو بھی ان کے احسانات کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ انہوں نے تخلیق و تربیت کے ظاہری وسائل کی حیثیت سے ہم پر جو احسانات کئے ہیں، ان کا ہمارے پاس کوئی صلہ نہیں۔ ان کے لئے ہمارا دل جذبات تشکر سے معمور ہونا چاہئے اور پروردگار عالم کی بارگاہ میں ان کے لئے دعائے مغفرت و کرم کرنی چاہئے۔

اسلام نے انسانی رشتوں کے تعین میں سب سے زیادہ اہمیت والدین ہی کے رشتوں کو دی ہے اور ہمارے تمدن کی اساس اسی پر رکھی ہے۔ یوں تو دنیا کے سارے مذاہب نے ان ہستیوں کو واجب الاحترام قرار دیا ہے، لیکن اسلام نے ان کے حقوق اور ان کے مقام و مرتبے کی جس طرح وضاحت کی ہے اس سے ایک پاکیزہ اور مثالی معاشرے کی بنیاد پڑتی ہے۔

والدین کے مقام و مرتبے کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کرنے نیز ان کی تعظیم و تکریم کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ جہاں اپنی نعمتوں اور اپنے احسانات کو شکر کے قابل بتایا ہے وہاں والدین کے احسان کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ بیشک اولاد پر ماں باپ کے حقوق بہت ہیں۔

ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں ہی تیری جنت ہیں یا پھر دوزخ۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی اطاعت و خدمت جنت میں لے جاتی ہے اور ان کی بے ادبی جہنم میں۔ اولاد کے لئے والدین قبلہ و کعبہ اور مصحف پاک کے ہم رتبہ ہیں۔

بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو خدمت گزار بیٹا اپنے والدین پر رحمت و محبت سے نظر ڈالتا ہے تو ہر نظر کے بدلے حج مقبول کا ثواب پاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر وہ دن میں سو مرتبہ اس طرح نظر ڈالے؟ فرمایا، ہاں سو مرتبہ۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہے، اس کے خزانے میں کمی نہیں آتی۔

مشکوٰۃ کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یوں تو اللہ تعالیٰ سب گناہوں کی سزا قیامت تک موخر کر دیتا ہے، لیکن والدین کی نافرمانی کی سزا آخرت سے پہلے بھی دنیا ہی میں دے دیتا ہے۔

والدین کی تعظیم اور خدمت کی راہ میں عقیدے اور مذہب کا اختلاف بھی حائل نہیں ہوتا۔ رحمت عالم ﷺ نے ان کا اتنا بلند مقام بتایا ہے کہ والدین کی خدمت ان کے کافر ہونے کے باوجود واجب قرار دی۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت اسماءؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ میری ماں مشرکہ ہیں اور اکثر مجھ سے ملنے کے لئے آتی رہتی ہیں۔ کیا میرے لئے جائز ہے کہ میں ان کی خاطر مدارات کروں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! اپنی ماں کی خاطر مدارات کرو اور صلہ رحمی کرو۔

محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنگ بدر میں متنبہ کیا اور فرمایا کہ تمہاری تلوار ابو قحافہ پر نہیں اٹھنی چاہئے، تم بیٹے ہو وہ باپ۔

والدین کے مقام و مرتبے کا اندازہ ترمذی کی اس حدیث سے بھی ہو سکتا ہے جس میں ماں باپ کو کھانے کا سامان مہیا کرنے کو جہاد کہا گیا ہے اور اس کا ثواب جہاد کے برابر قرار دیا گیا۔ والدین کے حقوق کا یہ تصور اسلامی معاشرے کا اہم ستون ہے۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے رزق اور عمر دونوں بڑھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور اس کا رزق بڑھائے اس کو چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور (رشتے داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے۔

(بحوالہ درمنثور، از بیہقی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے اور ان کی خدمت میں لگے رہنے سے عمر دراز ہوتی ہے اور رزق بڑھتا ہے بلکہ ماں باپ کے علاوہ دوسرے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے بھی درازِ عمر اور وسیع رزق نصیب ہوتا ہے۔

نئی نسل کے بہت سے نوخیز نوجوان، دوست احباب اور بیوی بچوں پر تو بڑھ چڑھ کر خرچ کرتے ہیں اور ماں باپ کے لئے پھوٹی کوڑی خرچ کرنے سے بھی ان کا دل دکھتا ہے یہ لوگ آخرت کے ثواب سے تو محروم ہوتے ہی ہیں دنیا میں بھی نقصان اٹھاتے ہیں، ماں باپ کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری اور دیگر رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے جو عمر میں درازی اور رزق میں وسعت ہوتی ہے اس سے محروم ہوتے ہیں۔

فرمانبردار اولاد کے لئے جنت کے اور نافرمان اولاد کے لئے دوزخ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

"حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے (یعنی حکم شریعت کے مطابق ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے) تو اس کی اس حال میں صبح ہوئی کہ اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے ایک موجود ہو اور اس کے بارے میں اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے صبح کی ہو تو اس کی اس حال میں صبح ہوتی ہے کہ

اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے، اور جس شخص کی اس حال میں صبح ہوئی کہ وہ اپنے والدین کے بارے میں اللہ کا نافرمان ہے (یعنی ماں باپ کے حقوق واجبہ کی ادائیگی نہیں کرتا) تو اس کے لئے اس حال میں صبح ہوئی کہ اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے ایک موجود ہو اور اس کے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے صبح کی ہو تو اس کی اس حال میں صبح ہوتی ہے کہ اس کے لئے دوزخ کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو (تب بھی یہی حکم ہے؟) اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے (تین بار فرمایا) اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو، اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو، اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو۔"

(بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، از بیہقی)

ف: اس حدیث پاک میں ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری اور حسن سلوک کی فضیلت پوری اہمیت کے ساتھ بتائی گئی ہے اور ماں باپ کو ستانے اور ان کی نافرمانی کا وبال خوب واضح کر کے بیان فرمایا ہے، یہ جو آخر میں فرمایا کہ ماں باپ اگرچہ ظلم کریں تب بھی ان کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کی وجہ سے دوزخ کے دروازے کھلے رہیں گے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ماں باپ کو ظلم کرنے کی اجازت دیدی بلکہ اگر ماں باپ ظلم کریں گے تو ظلم کا وبال ان پر پڑے گا اور ان سے اس کا مواخذہ ہوگا۔

اولاد کو چاہئے کہ وہ یہ دیکھے کہ میری ذمہ داری کیا ہے؟ اگر ماں باپ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے تو وہ جانیں، درحقیقت اجتماعی زندگی گزارنے کے لئے یہ بہت بڑی وصیت ہے اور بہت کام کی نصیحت ہے کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی فکر کرے، یہ نہ دیکھے کہ دوسرے نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ اگر ہر فریق اور ہر چھوٹا بڑا اس پر عمل کرے تو ان شاء اللہ سب کی زندگی آرام سے گزرے گی، وباللہ التوفیق۔

والدین کو محبت کی نظر سے دیکھنے کا اجر:

علماء نے لکھا ہے "اپنے والدین کو محبت وشفقت اور رحم کی نگاہوں سے دیکھئے۔"

حدیث پاک میں ہے: "جو لڑکا اپنے والد یا والدہ کی طرف محبت ورحمت کی نظر کرے

تو اللہ پاک اسے ہر نظر کے بدلے میں ایک مقبول حج اور عمرے کا ثواب عطا فرماتے ہیں، لوگوں نے پوچھا کہ اگر دن میں کوئی ہزار بار دیکھے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا چاہے ایک دن میں ایک لاکھ مرتبہ دیکھے تب بھی۔" (بحوالہ تفسیر روح البیان)

مشکوٰۃ شریف کی روایت کا مفہوم یہ ہے کہ:

"ماں باپ کی خدمت کرنے والا لڑکا یا لڑکی جتنی دفعہ بھی محبت اور عظمت کی نگاہ سے ماں یا باپ کی طرف نظر کرے تو اللہ تعالیٰ ہر دفعہ کے دیکھنے کے بدلے میں ایک مقبول حج کا ثواب اس کے لئے لکھ دیتے ہیں۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ حضرت! اگر وہ روزانہ سو دفعہ دیکھے جب بھی ہر دفعہ دیکھنے کے بدلے میں اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! اللہ بہت بڑا ہے اور بہت پاک ہے۔"

(مطلب یہ ہے کہ اس کے یہاں کوئی کمی نہیں، وہ جس عمل پر جتنا ثواب دینا چاہے دے سکتا ہے۔)

والدین سے بھلائی کرنا:

"اور تیرے رب نے حتمی حکم دیا ہے کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت اور بندگی نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔"

"احسان" درحقیقت ادائے حقوق ہی کا نام ہے اگر حقوق ادا نہ کئے جائیں تو محض خالی باتوں سے احسان کا فرض ادا نہیں ہوسکتا۔ احسان ایسا جامع لفظ ہے جس میں ہر طرح کی خیر خواہی، بھلائی اور نیک سلوک شامل ہیں۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم کرے اور ان کا حکم بجالائے اور مرنے کے بعد ان کے لئے دعا و استغفار کرے، ان کے عہد تا مقدور پورے کرے اور ان کے دوستوں کے ساتھ تعظیم و حسن سلوک سے اور ان کے اقارب کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آئے۔

ماں باپ کی شکر گزاری کا حکم:

سورۂ لقمان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور انسان کو ہم نے ماں باپ کے متعلق

تاکید کی (کہ ان کی خدمت اور اطاعت کرے، کیونکہ انہیں بالخصوص اس کی ماں نے اس کے لئے بڑی مشقتیں جھیلی ہیں چنانچہ) اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے (ان دنوں میں بھی ماں اس کی ہر طرح کی خدمت کرتی ہے، اور باپ بھی اپنی حالت کے موافق مشقت اٹھاتا ہے، اس لئے ہم نے اپنے حقوق کے ساتھ ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کا حکم بھی دیا) کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر میری طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو تُو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو، پھر تم سب کو میری طرف آنا ہے، پھر میں تم کو آگاہ کردوں گا جو کچھ تم کرتے تھے۔" (از بیان القرآن)

سب سے بڑا شکر اللہ جل شانہٗ کا جس نے وجود بخشا، اس کے بعد شکر ماں باپ کا جنہوں نے پرورش کے لئے مصیبتیں جھیلیں اور تکلیفیں اٹھائیں اسی کو فرمایا:

"ان اشکرلی ولوالدیک"

"تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر۔"

جس طرح اللہ جل شانہٗ کا شکر صرف زبان سے شکر کے کلمات نکالنے سے ادا نہیں ہوجاتا بلکہ پوری زندگی میں ظاہر و باطن سے احکام کی تعمیل کا نام شکر ہے اسی طرح ماں باپ کی شکر گزاری ان کے حق میں اچھے بول بول دینے سے اور ان کی تعریف کر دینے سے اور ان کی تکلیفوں کا اقرار کر لینے سے ادا نہیں ہوتی، بلکہ ماں باپ کی فرمانبرداری اور جان و مال سے ان کی خدمت گزاری اور ان کی نافرمانی سے بچنے سے ان کی شکر گزاری ہوتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کس طرح کیا جائے؟ انہوں نے فرمایا کہ تو ان پر اپنا مال خرچ کر اور تجھے جو حکم دیں اس کی تعمیل کر، ہاں اگر گناہ کا حکم دیں تو اس کو مت مان۔ (بحوالہ درمنثور)

ماں باپ کی شکر گزاری کا حکم دے کر ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کیسے ہی محسن سہی اللہ تعالیٰ

سے بڑھ کر نہیں ہیں، اگر ماں باپ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنانے کا حکم دیں اور نہ صرف معمولی حکم دیں بلکہ اس پر زور ڈالیں تب بھی اس بارے میں ان کی اطاعت اور فرمانبرداری مت کرنا۔ سورۂ لقمان میں اس امر کو واضح فرمایا، پھر سورۂ عنکبوت میں بھی اس کو دہرایا۔

صاحب مروت کون ہے؟

فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص مروت کا کامل ہے جو والدین سے حسن سلوک کرتا ہے، رشتے داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے، اپنے بھائیوں کا احترام کرتا ہے، اہل وعیال سے اور خدام سے حسن سلوک رکھتا ہے اور اپنے دین کی حفاظت اور مال کی اصلاح کرتا ہے، ضرورت سے زائد خرچ نہیں کرتا ہے، زبان کی نگرانی کرتا ہے، اپنے گھر میں جما رہتا ہے یعنی اپنے کام میں لگا رہتا ہے اور فضول لوگوں کی مجلس میں نہیں جاتا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

والدین کی فرمانبرداری کے لئے نفلوں کو ترک کیا جا سکتا ہے اور یہ افضل ہے۔

والدین کے ساتھ بھلائی کی صورت ایک یہ بھی ہے کہ والدین نے جن لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا ہے ان سے خود بھی ترک تعلق کرے اور جن لوگوں سے والدین کے تعلقات ہوں ان سے خود بھی تعلق رکھے۔

والدین کے معاملے میں مخالفوں پر ایسا ہی غصہ کرے جیسا اپنی ذات کے لئے کرتا ہے۔

اگر کہیں سے کھانے پینے کی چیز لاؤ تو سب سے اچھا کھانا ماں باپ کو دو۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ گے تو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک کرے گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

”حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم دوسروں کی عورتوں سے پرہیز کر کے پاک

دامن رہو ایسا کرنے سے تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی اور اپنے باپوں کے ساتھ حسن سلوک کرو ایسا کرنے سے تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کریں گے اور جس شخص کے پاس اس کا (مسلمان) بھائی معذرت خواہی کے لئے آئے تو اس کی معذرت قبول کر لے خواہ وہ حق پر ہو خواہ ناحق پر، اگر ایسا نہ کیا (یعنی معذرت قبول نہ کی) تو میرے حوض (کوثر) پر نہ آئے گا۔“ (بحوالہ مستدرک حاکم)

اس حدیث پاک میں تین اہم باتیں ارشاد ہوئیں۔

پہلی بات:

اول یہ کہ اگر تم پاک دامن رہو گے اور دوسروں کی عورتوں کی طرف نفس اور نظر کو متوجہ نہ کرو گے تو چونکہ تم نے دوسروں کی عورتوں سے اپنی حفاظت کی، اس لئے اللہ جل شانہٗ کی جانب سے اس کا یہ انعام ملے گا کہ تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی، ان کی طرف نفسانی ہوس رکھنے والے متوجہ نہ ہوں گے اور نہ وہ شوہروں کے علاوہ کسی پر نظر ڈالیں گی۔

دوسری بات:

دوسری بات یہ بتائی کہ اگر تم اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو گے تو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گی، ظاہری سبب کے اعتبار سے تو یہ بات بالکل واضح ہے کیونکہ جب تم کو اولاد دیکھے گی کہ ماں باپ کے ساتھ اکرام واحترام کیساتھ پیش آتے ہو اور جان و مال سے خدمت کرتے ہو، تو تمہارے عمل سے بچے بھی سبق سیکھیں گے اور سمجھیں گے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک ہمارے معاشرے کا جزو ہے، ہم کو بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ یہی کرنا چاہئے، جیسے ہمارے ماں باپ نے اپنے والدین کے ساتھ کیا ہے۔

اور باطنی طور پر اس کو اس طرح سمجھ لو کہ یہ ”جیسا کرو گے ویسا بھرو گے“ کے مطابق ہے، جب تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس کے صلے میں اللہ جل شانہٗ تمہاری اولاد کو تمہاری خدمت کی طرف متوجہ فرمائے گا اور اولاد کے قلوب میں تمہاری عزت

وو قعت ڈال دے گا۔

نیز اس کے ساتھ اس کا برعکس بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اگر تم نے ماں باپ کے ساتھ برا سلوک کیا تو تمہاری اولاد تم سے یہی سیکھے گی اور جب اس کا نمبر آئے گا تو تمہارے ساتھ وہی سلوک کرے گی جو تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ کیا تھا۔

ایک قصہ سنا تھا کہ ایک شخص نے اپنے بوڑھے باپ کو چادر میں گٹھڑی کی طرح باندھا، پھر اس کو کنویں میں ڈالنے کے لئے چل دیا، جب ایک کنویں کی من پر جا کر رکھا اور قریب تھا کہ کنویں میں ڈال دے، تو باپ نے کہا کہ بیٹا اس کنویں میں نہ ڈال کسی دوسرے کنویں میں ڈال دے کیونکہ اس میں میں نے اپنے باپ کو ڈالا تھا یہ سن کر بیٹے کو ہوش آیا اور گٹھڑی کھول کر الگ کھڑا ہوا گیا اور باپ کو احترام کے ساتھ گھر لے آیا۔

تیسری بات:

تیسری بات یہ بتائی کہ جب کسی مسلمان سے کوئی ناراضگی کی بات ہو جائے اور اس کے بعد وہ معافی مانگنے لگے اور عذر خواہی کرے تو اس کی معذرت قبول کر کے دل صاف کرلو، یہ نہ دیکھو کہ غلطی کس کی تھی؟ وہ غلطی پر تھا یا تم غلطی پر تھے، اس کو جانے دو، جب معافی مانگنے لگا تو معاف کردو، بلکہ اگر تمہاری غلطی تھی تو تم بھی معافی مانگ لو، اور اس کی کوئی حق تلفی کر چکے ہو تو اس کی تلافی کردو۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنے بھائی کے سامنے عذر خواہی کی پھر اس نے عذر قبول نہ کیا تو اس کو ایسا (بڑا) گناہ ہوگا جیسا کہ ظلماً ٹیکس وصول کرنے والے کو ہوتا ہے۔

(بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے طریقے:

والدین کا فرض ہے کہ وہ بچوں کو بتائیں کہ اپنے باپ اور ماں کے ساتھ اس انداز پر نیک سلوک کریں مثلاً:

۱) ان کے آگے آگے نہ چلیں۔

۲) ان کا نام لے کر انہیں نہ پکاریں۔

۳) ان سے پہلے نہ بیٹھیں۔

۴) ان کی نصیحت سن کر تنگ دل نہ ہوں۔

۵) جس کھانے پر ان کی نظر جائے اسے نہ کھائیں (بلکہ ان کے لئے رکھ دیں)

۶) اور ان کے سامنے ان سے بلند تر مقام پر نہ بیٹھیں۔

۷) ان کے حکم یا بات کی مخالفت نہ کریں۔

یہ تمام باتیں ہم نے اس آیت سے اخذ کی ہیں، جس کا مفہوم ہے کہ۔

"اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو، اگر تیرے پاس ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو بلکہ ان کے سامنے نہایت مؤدبانہ طریقے سے بات کرو اور رحم کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے بازو سمیٹے رہو اور یہ دعا کرو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر اس طرح رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا تھا۔"

(بحوالہ سورۃ الاسراء)

صاحب مروّت کون ہے؟

فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص مروت میں کامل ہے جو والدین سے حسن سلوک کرتا ہے۔ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے، اپنے بھائیوں کا احترام کرتا ہے۔ اہل وعیال سے اور خدام سے حسنِ سلوک رکھتا ہے اور اپنے دین کی حفاظت اور مال کی اصلاح کرتا ہے۔ ضرورت سے زائد ہو تو خرچ کرتا ہے، زبان کی نگرانی کرتا ہے اپنے گھر میں جما رہتا ہے یعنی اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔ فضول لوگوں کی مجلس میں نہیں جاتا۔

آدمی کی سعادت:

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں انسان کی سعادت میں شمار ہوتی ہیں۔

۱۔ بیوی نیک ہو۔

۲۔ اولاد فرمانبردار ہو۔

۳۔ دوست احباب نیک ہوں۔

۴۔ رزق اپنے ہی شہر میں ہو۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

باپ بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے:

اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے اپنے ارشادات میں والد سے بھی حُسن سلوک کی ب تاکید فرمائی ہے بلکہ اس کے ادب واحترام اور اطاعت پر بڑا زور دیا ہے۔ آپ ﷺ اپنے ایک ارشاد میں باپ کو بہشت کا دروازہ قرار دیا ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے ہے کہ باپ بہشت کے بہترین دروازوں میں سے ہے اب تو چاہے تو اس درواز حفاظت کر اور چاہے کھو دے۔ (بحوالہ ابن ماجہ)

اس حدیث میں باپ کو جنت کا دروازہ کہا گیا ہے یعنی باپ کی خدمت اولاد کو بہشت کا حقدار بنا دیتی ہے اس لئے اولاد کو اس دروازے کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے اس مطلب یہ ہے کہ باپ کی خدمت کی جائے اور اس سے عمدہ سلوک کیا جائے تاکہ اللہ را ہو اور جنت میں داخل ہونا واجب ہو جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السا کے ہاں تشریف لائے تو وہ اُن کے استقبال کے لئے کھڑے نہ ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ کیا تم اپنے والد کے لئے کھڑے ہو نے کو بہت بڑی بات سمجھتے ہو؟ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم! میں تمہارے صلب میں سے نبی نہیں کروں گا۔

ماں باپ کے ساتھ حُسن سلوک کا حکم:

احادیث میں ماں کی خدمت، اطاعت اور اس کے ساتھ حُسن سلوک کی طرف مختلف پہلوؤں سے توجہ دلائی گئی ہے۔ یہاں بعض پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے!......

رسول اللہ ﷺ نے باپ کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔ لیکن ماں کے ساتھ حسن سلوک پر اس سے بھی زیادہ زور دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے!...... ’’میں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں، میں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں، میں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں، میں آدمی کو اس کے باپ کے بارے میں تاکید کرتا ہوں۔‘‘ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں !...... ’’میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ! عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے شوہر کا، میں نے پوچھا مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی ماں کا۔‘‘ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ باپ کے مقابلے میں ماں کمزور ہے، اس لئے حضور ﷺ نے اس کے ساتھ حُسن سلوک کی زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بات بھی ہو، لیکن اصل وجہ یہ ہے کہ ماں کے احسانات باپ سے زیادہ ہیں، اور وہ فی الواقع اس کی مستحق ہے کہ اس کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے دس معصیتوں کا ذکر فرمایا ہے اور کہا ہے کہ جب میری اُمت ان ارتکاب کرنے لگے تو اس پر مُصیبتوں اور عذاب کا نزول شروع ہو جائے گا۔ ان میں ایک یہ ہے کہ ’’آدمی اپنی بیوی کی بات مانے گا، اور ماں کی نافرمانی کرے گا۔ دوست ساتھ اچھا رویہ اختیار کرے گا اور باپ کے ساتھ اس کا رویہ سخت ہوگا۔‘‘ ایک روایت اس طرح والدین کی نافرمانی کو علامات قیامت میں سے ایک علامت قرار دیا گیا کے ساتھ حسن سلوک کو گناہوں کی مغفرت اور حصول جنت کا ذریعہ بتایا گیا عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ حارثہ بن نعمانؓ اپنی ماں کے ساتھ سب کرتے تھے۔ ایک روز رسول ﷺ نے فرمایا !...... میں نے خواب میں دیکھا۔ وہاں میں نے کسی کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا آواز ہے؟ بتایا گیا کہ حارثہ بن نعمانؓ کی آواز ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہے ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کا ثواب۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر

ہوئے۔ان کے ساتھ ایک بڑے میاں بھی تھے۔حضور ﷺ نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے والد ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان سے آگے نہ چلنا، ان سے پہلے نہ بیٹھنا ان کا نام لے کر نہ پکارنا اور ان کو برا نہ کہنا۔حضرت عروہ ؓ سے کسی نے پوچھا کہ قرآن پاک میں ان کے سامنے جھکنے کا حکم فرمایا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ کوئی بات تیری ناگواری کی کہیں تو ترچھی نگاہ سے ان کو مت دیکھ کہ آدمی کی ناگواری اول اس کی آنکھ سے پہچانی جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ جس نے باپ کی طرف تیز نگاہ کر کے دیکھا وہ فرمانبردار نہیں ہے۔حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا جہاد کو بہت دل چاہتا ہے لیکن مجھے قدرت نہیں ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا! کہ تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا میرے والد زندہ ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی ان کے حقوق کی ادائیگی میں فتویٰ سے آگے بڑھ کر تقویٰ پر عمل کرتے رہو) جب تم ایسا کرو گے تو تم حج کرنے والے بھی ہو اور عمرہ کرنے والے بھی ہو اور جہاد کرنے والے بھی ہو۔یعنی جتنا ثواب ان چیزوں میں ملتا ہے اتنا ہی تمہیں ملے گا۔

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس کے والدین حیات ہوں اور وہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو، اس کے لئے جنت کے دو دروازے نہ کھل جاتے ہوں، اور اگر ان کو ناراض کر دے تو اللہ جل شانہٗ اس وقت تک راضی نہیں ہوتے جب تک کہ ان کو راضی نہ کر لے۔کسی نے عرض کیا کہ اگر وہ ظلم کرتے ہوں۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر چہ وہ ظلم کرتے ہوں۔حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز کا اپنے وقت پر پڑھنا۔میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد۔حضور ﷺ نے فرمایا جہاد۔ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد وارد ہوا

ہے کہ اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کے ستانے کے علاوہ تمام گناہ ایسے ہیں کہ جن سے اللہ جل شانہٗ جس کو چاہتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں اور ماں باپ کو ستانے کا گناہ ایسا ہے کہ اس گناہ کے کرنیوالے کو اللہ جل شانہ موت سے پہلے والی زندگی ہی میں سزا دے دیتے ہیں۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

یاد رکھئے! ماں کا مقام بیوی سے بڑھ کر ہے۔یہ عجیب بات ہے کہ قدرت نے ساس بہو کے رشتے میں فطری طور پر رقابت کا جذبہ رکھا ہے۔یوں تو ساس بچپن ہی سے بیٹے کے سر پر سہرا سجانے اور ایک اچھی بہو لانے کا خواب دیکھتی ہے۔اور پھر جب وہ اپنی پسند اور اپنی مرضی کے مطابق دھوم دھام سے بہو لانے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو اسے انتہائی گراں گزرنے لگتا ہے۔کہ اس کی بہو اس کے بیٹے کے پیار میں حصہ دار بن گئی ہے۔وہ ہرگز یہ نہیں چاہتی کہ ماں بیٹے کے معاملے میں کوئی دوسرا دخل اندازی کرے۔یہاں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر بیٹا ماں پر زیادہ توجہ دیتا ہے تو بیوی کو اچھا محسوس نہیں ہوتا اور اگر بیٹے کی توجہ بیوی پر ہو تو ماں اس کے رویئے پر اندر ہی اندر گھلتی رہتی ہے اور یہ ایک ایسا فطری جذبہ ہے کہ جسے ختم نہیں کیا جاسکتا۔یہاں اگر لڑکی سمجھداری کا مظاہرہ کرے اور شوہر کی اپنی ماں سے زیادہ اہمیت کو فطری جذبہ سمجھ کر نظر انداز کر دے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہوگا۔کیونکہ اسے یہ نکتہ ہر حال میں ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ بیوی کی اہمیت اپنی جگہ۔لیکن ماں کا جو رتبہ ہے اس کا مقابلہ کسی اور رشتے سے نہیں کیا جاسکتا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی عزت اور قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔



ذمہ داری نمبر......۲:

﴿والدین کے شکر گزار بن کر رہیئے﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ! تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر کہ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ (سورۃ لقمان آیت نمبر ۳)

ف: اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ہے کہ ہر دن میں پانچ بار نماز پڑھے تو اسی طرح والدین کا شکر یہ ہے کہ ان کے لئے ہر دن میں پانچ نمازوں میں پانچ مرتبہ دُعا کیا کرے۔

چنانچہ آیت بالا کے مفہوم سے واضح ہوا کہ! والدین کا شکر گزار رہنا چاہیئے، محسن کی شکر گزاری اور احسان مندی، شرافت کا اولین تقاضہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے وجود کے دُنیا میں آنے کا سبب والدین ہی ہیں، پھر والدین ہی کی پرورش اور نگرانی میں ہم پلتے بڑھتے اور سن شعور کو پہنچتے ہیں اور والدین جس غیر معمولی قربانی، بے مثال جانفشانی اور انتہائی شفقت سے ہماری سرپرستی فرماتے ہیں اس کا تقاضہ ہے کہ ہمارا سینہ ان کی عقیدت واحسان مندی اور غفلت ومحبت سے سرشار ہو، اور ہمارے دل کا ریشہ ریشہ ان کا شکر گزار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شکر گزاری کے ساتھ والدین کی شکر گزاری کی بھی تاکید فرمائی جیسا کہ آیت کا مفہوم سابق میں گزرا۔ چنانچہ جس طرح ہمارے لئے اپنے پروردگار اعظم کا شکر یہ ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح والدین کا شکر یہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ایک شخص نے رسول اقدس ﷺ کے سامنے اپنی والدہ کی بداخلاقی کی شکایت کی آپ ﷺ نے اس شخص سے پوچھا کیا تم نے اس عورت کے احسانوں کا بدلہ چکا دیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے اسے کندھے پر اٹھا کر حج کروایا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کی خدمت کا بوجھ ابھی واپس نہیں کیا۔ جب اسے بار بار ماں کے احسانات یاد دلائے گئے تو اسے احساس ہوا کہ ماں اگر زیادتی بھی کرتی ہے تو اسے برداشت کرنا اس پر لازم ہے۔

ف: ماں باپ کی خدمت اس احسان کا بدلہ ہے جو انہوں نے پرورش کی صورت میں کیا۔ احسان کا احساس رکھنا اور اس کا بدلہ ادا کرنے کی عادت گھر سے شروع کی جاتی ہے۔ جب کوئی یہ محسوس کر لے کہ اس نے کسی کے احسان کو محسوس کرنا اور اس کا اچھا بدلہ ادا کرنا ہے تو وہ دوسروں کی عنایات کا بھی شکر گزار ہونا سیکھ لیتا ہے اور اس طرح اس کے طرز عمل میں مشکوری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

رسول اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو لوگوں کا شکر یہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔

بعض لوگ اپنے والدین پر آنے والے اخراجات کے بارے میں سوال کرتے ہیں، اس سلسلے میں یہ بات ہمیں گوش گزار کر لینی چاہیے کہ جب ہم کسی پر احسان کرنے لگیں تو چاہئے کہ وہ کھلے دل کے ساتھ کیا جائے۔ قرآن کریم نے اسی مفہوم سے متعلق ارشاد فرمایا کہ! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں ان کو جواب دیجئے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اس کے اولین حقدار تمہارے والدین ہیں۔

بہر حال خلاصہ یہ ہوا کہ ہر نوجوان پر والدین کے سلسلے میں دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے والدین کے شکر گزار رہیں اور یہی فرمان اللہ تعالیٰ کا ہے۔

ویسے بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ والدین ہمارے محسن ہوتے ہیں، ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کا شکر یہ ادا کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں۔

یاد رہے کہ دل میں شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہوگا تو والدین کی خدمت کا جذبہ بھی پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ ذمہ داری پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

والدین کے احسانات بے شمار ہیں:

اسلام میں اللہ اور رسول ﷺ کے بعد سب سے زیادہ اور اونچا درجہ ماں کا ہے۔ اسلام نے ماں اور باپ دونوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے، اور ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اس لئے کہ انسان پر دونوں ہی کے احسانات ہیں۔ لیکن قرآن اور حدیث میں ماں کے احسانات کو نمایاں کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد پاک ہے: ''ہم نے انسان کو تاکید

کی کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا، اور دو سال میں اس کا دودھ چھوٹا۔حکم دیا کہ میرا تم شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی شکر بجالا۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔'' ایک اور جگہ پر ارشاد پاک ہے کہ۔'' ہم نے انسان کو وصیت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ اس کی ماں نے تکلیف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور تکلیف اٹھا کر اسے جنا۔اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے۔'' (بحوالہ سورۃ الاحقاف)

بچے کی نگہداشت، پرورش، خدمت اور تعلیم وتربیت وغیرہ میں ماں کے ساتھ باپ بھی شریک ہوتا ہے۔لیکن حمل، وضع حمل اور رضاعت کی تکلیف تنہا ماں برداشت کرتی ہے۔نو ماہ تک حمل کا بوجھ اٹھانا، موت وحیات کی کشمکش سے گزر کر بچے کو جنم دینا اور پھر اپنے خون کو دودھ بنا کر اپنے بچے کو پلانا اور اس پورے عرصے میں سخت احتیاط کی زندگی گزارنا آسان نہیں ہے۔اس صعوبت کے برداشت کرنے میں باپ اس کا شریک ہوتا ہے۔اس لئے اس کا احسان باپ سے بھی زیادہ ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے والدین کی قدر اور خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، (آمین) تاکہ والدین کی خدمت بجالا کر ہم جنت کے مستحق بن سکیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ذمہ داری نمبر......۳:

﴿والدین کی دل وجان سے خدمت کیجئے﴾

والدین کی خدمت سے متعلق کتب واحادیث میں کثرت سے احادیث ملتی ہیں اختصار کی غرض سے کچھ احادیث ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے۔

ماں باپ کی خدمت اور جہاد:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اقدس ﷺ کے پاس جہاد میں

شریک ہونے کی غرض سے حاضر ہوا۔رسول اقدس ﷺ نے اس سے پوچھا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں اس نے کہا جی ہاں زندہ ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ اور ان کی خدمت کرتے رہو یہی جہاد ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

والدین کی خدمت نہ کرنے پر وعید:

رسول اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ آدمی ذلیل ہو، پھر ذلیل ہو، پھر ذلیل ہو، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کون آدمی؟ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا وہ آدمی جس نے اپنے ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا۔ دونوں کو پایا، یا کسی ایک کو اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا۔ (بحوالہ مسلم شریف)

فائدہ: مذکورہ پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت جہاد سے افضل ہے کیونکہ حضور ﷺ نے جہاد میں شریک ہونے والے کو جہاد چھوڑ کر والدین کی خدمت میں مشغول ہونے کا حکم فرمایا ہے۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو مانتے ہیں کہ آدمی کو والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا جائز نہیں، جہاد کے بجائے والدین کی خدمت افضل ہوگی سوائے اس کے کہ جب نفیر عام (عام کوچ کرنے) کا اعلان ہو جائے۔ایسی حالت میں جہاد کے لئے جانا فرض ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ہر بیٹے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی دل وجان سے خدمت کرے، یقیناً والدین کی خدمت کر کے بیٹا اپنے آپ کو جنت کا مستحق بنا سکتا ہے، ماں باپ کی خدمت سے ہی دونوں جہانوں کی بھلائی، سعادت، عظمت کامیابی وکامرانی حاصل ہوتی ہے اور انسان دونوں جہاں کی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے بہر حال، بحیثیت بیٹے کے ہر نوجوان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ والدین کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑے ورنہ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ والدین کی خدمت نہ کرنے پر آخرت میں تو پکڑ ہوگی ہی لیکن دنیا میں بھی اس کا انجام بھگتنا پڑے گا جیسا کہ مشاہدہ عام ہے کہ جس نے اپنے والدین کی خدمت نہیں کی تو اس کی اولاد بھی اس کو اسی طرح بھلا دیتی ہے اور وہ اپنی اولاد سے خدمت کی حسرت

لئے ہوئے اس دنیا سے چل بستا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھے سلوک کا معاملہ کرو تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرے گی۔

(بحوالہ بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کی بھرپور خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بڑھاپے میں والدین کی خدمت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے "اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک ان میں سے یا دونوں تو نہ کہہ ان کو "ہوں" اور نہ جھڑک ان کو۔"

یوں تو جوانی ہو یا بڑھاپا ہر عمر میں والدین کے ساتھ نرمی اور عاجزی سے پیش آنا چاہئے لیکن بڑھاپے میں اس امر کی خصوصی تاکید اس لئے کی گئی ہے کہ اس عمر کی کمزوری کے باعث انسان میں بات کی برداشت کم ہو جاتی ہے اور مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے اس دور کے لئے خاص طور پر تاکید کی گئی ہے کہ ان کے ساتھ عاجزی اور نرمی کا سلوک کیا جائے اور ہر بات میں ان کی مرضی اور مزاج کا خیال رکھا جائے۔ بڑھاپے میں خدمت کی احتیاج بھی زیادہ ہوتی ہے جس سے بعض اوقات اہل و عیال بھی اکتانے لگتے ہیں اس کے علاوہ زیادہ پیرانہ سالی میں انسان کے ہوش و حواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے۔ سعادت مند اولاد کا کام ہے کہ اس وقت بوڑھے والدین کی خدمت گزاری و فرمانبرداری سے نہ ہارے، قرآن نے تنبیہ کی کہ جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا ان کے مقابلے میں زبان سے "ہوں" بھی مت کرو۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب سہارنپوریؒ اس آیت کی تفسیر حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

"اگر والدین بوڑھے ہو جائیں اور تمہیں ان کا پیشاب، پاخانہ بھی دھونا پڑے تو بھی "اف" بھی نہ کرو جیسا کہ تمہارے بچپن میں وہ تمہارا پیشاب پاخانہ دھوتے رہے۔"

بوڑھے ماں باپ کی دعاؤں میں بڑا اثر ہوتا ہے اس لئے یہ وقت کھونا نہیں چاہئے۔ اکثر

لوگوں کی زندگی میں رزق کی فراوانی اور خوشحالی بوڑھے والدین کی دعاؤں ہی سے آتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا خاک آلود ہو ناک اس شخص کی، خاک آلود ہو ناک اس شخص کی، خاک آلود ہو ناک اس شخص کی (یعنی آپ ﷺ نے تین مرتبہ گویا یہ بد دعا فرمائی کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو) پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون شخص ہے؟ (جس کے حق میں بد دعا فرمائی جا رہی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا جو اپنے والدین میں سے کسی ایک یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور پھر جنت میں داخل نہ ہو یعنی جس شخص کے ماں باپ دونوں میں سے کوئی ایک بڑھاپے کی حالت میں ہو اور وہ شخص ان کی خدمت کر کے ان کو راضی نہ کرے تو وہ انتہائی بدقسمت ہے۔ کیونکہ خصوصیت سے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرنا بڑے اجر کی بات ہے اور جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔ حدیث کا متن یہ ہے:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، عرض کی گئی یا رسول اللہ! کس کی؟ فرمایا کہ جو بڑھاپے کی حالت میں اپنے والدین کو پائے دونوں میں سے ایک کو یا دونوں کو اور پھر بھی جنت میں داخل نہ ہو۔" (بحوالہ مسلم شریف)

والدین بڑی عمر کے ہو جائیں اور ان کے بول و براز تک اٹھانے کی ضرورت پڑے تو ایسے وقت میں ناک نہ چڑھاؤ اور منہ ترش نہ کرو کیونکہ وہ تیرے بچپن میں بول و براز اٹھاتے رہے ہیں اور بکثرت اس حال کو دیکھتے رہے ہیں۔

جو شخص بوڑھے لوگوں کا احترام نہ کرے وہ حضور اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ ﷺ خود بوڑھے لوگوں کا بے حد احترام کیا کرتے تھے اور یہی بات آپ ﷺ نے امت کو فرمائی ہے۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم و شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے اور نیکی اور بھلائی کا حکم نہ دے اور بدی و برائی سے منع نہ کرے۔" (بحوالہ ترمذی شریف)

ایک اور حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر اپنی عزت اور تعظیم کروانا چاہتے ہو تو بوڑھے

لوگوں کی عزت کرو۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو بھی جوان کسی بوڑھے شخص کی اس کے بڑھاپے کے سبب تعظیم کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت کسی ایسے شخص کو متعین کر دیتا ہے جو اس کی تعظیم کرتا ہے۔'' (بحوالہ ترمذی شریف)

ان دونوں حدیثوں میں بوڑھے لوگوں کی عزت کے بارے میں کہا گیا ہے مگر یاد رہے کہ عام بوڑھے لوگوں کی جب عزت کا حکم دیا گیا ہے تو بوڑھے والدین کا مقام تو ان سے کہیں بڑھ کر ہے۔

بوڑھے والدین کی ضد کو برداشت کرنا اولاد کا امتحان ہے:

کسی دانا شخص نے کیا خوب کہا ہے ''ایک باپ کتنی شفقت سے گیارہ بیٹوں کی پرورش کرتا ہے اور کتنے افسوس کی بات ہے کہ گیارہ بچے مل کر ایک باپ کا بڑھاپے میں صرف خیال نہیں رکھ سکتے۔'' جب والدین پر بڑھاپا طاری ہو جاتا ہے تو ان کی طبیعت قدرے وہمی اور ضدی پن کا شکار ہو جاتی ہے، یادداشت کمزور پڑ جاتی ہے، معاملہ فہمی، تحمل اور قوت برداشت مفقود ہونے لگتی ہے، کسی چیز میں سود و زیاں کا احساس بھی کمزور پڑ جاتا ہے اور ہر بات پر ضد کرنا عادت ثانیہ بن جاتی ہے۔ آپ انہیں اگر کسی بات پر روکیں گے تو وہ سنی ان سنی کر دیں گے اور اپنے دل کی خواہش کے مطابق اس بات پر عمل کریں گے، ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ بڑھاپا نام ہی اسی چیز کا ہے۔ بوڑھے ماں باپ اگر چھوٹی چھوٹی بات پر ٹوکتے ہیں تو جوان بیٹا یہ سمجھتا ہے کہ ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتے ہیں لیکن والدین کی طبیعت میں ضد اور چڑچڑاپن ایک قدرتی عمل ہے لیکن یہ تو اچھی اولاد کی آزمائش ہے اور بوڑھے ماں باپ کی ضد کو برداشت کرنا اچھی اولاد کے لئے ایک بہت بڑا امتحان ہے اور جو اس امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو گویا جنت اس پر واجب ٹھہرا دی جاتی ہے۔

ماں کا خادم جنت میں موسیٰ علیہ السلام کا پڑوسی بن گیا:

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ''کتاب المنتظم فی تواریخ الامم'' میں تحریر کرتے ہیں کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی مجھے میرا رفیق جنت دنیا میں دکھا دے، ارشاد ہوا فلاں شہر جائیں اور وہاں ایک قصاب سے ملاقات کریں وہی تمہارا جنت میں ساتھی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس پہنچے، اس نے آپ کو دیکھتے ہی عرض کیا اے نوجوان کیا تم میری دعوت قبول کرو گے، آپ نے فرمایا ہاں، وہ انہیں اپنے گھر لے گیا اس نے آپ کے سامنے کھانا چنا، جب کھانا کھانے لگے تو وہ ایک لقمہ خود اٹھاتا اور دو لقمے قریب ہی پڑی زنبیل میں ڈال دیتا اسی اثناء میں دروازہ کھٹکا اور وہ اٹھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زنبیل میں دیکھا کہ اس کے والدین نہایت بوڑھے اور نحیف ترین حالت میں ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر دونوں مسکرائے پھر آپ کی رسالت کی تصدیق کر کے ایمان کی دولت سے مشرف ہوتے ہی فوت ہو گئے۔

وہ جوان واپس پلٹا اور زنبیل میں دیکھا تو اس کے ماں باپ فوت ہو چکے تھے وہ مسکرایا پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ چومے اور آپ پر ایمان لے آیا کہنے لگا اے موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں آپ نے فرمایا تجھے کیسے معلوم ہوا، کہا ان دونوں نے جو اس زنبیل میں ہیں یہ میرے ماں باپ ہیں یہ اتنے بوڑھے ہو چکے تھے کہ میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑتا تھا جہاں جاتا ساتھ لیے پھرتا جب تک انہیں کھلا پلا نہ لیتا خود نہیں کھاتا تھا جب یہ سیر ہو کر کھانا کھا لیتے تو روزانہ دعا فرماتے الٰہی ہمارے سامنے اس بیٹے کو جنت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ نصیب فرما اور ہماری اس وقت تک جان نہ نکلے جب تک تیرے کلیم کی زیارت نہ کر پائیں آپ نے فرمایا اے جوان پھر تجھے بشارت ہو کہ تیرے والدین کی دعا تیرے حق میں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔

(بحوالہ کتاب المنتظم فی تواریخ الامم)

والدہ کی دعا کا اثر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام انطاکیہ سے شام کا ارادہ کر کے باہر نکلے، چلتے چلتے تھک گئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی میرے کلیم اس پہاڑی کی وادی میں اکناف و اطراف سے آئے ہوئے لوگ موجود ہیں۔ ان میں میرا ایک خاص بندہ بھی ہے اس سے سواری طلب کریں،

آپ نے اسے نماز پڑھتے دیکھا جب وہ فارغ ہوا تو آپ نے کہا اے بندۂ خدا مجھے سواری چاہئے۔ اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو بادل کا ایک ٹکڑا آتا دکھائی دیا۔ اس نے کہا نیچے آ اور اس انسان کو جہاں یہ چاہتا ہے پہنچا دو۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر سوار ہوئے اور چل دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے کلیم! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ مرتبہ اسے کیسے حاصل ہوا، سنیے! میں نے یہ مرتبہ اسے ماں کی خدمت کے صلے میں دیا، اس کی ماں نے بوقت اجل دعا مانگی تھی الٰہی! اس نے میری ضروریات کا خیال رکھا، اس لئے تیرے حضور میری دعا ہے کہ تجھ سے یہ جو بھی طلب کرے عطا فرمانا، اگر یہ مجھ سے آسمان کو زمین پر الٹ دینے کی بھی درخواست کرے گا تو بھی منظور کرلوں گا۔

(بحوالہ نزہتہ المجالس)

والدین کے ساتھ بھلائی کی صورتیں:

غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ والدین کے ساتھ بھلائی کی صورتیں یہ ہیں کہ اولاد ان کی ضرورتوں کو پورا کرے، انہیں تکلیف نہ پہنچنے دے۔ والدین کے ساتھ بچوں جیسی نرمی اور محبت کی باتیں کرے، ان کی خدمت کرنے میں کوتاہی نہ کرے والدین سے کھنچ کر نہ رہے، سچے دل اور محبت سے ان کی خدمت کرے ان کی طرف سے دکھ برداشت کرے، ان کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرے، شرعی مخالفت نہ ہو تو کسی کام میں ان کی مخالفت نہ کرے اگر وہ کسی ایسے کام کے لئے کہیں (جو خلافِ شرع ہو) تو اس حکم کو نہ مانے۔ جیسے حج، نماز، زکوٰۃ، کفارہ اور اللہ تعالیٰ کی توحید وغیرہ ترک کرنے کا حکم نہ مانے۔ اگر والدین کے حکم سے کسی حرام کام کا ارتکاب ہوتا ہو جیسے زنا، شراب نوشی، قتل زنا کی تہمت لگانا، ناجائز مال لینا یعنی چوری اور ڈاکہ وغیرہ تو اس حکم کی اطاعت نہ کرے۔ والدین کی فرمانبرداری کے لئے نفلوں کو ترک کیا جاسکتا ہے اور یہ افضل ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ والدین نے جن لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا ہے ان سے خود بھی ترکِ تعلق کرے اور جن لوگوں سے والدین کے تعلقات ہوں ان سے خود بھی تعلق رکھے۔ والدین کے معاملے میں مخالفوں پر ایسا ہی غصہ کرے جیسا اپنی ذات کے لئے کرتا ہے اگر

والدین کی کسی بات پر غصہ آئے تو اس وقت والدین کی ان تکالیف، ان کے ایثار، قربانی اور خلوص ومحبت کو یاد کرو جو انہوں نے تمہاری پرورش کے دوران کی ہیں اور اس وقت اللہ کے اس فرمان کو بھی یاد کرو کہ والدین کے ساتھ عزت کے ساتھ بات کرو۔ اگر والدین کی شفقت کی یاد بھی غصہ کو فرو نہ کرسکے تو سمجھ لے کہ وہ بدنصیب ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں گرفتار ہے۔

والدین کی خدمت کی تاکید:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا:

رَغِمَ انفُہُ، ثم رَغِمَ انفہ، ثم رغم انفہ قِیْلَ من یا رسولَ اللہِ ﷺ؟..... قال، (من ادرکَ وَالِدَیْہِ عندِ الکبرِ، احدَھما او کِلَا ھُمَا ثم لَمْ یدخُلُ الجَنَّۃَ.

''اس آدمی کی ناک گرد آلودہ ہو، وہ آدمی ذلیل ہو، وہ آدمی رسوا ہو جائے۔'' دریافت کیا گیا: کون، یارسول اللہ؟ فرمایا: ''جس نے بڑھاپے میں اپنے والدین کو پایا، کسی ایک کو یا دونوں کو، پھر ان کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہ ہوسکا۔''

(بحوالہ صحیح مسلم شریف)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ: اَلوَالِدُ اَوسطُ ابوابَ الجَنّۃَ، فان شِئتَ فَاَضِعُ ذلک البابَ او اِحفَظہُ. ''والدین جنت کا بہترین دروازہ ہے'' چاہو تو اس دروازے کو ضائع کردو، اور چاہو تو اس کو محفوظ کرلو۔''

حضرت ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَنَّ الرَجلَ لِتُرفَعُ درجتُہُ فی الجنۃِ، فیقول: انی ھذا؟ فَیُقَالُ: بِاِستَغفَارِ وَلَدِکَ لَکَ. ''ایک آدمی کا درجہ جنت میں بلند کردیا جاتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے: یہ کہاں سے ہوگیا؟ جواب ملتا

ہے: تیرے بچے نے تیرے حق میں استغفار کیا، اس کے طفیل یہ درجہ بلند ہوا ہے۔"

والدین کی خدمت کی اہمیت:

بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے ماں باپ اس کی ہر طرح سے دیکھ بھال کرتے ہیں، اس کی گندگیاں صاف کرتے ہیں، بچے کی چھوٹی موٹی باتوں کو برداشت کرتے ہیں، اسکی دینی ودنیاوی تربیت کرتے ہیں۔ جو بچہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوسکتا اس کو وقت کے ساتھ ساتھ زندگی گزارنے کا ڈھنگ اور سلیقہ سکھاتے ہیں۔ اب ایک وقت آتا ہے بچے کے کہنے پر اس کی شادی کراتے ہیں یہاں سے اس نوجوان اور اس کی بیوی کو بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اب وقت کے ساتھ ساتھ بیٹا جو وقت ماں کو دیتا تھا اب وہ وقت بیوی کو دیتا ہے۔ بیوی کے لئے سوٹ خریدتا ہے ماں کے لئے نہیں، بیوی کے لئے فریج میں فروٹ بھرتا ہے، ماں کے لئے نہیں یہاں سے لڑائی جھگڑے شروع ہوتے ہیں اور جب بھی شوہر کام کاج اور رزق حلال کی تلاش میں گیا پیچھے سے ساس اور بہو چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑتے ہیں۔ آخر روز روز کے جھگڑوں سے تنگ آکر بیٹا ماں سے الگ ہوجاتا ہے۔ دین اسلام ماں سے الگ رہنے سے منع نہیں کرتا۔ الگ رہنے ہی میں خیر ہے لیکن بیوی کے کہنے پر اپنے ماں باپ کی خدمت نہ چھوڑیں ان کی دعائیں لیں ان کو تنگ نہ کریں۔ کیونکہ ماں باپ آپ کے ہیں آپ کی بیوی کے نہیں۔ بلکہ روزانہ اپنی وسعت کے مطابق ماں باپ اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں اور دادا دادی کے لئے کچھ نہ کچھ تحفہ ہدیہ لیکر جائیں اور ان کی خدمت کریں اس سے ماں باپ کے دلوں میں آپ کی محبت بڑھے گی اور اللہ سے خوب دعائیں مانگیں!......اے اللہ مجھے والدین کے سارے حقوق پورے کرنے والا بنادے آمین۔

والدین ہمارے لئے نعمت عظیم ہیں:

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انسان کے لیے والدین ایسی نعمت عظمیٰ ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ اسی لیے قرآن حکیم میں والدین کی اطاعت پر بہت زور دیا گیا

ہے لیکن افسوس کہ تہذیب مغرب نے والدین کو عضو معطل بنا کر رکھ دیا ہے۔ مغرب زدہ معاشرے میں اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بوڑھے اور بے سہارا والدین کی فرمانبرداری تو کیا اولاد ان کی کفالت تک سے گریز کرتی ہے۔ اس کے برعکس جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے انسان کی دنیوی اور اخروی فلاح یا اس کی جنت اور دوزخ کا انحصار ہی والدین کی اطاعت اور خدمت گزاری پر رکھا ہے تو اس حقیقت پر بے ساختہ ایمان لانا پڑتا ہے کہ اسلام حقیقی معنوں میں دین رحمت ہے۔ اس نے زندگی کے ہر شعبے میں ایسی راہ متعین کردی ہے جس پر چل کر انسان دنیا اور آخرت میں فلاح پا سکتا ہے۔ اسلام والدین کے احترام کو اور اطاعت کو غیر معمولی اہمیت دیتا ہے۔ خاتم الانبیاء والمرسلین رحمت عالم ﷺ مسلمانوں کو والدین کی اطاعت اور خدمت کی بار بار تاکید فرماتے رہتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے والدین کے نافرمان کو جنت سے محروم قرار دیا۔ سنن نسائی اور مسند دارمی کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو عاص رضی اللہ عنہما سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ احسان جتلانے والا اور والدین کی نافرمانی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ بالفاظ دیگر احسان جتلانا اور والدین کی نافرمانی جنت سے دوری کا باعث ہیں۔ مسند طبرانی کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بھی نقل ہوا ہے کہ والدین کا نافرمان بہشت سے اس قدر دور ہوگا کہ اس تک بہشت کی بو بھی نہ پہنچ سکے گی حالانکہ بہشت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے بھی پہنچ جاتی ہے۔ بہشت تو آخرت کا معاملہ ہے والدین کے نافرمان کو دنیا میں بھی سزا مل جاتی ہے۔ مسند بیہقی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یَغفِرُ اللّٰہُ مِنھا مَاشَاءَ اِلَّا عُقُوقَ الوَالِدَینِ فانّه یعجلُ لِصَاحِبِهِ
فی الحیاتِ الدُّنیا قَبلَ المُمَاتِ۔

یعنی ہر قسم کے گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ جتنے گناہ چاہے بخش دے گا سوائے ماں باپ کو ستانے کے۔ سو بے شک اللہ تعالیٰ ماں باپ کے ستانے والے کو موت سے پہلے زندگی ہی میں جلد سزا دیتا ہے۔

والدین کی خدمت کا حکم اور اہمیت:

کتبِ احادیث میں اور رسول اللہ ﷺ کے اور بھی ارشادات ملتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے مختلف پیرایوں میں مسلمان کو شرک کے سوا والدین کا ہر حکم ماننے کی تلقین کی یہاں تک کہ کافر ماں باپ کے ساتھ بھی حسن سلوک کی ہدایت فرمائی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے یہ ارشادات فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے ان احکام کی تفسیر ہے جو قرآن پاک میں چودہ جگہ والدین کی اطاعت کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔ ان میں بیشتر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے شرک کی مذمت اور اپنی عبادت کا حکم دے کر فوراً والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ نیک سلوک میں ادب، تعظیم، اطاعت رضا جوئی اور خدمت سب داخل ہیں۔ ہم یہاں صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں، اگرچہ اس آیت کا مضمون پچھلے صفحات میں بھی گزر چکا ہے لیکن مضمون کی اہمیت کے پیش نظر یہاں دوبارہ ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ والدین کی خدمت سے متعلق یہ آیت بنیادی حیثیت رکھتی ہے، چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیۃ ۲۳ اور ۲۴ میں ارشاد ہوا ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلاَّ تَعْبُدُوْا اِلاَّ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا، اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا، وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا۔ (آیۃ ۲۳-۲۴)

(یعنی) تیرے رب نے حکم دیا کہ تم لوگ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تیری موجودگی میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے سامنے اف تک نہ کرنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان کے ساتھ عزت و توقیر کے ساتھ بات کرنا اور نرمی اور تواضع سے ان کے سامنے جھک کر رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی۔

اگر ہم اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ان احکام پر تھوڑا سا بھی غور کریں تو ہمارا ضمیر گواہی

دیگا کہ والدین سے بڑھ کر انسان کے لیے کوئی نعمت نہیں۔ ذرا تصور کیجئے ماں کی ممتا کا کہ بچے کی ولادت کے سلسلے میں اس نے زہرہ گداز تکلیف اٹھائی۔ دودھ پلانے کے زمانے میں ذرا گرم سرد ہوا لگ گئی تو ماں کی راتوں کی نیند حرام ہوگئی وہ اپنے ہاتھ سے بچے کی گندگی دھوتی رہی۔ بچہ ہنسا تو اس کا دل باغ باغ ہوگیا بچہ رویا یا اس نے کوئی تکلیف محسوس کی تو فرط غم سے نڈھال ہوگئی، جب تک اس کا علاج نہ کرالیا سکھ کا سانس نہ لیا۔ بچے کے ساتھ باپ کا ربط ماں کی نسبت ذرا کم سہی لیکن بچے کی پرورش کے اخراجات اور تعلیم و تربیت وغیرہ کا بار وہی اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بے لوث محبت سے معمور کر رکھا ہے۔ اس کے سکھ اور آرام کے خاطر وہ اپنا سکھ اور چین قربان کر دیتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ بچہ جوان ہوا اور والدین کو بڑھاپے نے آلیا۔ بچپن کا زمانہ بچے کی محتاجی کا تھا اب والدین کا بڑھاپا ان کی محتاجی کا ہے۔ اس وقت اسلام اولاد پر والدین کے ادب و احترام، ان کی خدمت اور دیکھ بھال کا فرض عائد کرتا ہے جبکہ تہذیب مغرب میں بالغ اولاد والدین کو نہ ذاتی معاملات میں دخل دینے کا حق دیتی ہے اور نہ ان کے ادب و احترام کو کوئی اہمیت دیتی ہے۔

والدین کی خدمت اور ان کے حقوق:

آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو نہ صرف ماں باپ کی زندگی میں ان کی خدمت کرنے کی ہدایت فرمائی ہے بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی اولاد پر کچھ حقوق باقی رکھے ہیں۔ امام ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت ابواسید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خدمت میں بنی سلمہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! والدین کے مرنے کے بعد ان سے حسن سلوک کی کوئی صورت ہمارے ذمہ باقی ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں یہ کہ ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا، ان کی شرعی وصیت کو پورا کرنا اور ان کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا جو محض ان کی قرابت کی وجہ سے کی جائے اور ان کے دوستوں کی تعظیم کرنا۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ والدین کی اطاعت اولاد کے

گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے...... نیز آپ کا یہ ارشاد بھی نقل ہوا ہے کہ والدین اولاد کی جنت بھی ہے اور دوزخ بھی۔ ان کی فرمانبرداری اور خدمت جنت کی طرف لے جاتی ہے اور نافرمانی دوزخ کی طرف، جہاں تک احسان جتلانے کی وعید کا تعلق ہے تو اسلامی نقطہ نگاہ سے کسی پر احسان کر کے جتلانا نہایت قبیح حرکت ہے قرآن حکیم میں آتا ہے **لا تبطلوا صدقتکم بالمن والأذی** یعنی مت باطل کرو اپنی خیرات کو ساتھ احسان جتلانے کے اور ایذا کے۔ مطلب یہ ہے کہ احسان جتلانے سے نیکی مٹ جاتی ہے اور اس کا کوئی ثواب باقی نہیں رہتا بلکہ احسان جتانے والا گنہگار ہوتا ہے۔

(بحوالہ چیدہ چیدہ حسن گفتار)

والدین کی خدمت کا حکم اور ان کی نافرمانی کا وبال:

موجودہ دور میں جہاں اسلامی معاشرہ اور بہت سی برائیوں اور گناہوں کا شکار ہوا ہے وہاں والدین کی نافرمانی و بے ادبی بھی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی ہے، آئے روز اخبارات و دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے ہمارے علم میں والدین کی نافرمانی اور بے ادبی کے واقعات کے آتے رہتے ہیں اور اس طرز کے واقعات میں اب ایسی ہولناک خبریں بھی تواتر سے ہمارے علم میں آتی ہیں کہ فلاں ''علاقے میں بیٹے نے اپنے والد کو کلہاڑیوں کے وار کر کے قتل کر دیا'' ''یا بیٹے نے بیوی کے کہنے پر ماں باپ کو دھکے دے کر گھر سے نکال دیا'' وغیرہ وغیرہ........

چنانچہ اگر ہم دنیا و آخرت میں کامیابی چاہتے ہیں تو ہمارے لیے مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنا ازبس ضروری ہے۔

(۱)...... قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: اور انہیں (والدین کو) اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو اور ان کے ساتھ احترام سے بات کرو۔

(سورۃ بنی اسرائیل ۱۵)

(۲)...... والدین کی ہمیشہ اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ البتہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی کا حکم دیں تو پھر ان کے اس حکم کی بجا آوری جائز نہیں۔

(۳)...... والدین کے ساتھ بڑی نرمی کا سلوک کریں، نہ انہیں غصہ دلائیں اور نہ خود ان کی طرف غصہ بھری نظروں سے دیکھیں۔

(۴)...... والدین جب کچھ کہیں تو خوب غور سے سنیں، ان کی عزت اور مرتبہ کا خوب خیال رکھیں اور ان کے مال کی حفاظت کریں، کوئی چیز بھی ان کی اجازت کے بغیر نہ اٹھائیں۔

(۵)...... والدین جس کام سے خوش ہوں وہ کام کر گزریں اگرچہ ان کا (والدین کا) حکم نہ ہی ہو۔ جیسا کہ ان کی خدمت بجالانا، بازار سے ان کی ضرورت کی چیزیں خرید لانا اور حصول علم کی خاطر جدوجہد کرنا وغیرہ۔

(۶)...... اپنے تمام معاملات میں والدین سے مشورہ کیا کریں اور ان کے مشوروں کو اہمیت دیا کریں۔

(۷)...... جب وہ آواز دیں تو بڑی خندہ پیشانی سے انہیں جواب دیا کریں۔

(۸)...... والدین کے عزیز و اقارب کی ان کی زندگی میں اور ان کے فوت ہو جانے کے بعد بھی عزت و احترام کیا کریں۔

(۹)...... کسی بھی معاملے میں ان سے جھگڑا نہ کریں اور نہ ہی یہ کہیں کہ آپ غلط کر رہے ہیں بلکہ بڑے ادب کے ساتھ ان کے سامنے حق بات واضح کرنے کی کوشش کریں۔

(۱۰)...... کسی بات پر والدین سے ضد نہ کریں اور نہ ان کے سامنے اپنی آواز بلند کریں، ان کی بات کو بڑی خاموشی سے سنیں اور ہر حال میں ان کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھیں۔

(۱۱)...... والدین سے علیحدہ رہنے کی صورت میں جب والدین آپ کے گھر آئیں تو آگے بڑھ کر ان کا استقبال کریں اور ان کی خدمت و تواضع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔

(۱۲)......گھر اور گھر سے باہر کے امور میں والدین کا ہاتھ بٹائیں اور کسی بھی غمی یا تکلیف کی حالت میں ان کی خوب دلجوئی کریں۔

(۱۳)......اگرچہ آپ کو کتنا ہی ضروری کام کیوں نہ درپیش ہو، آپ ہمیشہ والدین سے اجازت لے کر جایا کریں اور ان سے اپنے حق میں دعاؤں کی درخواست کیا کریں۔

(۱۴)......اگر آپ تمباکو نوشی کے مرض میں مبتلا ہیں تو کم از کم والدین کے سامنے ہرگز نہ پییں اور اس عادت بد سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(۱۵)......اپنے بیوی اور بچوں کو والدین پر ترجیح نہ دیں بلکہ ہر کام میں ان کی خوشنودی کا خیال رکھیں۔

(۱۶)......ان کی موجودگی میں ان کے مقام سے اعلیٰ درجہ کی جگہ پر ہرگز نہ بیٹھیں اور ان کے سامنے متکبرانہ انداز میں پاؤں نہ پھیلائیں۔

(۱۷)......اپنے والدین پر خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لیں ورنہ آپ کی اولاد بھی آپ کے ساتھ یقیناً یہی سلوک کرے گی۔

(۱۸)......والدین کی نافرمانی اور ان کو ناراض کرنے سے ڈریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے سبب دنیا و آخرت کی بدبختی آپ کا مقدر بن جائے۔

(۱۹)......والدین سے کسی چیز کا مطالبہ کرنا ہو تو بڑا نرم لہجہ اختیار کریں، اگر دے دیں تو شکریہ بجالائیں اور اگر نہ دیں تو انہیں معذور سمجھیں اور نہ ہی اپنے بہت زیادہ مطالبات سے انہیں پریشان کریں۔

(۲۰)......آپ کی بیوی اور والدین کے درمیان اگر کبھی جھگڑا ہو جائے تو اس وقت بڑی حکمت عملی سے اپنی بیوی کو سمجھائیں اگرچہ وہ سچی ہی کیوں نہ ہو اور یاد رکھیں کہ والدین کو ہر حال میں راضی رکھنا اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لیے بے حد ضروری ہے۔

(۲۱)......اولاد کے حق میں والدین کی دعا اور بددعا دونوں قبول ہو جاتی ہیں، لہٰذا آپ اپنے والدین کی بددعا سے حتی الوسع بہر صورت بچیں۔

(۲۲)......والدین کی زندگی میں زیادہ سے زیادہ ان کی زیارت کریں اور ان کے

فوت ہو جانے کے بعد ان کی قبر پر جا کر ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگا کریں اور ان کی طرف سے صدقہ وخیرات دیا کریں۔

(۲۳)......تمام لوگوں سے بڑھ کر اپنی والدہ کی قدر کریں، پھر والد کی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ الجنة تحت اقدام الامهات ترجمہ: جنت ماؤں کے پیروں کے نیچے ہے۔

(۲۴)......اور والدین کی وفات کے بعد خصوصاً یہ دعا کیا کریں۔ اے اللہ! مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے جس طرح ان دونوں نے مجھے چھوٹی عمر میں بڑی شفقت اور محبت سے پالا ہے، اللہ تو بھی ان پر رحم فرما۔

والدین کی خدمت اور ان کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ایک صاحب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول لوگوں میں سب سے زیادہ کون اس کا مستحق ہے کہ میں اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں، انہوں نے کہا پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، انہوں نے کہا پھر کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں، انہوں نے کہا پھر کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارا باپ۔ (بحوالہ بخاری و مسلم شریف)

والدین کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ فرض ولازم ہے، ان کی نافرمانی کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے اور اللہ جل شانہ نے ان کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرنے کو توحید وعبادت کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور ان کے حقوق کو ذکر کیا ہے اور یہ بتلایا کہ ان کے ساتھ کیا نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اور تیرے پروردگار نے حکم دے رکھا ہے کہ بجز اس (ایک رب) کے اور کسی کی پرستش نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک رکھنا اگر وہ تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تو ان سے اُف بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب کے ساتھ بات چیت کرنا، اور ان کے سامنے محبت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور کہتے رہنا کہ اے

میرے پروردگار ان پر رحمت فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پرورش کی۔

(سورۃ بنی اسرائیل)

جو شخص انسان پر احسان کرے اس کا شکریہ ادا کرنا عقلاً وشرعاً واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے بندے کو عدم سے وجود بخشا اور پیدا کیا یہ اللہ جل شانہ کا احسان ہے، والدین ظاہری اعتبار سے انسان کے دنیا میں آنے کا اور اچھی تربیت کرنے اور بچوں کی صحیح دیکھ بال رکھنے کا احسان کرتے ہیں اس لئے ان کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

والدین ہی انسان کے سب سے بڑے محسن ہیں:

یاد رکھئے لوگوں میں سب سے زیادہ محسن اور سب سے زیادہ احسان کرنے والے اس کے وہ والدین ہوتے ہیں جو اس کے دنیا میں وجود میں آنے کا ذریعہ بنے، اور جب سے اس کے حمل نے استقرار پایا اس وقت سے اس کے انسان کامل بننے تک اس کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں، چنانچہ اس کی ماں نو ماہ تک اسے اپنے پیٹ میں لئے پھرتی ہے اور اس کی وجہ سے کھانے پینے کی مرغوب چیزیں چھوڑنے اور قلت خوراک کی تکلیف اور حمل کے بوجھ کو برداشت کرتی ہے، پھر موت کے منہ میں جاکر اس کو جنتی ہے اور ایسی ایسی تکالیف اور بیماریاں جھیلتی ہے جن کو خدا ہی جانتا ہے، پھر دو سال تک اس کو دودھ پلاتی ہے اسے اٹھائے اٹھائے پھرتی ہے، کھڑی ہوگی تو اس کی گود میں ہوگا بیٹھے گی تو اس کی گود میں ہوگا، حمل کے شروع شروع کے دنوں میں کھانا پینا بند ہوجاتا ہے آنتیں زیادہ کھانے پینے کو قبول نہیں کرتیں، اور جب بچہ پیدا ہوجاتا ہے تو اس کے تمام اعضاء کمزور وضعیف ہوجاتے ہیں، اس کا حمل بھی موجب تکلیف بنتا ہے اور اس کا جننا بھی موجب اذیت اور الم ہوتا ہے۔ پھر اس سب کے بعد اس نومولود کا پیٹ بھرنے کے لئے یہ خود بھوکی رہتی ہے اور اس کو سلانے کے لئے یہ خود جاگتی ہے، اور اس کے آرام کی خاطر خود تعب ومشقت برداشت کرتی ہے اور بہت سی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں کو صرف اس لئے نہیں کھاتی کہ اس کے اثر سے دودھ میں تغیر آکر بچہ بیمار نہ پڑ جائے، پھر جب بچے کے دودھ چھڑانے کا وقت آتا ہے تو اس وقت بھی اسے کتنے جتن اختیار کرنا پڑتے

ہیں اور دودھ کی عادت ختم کرنے کے لئے کس قدر پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں، اس کو بچے پر رحم بھی آتا ہے اور بچے کی عادت ٹھیک کرنے اور صحیح رستے پر ڈالنے کا فکر بھی دامن گیر ہوتا ہے، یہ بچے کی زندگی کے لئے اپنی موت تک کو ترجیح دیتی ہے اور یہ خواہشمند ہوتی ہے کہ اگر موت کے بدلے کسی چیز کا فدیہ قبول کیا جاتا ہوتا تو یہ اس بچے کے فدیہ میں جان قربان کردیتی۔ جو اس کے حقوق سے ناآشنا ہے اور اس پر اس کی ماں کے جو حقوق آتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی ادا نہیں کررہا ہے، یاد رکھئے جنت ماں کے قدموں تلے ہے، ماں اپنے بیٹے کے حسن سلوک اور اچھے برتاؤ اور حسن معاملہ وحسن رفاقت وصحبت کی دوسروں کی بنسبت سب سے زیادہ مستحق ہوتی ہے ارشاد خداوندی ہے: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ " بھلا کمال اطاعت کا بدلہ بجز عنایت کے کچھ اور بھی ہوسکتا ہے" اور سورہ (لقمان میں ارشاد خداوندی ہے" اور ہم نے انسان کو تاکید کی اس کے ماں باپ کے متعلق اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر میری ہی طرف واپسی ہے۔

ایک صاحب نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ میری والدہ اتنی عمر رسیدہ اور ضعیف ہوچکی ہے کہ وہ میری کمر پر سوار ہوئے بغیر کوئی کام کاج نہیں کرسکتیں (یعنی ہر وقت انہیں اپنی کمر پر پھراتا ہوں) تو کیا اس طرح میں نے اس کا حق ادا کردیا؟ انہوں نے فرمایا جی نہیں، اس لئے کہ تمہاری ماں تمہارے ساتھ بھی یہی کیا کرتی تھی، اور پھر اس کی تمنا یہ ہوتی تھی کہ تمہیں زندگی ملے اس کی خوشیاں اور بہاریں دیکھوں اور تم اسے اٹھا کر پھرتے ہو اور تم یہ تمنا کرتے ہو کہ تمہاری جان اس سے جلدی چھوٹ جائے۔

حضرت اسماء بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں میری والدہ جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسلمان نہیں ہوئی تھیں وہ میرے پاس آئیں میں نے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھا کہ میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور وہ (میرے حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کی) رغبت رکھتی ہیں کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی

کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

(بحوالہ والدین کے حقوق)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے والدین کا ادب و احترام، ان کی خدمت، ان سے شفقت اور ان سے دل کی گہرائیوں سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔



ذمہ داری نمبر......۴:

﴿والدین کو ہمیشہ خوش رکھیئے﴾

اللہ کی خوشنودی اور ناراضگی:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ! اللہ تعالیٰ کی خوشنودی والد کی خوشنودی میں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

(بحوالہ ترمذی شریف)

ف: یعنی اگر کوئی اپنے اللہ تعالیٰ کو خوش رکھنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے والد کو خوش رکھے اور جس نے اپنے والد کو ناراض کیا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا، چنانچہ والدین کو خوش رکھنے میں ہی عافیت و کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

جنت اور جہنم کے دروازے:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی فرمایا کہ رسول اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کا فرمانبردار ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے ایک ہی موجود ہو اور وہ ایک ہی کا فرمانبردار ہو تو اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جو شخص اپنے ماں باپ کا نافرمان ہوتا ہے (یعنی انہیں خوش نہیں رکھتا) اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھل جاتے ہیں، اور اگر ماں باپ میں سے ایک ہی موجود ہو اور وہ ایک ہی کا نافرمان ہو تو جہنم کا ایک ہی دروازہ اس کے لئے کھلتا ہے، یہ سن کر ایک صحابی نے عرض کیا کہ اگر چہ اس کے ماں باپ اس پر ظلم کرتے ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر چہ اس کے ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو، اس جملہ کو آپ ﷺ نے تین بار مرتبہ ارشاد فرمایا۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

ہجرت اور والدین کی خوشی:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر

حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا تو حضور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا! جاؤ اپنے ماں باپ کے پاس واپس جاؤ اور ان کو اس طرح خوش کر کے آؤ جس طرح تم انکو رلا کر آئے ہو۔ (بحوالہ ابوداؤد شریف)

فائدہ: چنانچہ مندرجہ بالا احادیث کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ ہر نوجوان بیٹے کی ذمہ داری ہے کہ ہر حال میں ماں باپ کو خوش وخرم اور ہنستا مسکراتا رکھنے کی حتی الوسع کوشش کرے اور ان کی مرضی اور مزاج کے خلاف کبھی کوئی ایسی بات نہ کہے جو ان کو ناگوار گزرے۔ خصوصاً بڑھاپے میں جب مزاج کچھ چڑچڑا ہو جاتا ہے اور والدین کچھ ایسے تقاضے اور مطالبے کرنے لگتے ہیں جو توقع کے برعکس ہوتے ہیں، تو ایسے وقت میں بھی ضروری ہے کہ بیٹا ان کی ہر بات کو خوشی خوشی برداشت کرے اور ان کی کسی بات سے اکتا کر جواب میں کوئی ایسی بات ہرگز نہ کہے جو ان کو پریشان کرے اور ان کی خوشی جاتی رہے یقیناً یہ اس بیٹے کے لئے انتہائی بدقسمتی ہوگی۔

اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ والدین کو بڑھاپے میں خوش رکھنا مشکل ہوتا ہے لیکن اگر والدین کو خوش رکھنے کے فضائل سامنے رکھے جائیں اور دوسرا یہ بھی سوچ لیا جائے کہ بچپن میں اسی طرح والدین نے بھی مجھے خوش رکھنے کے لئے میری تمام خواہشات کو پورا کیا ہے اس کے لئے انہیں خون پسینہ ایک کرنا پڑا، زندگی کے شب و روز بڑے کٹھن گزرے لیکن میرے لئے والدین سایہ عاطفت بنے رہے۔ اس چیز کو سامنے رکھنے سے والدین کے تقاضوں اور مطالبوں کو پورا کرنا اور انہیں خوش رکھنا مشکل نہ ہوگا۔

ماں باپ کے سامنے ہنسنے اور ان کو ہنسانے کی فضیلت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

”حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ والدین کے درمیان تیرا تخت پر سو جانا اس طرح ہے کہ تو ان کو ہنساتا ہو اور وہ تجھے ہنساتے ہوں اس کام سے افضل ہے کہ تو فی سبیل اللہ تلوار سے جہاد کرے۔“ (بحوالہ درمنثور)

ماں باپ کی نظروں کے سامنے خوش وخرم رہنا اور ان کو خوش وخرم رکھنا اور ان کے

سامنے مسکرانا، ہنسنا اور ان سے ایسی باتیں کرنا جن سے ان کا دل خوش ہو اور ہنسی مسکراہٹ آجائے، یہ سب ثواب ہے اور یہ بھی ایک طرح کی خدمت ہے اور جہاد سے افضل ہے۔ مفت میں اتنا ثواب لینے والے کہاں ہیں؟ (الحقوق الوالدین)

والدین کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے:

حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ والدین کی خوشنودی عین خدا کی خوشنودی ہے ان کا قہر خدا کا قہر ہے، جس سے اس کے والدین خوش نہیں اس سے اللہ تعالیٰ بھی خوش نہیں بڑی ہی خوش نصیب ہے وہ اولاد جو اپنے ماں باپ کا حق ادا کرے اور ان کی حکم عدولی نہ کرے کیونکہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

بیشک اسلام نے دینی فرائض کے ساتھ ساتھ والدین کو وقت دینے، انہیں خوش رکھنے اور ان کے دکھوں کو بانٹنے کی بھی ترغیب دی ہے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنی مصروفیت میں سے اپنے والدین کے لئے وقت نکالے جیسے وہ اپنی بیوی بچوں کو وقت دیتا ہے، ان کی تفریح کا خیال رکھتا ہے، ان کو خوش کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا ہے لیکن یہ والدین جو بچپن سے ۲۵ سال کی عمر تک تجھے خوش رکھنے میں مگن رہے اپنے حصے کی بھی خوشی تجھے دی، تیرے لئے طرح طرح کی قربانیاں تیری ماں اور تیرے باپ نے جھیلی آج تو ان کے بڑھاپے پر ان کو ہنسانے کے لئے دو بول نہیں بول سکتا ذرا سوچ وقت کا پہیہ ایک جیسا نہیں رہتا کل تیرا بھی بڑھاپا آئے گا ایسا نہ ہو جیسے آج تو اپنے والدین کو بھول گیا ہے تیری اولاد بھی تجھے ایسے ہی بھول جائے اور وہ تجھے بے آسرا اور اکیلا چھوڑ کر اپنے بیوی بچوں میں خوشیاں بکھیرنا شروع کر دے، اے نوجوان! اگر تجھے مثالی اولاد بننا ہے تو اپنے والدین کو آج ہی سے خوشیاں دینا شروع کر، یہ سوچ ان کی اب کچھ زندگی باقی ہے تو اس زندگی میں ان کے حقوق پورے کر، اپنی بیوی کا بھی ذہن بنا، اس کو خوش رکھ اپنی ماں کو بھی خوش رکھ اور دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کر پھر دیکھ تیرا رب کس طرح اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہے۔

باپ کو خوش کر کے دنیا وآخرت دونوں بنالی:

گجرات کا ایک بادشاہ تھا جس کا نام محمود تھا۔ ایک دفعہ رمضان میں کئی علماء بیٹھے

تھے۔ایک عالم نے کہا کہ قیامت کے دن سب لوگ پریشان ہوں گے لیکن جو قرآن کا حافظ ہوگا، اس کے والدین پریشانی سے بچ جائیں گے۔

بادشاہ نے ٹھنڈی سانس بھری اور کہا افسوس ہے! کہ ہمارے بیٹوں میں کوئی بھی حافظ نہیں، ورنہ ہم بھی قیامت کے دن پریشانی سے بچ جاتے۔

اس مجلس میں محمود بادشاہ کا بیٹا خلیل بھی تھا، اس کے دل پر اپنے والد کی بات کا بڑا اثر ہوا۔ محمود کی عمر زیادہ تھی۔ بہت بڑے کاروبار کی نگرانی بھی اس کے ذمہ تھی لیکن اس نے دن رات محنت کی، فارغ وقت میں پڑھتا رہتا تھا، راتوں کو جاگ جاگ کر آنکھیں سرخ ہوگئیں لیکن اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔

چنانچہ اس نے ایک سال اور چند ماہ میں پورا قرآن حفظ کرلیا اور پھر رمضان میں والد کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اس سال تراویح میں قرآن میں سناؤں گا۔ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ تم کب سے حافظ ہوگئے؟

خلیل خان نے کہا جب آپ نے علماء کے سامنے کہا تھا کہ اگر ہمارا بیٹا بھی حافظ ہوتا تو ہم بھی قیامت کی پریشانی سے بچ جاتے بس اسی دن میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ میں حافظ بن کر رہوں گا، میں نے دن رات محنت کی، چنانچہ اللہ پاک نے مجھے حافظ بنادیا، آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ بھی ایک حافظ کے باپ ہیں۔

محمود خان نے بیٹے کو مصلے پر کھڑا کیا، خلیل خان کو قرآن اتنا پختہ یاد تھا کہ ہر روز تراویح میں پورا قرآن ختم کردیتا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا، اس نے کہا بیٹے میں تمہارا کیسے شکریہ ادا کروں اور تمہیں کیا انعام دوں؟

پھر اس نے خلیل خان کا ہاتھ پکڑا اور اسے تخت پر بٹھا کر بادشاہ بنادیا اور خود نیچے جا کر بیٹھ گیا۔ (بحوالہ حافظ قرآن کی برکات)

فائدہ......

۱) خلیل نے اپنے والد محمود کی چاہت پوری کرنے کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی، ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے خلیل کو حفظِ قرآن کی نعمت سے نوازا۔

۲) دوسری نعمت یہ عطا فرمائی کہ قرآن کریم پکا یاد تھا۔

۳) والد کے خوش ہونے سے تیسری نعمت جو سب سے بڑی نعمت ہے، اللہ کی رضا حاصل ہوئی۔

۴) چوتھی نعمت یہ ملی کہ اللہ نے انعام کے طور پر بادشاہت بھی نصیب فرمائی۔

اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ انسان والد کی چاہت پر عمل کا ارادہ کرلے اور پھر کوشش شروع کردے تو اللہ تعالیٰ بھی مدد فرماتے ہیں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ بسا اوقات والدین کی چاہت یا ان کے حکم کے خلاف کرنے کا جی چاہتا ہے ماں باپ کا حکم ہے یہاں رشتہ نہ کرو، اس ملک میں نہ جاؤ، اس کاروبار کو نہ کرو، اس ملازمت کو نہ کرو۔ شیطان دھوکہ دیتا ہے اور اولاد کی زبان پر یہ الفاظ بھی آجاتے ہیں، والدین سمجھتے نہیں، والدین نے انا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے، والدین معیار، خاندان کو دیکھتے ہیں، والدین مال چاہتے ہیں، اس لئے مجھے اپنی پسند کا رشتہ نہیں کرنے دیتے۔

لہٰذا ان شیطانی دھوکوں سے بچنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ والدین کے حکم کے مقابلے میں اپنی چاہت پر عمل کرنے سے تھوڑی سی چند دنوں کی لذت اور راحت ہے، لیکن بعد میں مصیبت ہی مصیبت ہے، جو رشتہ ای میل یا فون یا موبائل وغیرہ سے ملا ہے اس میں اگر والدین ناراض ہیں تو کبھی بھی ان کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے، اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے چوہے کو پنجرے میں مکھن والی ڈبل روٹی، جس کو کھا کر وہ پنجرے میں قید ہو جائے گا۔ یا مچھلی کے کانٹے پر لگا ہوا تازہ گوشت جسے کھا کر وہ کانٹے میں پھنس جائے گی۔

اسی طرح اس شخص کا حال ہوگا جو انجام سے غافل ہو کر والدین کی بات کو نہ مانتے ہوئے یا والدین کی بات کے خلاف اپنی بات منوائے۔ اور جو شخص والدین کی بات مان کر تھوڑی سی مشقت برداشت کرلیتا ہے اپنی چاہت کے خلاف تھوڑا سا برداشت کرلیتا ہے، تو پھر اللہ جل جلالہٗ والدین کی اطاعت اور ان کی چاہت پر عمل کرنے کے نتیجے میں اس کو مستقل راحت نصیب فرماتے ہیں، دنیا ہی میں وہ شخص انجام کے اعتبار سے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کرلیتا ہے اور آخرت میں تو بے شمار نعمتیں ملتی ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو

والدین کی چاہت پر عمل کرنے والا بنائے اور والدین کو بھی سمجھ اور ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

زندگی کا دارومدار کہنے اور کرنے پر ہے۔ جب حضور ﷺ نے یہ بات کہہ ہی دی ہے کہ ماں باپ سے حسنِ سلوک کرو تو پھر اسے تسلیم کر کے اچھا سلوک کرنا ہی چاہئے۔ ماضی کو مت دیکھو، حال میں مگن رہو۔ ماضی میں اگر والدین کے ساتھ حسن سلوک میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو آج ہی سے اس کا ازالہ شروع کر دو اور والدین کو راضی کر کے اللہ کو راضی کر لو۔

والد کی گستاخی پر احساس ندامت کا صلہ:

حضرت سلیمان علیہ السلام کی رعایا میں سے ایک شخص بڑا صالح اور عابد تھا ایک روز اس کے لڑکے نے شراب پی لی۔ باپ نے بیٹے کو ڈانٹا۔ بیٹے نے اپنے باپ کے منہ پر طمانچہ مار دیا، طمانچہ اتنے زور سے مارا کہ آنکھ نکل پڑی۔ جب لڑکے کو نشہ سے ہوش آیا تو اپنی مذکورہ بالا ذلیل حرکت پر سخت شرمندگی ہوئی۔ لڑکے کو نہ صرف ندامت ہوئی بلکہ اس نے اپنا دایاں ہاتھ ہی کاٹ ڈالا۔ باپ نے جب بیٹے کا کٹا ہوا ہاتھ اور اس کی تکلیف دیکھی تو بے چین ہو گیا اور رونے لگا، اور کہنے لگا کاش میری ہزار آنکھیں ہوتیں اور ایک ایک کر کے نکل پڑتیں تو اچھا تھا لیکن تو اپنا ہاتھ نہ کاٹتا۔ اس کے بعد وہ دونوں باپ اور بیٹا حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور قصہ کہہ سنایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی آنکھ اس کی جگہ رکھ دی اور لڑکے کا ہاتھ اپنی جگہ لگا دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے اللہ! والد کی حرمت اور والدہ کی شفقت کی بدولت ان دونوں کو شفا عنایت فرما کر میری عزت رکھ لے۔ چنانچہ فوراً اللہ تعالیٰ نے دونوں کو شفا عنایت فرما دی، اور وہ تندرست ہو گئے۔ (بحوالہ نزہۃ المجالس)

سبق آموز واقعہ:

بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہارون الرشید نے ایک لڑکے اور اس کے باپ کو قید خانہ میں بند کر دیا وہ شخص گرم پانی سے وضو کرنے کا عادی تھا مگر داروغہ جیل میں آگ جلانے سے مانع ہوا۔ لڑکے نے قید خانہ کی قندیل پر پانی گرم کر کے والد کی خدمت میں پیش کر دیا۔

جب پتہ چلا تو داروغہ جیل نے قندیل بلندی پر لٹکا دی۔ دوسری شب لڑکے نے پانی کا برتن اپنے دل پر رکھ لیا اور حرارت قلبی وجسمانی کے باعث پانی قدرے گرم ہوا۔ اس نے اپنے والد کو پیش کیا۔ باپ نے پوچھا تو نے اسے کس طرح گرم کیا؟ اس نے کہا اپنے دل پر رکھ کر گرم کیا ہے، تو باپ نے دعا کی ''الٰہی! میرے بیٹے کو دوزخ سے بچا کر رکھنا۔''

(بحوالہ نزہۃ المجالس)

والدین کو محبت کی نظر سے دیکھنا بھی ثواب ہے:

والدین عظمت کے اس مقام پر ہوتے ہیں کہ ان پر محبت بھری نگاہ ڈالنا بھی بہت بڑا ثواب ہے، حدیث ہے:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والی اولاد جب بھی رحمت کی نظر سے ماں باپ کو دیکھے تو ہر نظر کے عوض اللہ جل شانہ اس کیلئے مقبول حج کا ثواب لکھ دیتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا اگر چہ روزانہ سو بار اسی طرح دیکھے۔ فرمایا ہاں! اللہ بہت بڑا ہے، بہت پاک ہے۔ (مشکوۃ۔ از بیہقی)

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ ''مسجد کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔'' قرآن کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ والدین کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اور جس بھائی سے اللہ کے لئے محبت ہو اس پر نظر ڈالنا عبادت ہے۔ (در منشور ج ا۔ از بیہقی)

رسول ﷺ کے والد محترم پیدائش سے پہلے فوت ہو چکے تھے حضور ﷺ کی عمر مبارک چھ سال کی تھی کہ والدہ ماجدہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں اور دو سال بعد جد امجد کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ اس کے بعد حضور پاک ﷺ اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں رہے۔ حضور ہمیشہ ان سے عزت واحترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ حضور ﷺ کو دودھ پلانے کا شرف قبیلہ سعد کی خوش نصیب عورت حضرت حلیمہؓ کو حاصل ہوا۔ اس طرح وہ رضاعی والدہ ہوئیں۔ بچپن کے بعد وہ حضور ﷺ کے پاس اس وقت تشریف لائیں جب آپ انسانیت کی راہبری کے لئے فرائض رسالت میں مصروف تھے حضور تعظیم کے طور پر اٹھ کر ملے اور ان کے بیٹھنے

کیلئے اپنی چادر مبارک بچھادی جس پر وہ بیٹھ گئیں۔ایک صاحب نے پوچھا یہ کون خاتون ہیں۔صحابہؓ نے کہا کہ یہ حضور ﷺ کی رضاعی والدہ ہیں۔ (مشکوٰۃ از ابوداؤد)

حضور ﷺ نے یہی حسن سلوک اپنی رضاعی ہمشیرہ سے بھی کیا۔رضاعی رشتہ داروں کے اس قدر اہتمام واحترام سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اصل والدین کس قدر عزت و احترام کے مستحق ہیں۔

والدہ اولاد کا نام لے کر بلائے تو نفل نماز بھی چھوڑ دینے کا حکم ہے۔ایک دفعہ والدہ کے پکارنے کے باوجود حضرت جریجؒ مشغول عبادت رہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لو کان جُریجٌ عالماًلعلِمَ أنَّ أجابةَ اُمّهٖ اولیٰ من عبادة ربه** ، اگر جریج عالم ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ والدہ کے بلانے پر جواب دینا رب کی (نفلی) عبادت سے اولیٰ ہے۔

(بحوالہ فتح الباری شرح بخاری ج ۳)

احکامات الٰہی اور ارشادات رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے دلوں پر نقش ہوگئے تھے۔اسلئے وہ حقوق والدین کی کما حقہ ادائیگی کرتے رہے۔اس ضمن میں حضرت اویس قرنیؒ تابعی کا واقعہ انتہائی دل کش ہے۔(حضرت اویسؒ یمن کے رہنے والے تھے۔ان کو حضور ﷺ نے خیرات التابعین کا لقب دیا اور صحابہ کرامؓ کو فرمایا کہ ان سے وہ دعاء مغفرت کرائیں)۔

حضرت اویس قرنیؒ کی ضعیف والدہ بقید حیات تھیں ارشادات نبی کریم ﷺ کے مطابق زندگی بھر خاص جذبہ ولگن سے ان کی خدمت کرتے رہے اور باوجود شدت اشتیاق، زیارت رسول مقبول ﷺ نہیں کر سکے۔والدہ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ان کی یہ ادا رسول اکرم ﷺ کو بیحد پسند آئی۔" (مواعظ مولانا اشرف علی تھانویؒ)

حضرت اویس قرنیؒ سمجھتے تھے کہ زیارت کا بدل آپ کی اطاعت ہے لیکن آپکی اطاعت کا کوئی بدل نہیں۔

ذمہ داری نمبر......۵:

﴿والدین کا ادب واحترام کیجئے﴾

جنت میں داخلہ:

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کیا آپ چاہتے ہیں کہ جہنم سے دور رہیں اور جنت میں داخل ہوں؟ ابن عباسؓ نے کہاں کیوں نہیں خدا کی قسم یہی چاہتا ہوں، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے پوچھا آپ کے والدین زندہ ہیں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جی ہاں میری والدہ زندہ ہیں۔حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا اگر تم ان کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرو، ان کے کھانے پینے کا خیال رکھو تو ضرور جنت میں جاؤ گے بشرطیکہ تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔ (بحوالہ الادب المفرد)

والد محترم کا ادب:

حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک بار دو آدمیوں کو دیکھا (ان میں سے) ایک سے پوچھا یہ دوسرے تمہارے کون ہیں؟ اس نے کہا یہ میرے والد ہیں، حضرت ابو ھریرہؓ نے فرمایا دیکھو! نہ ان کا نام لینا نہ کبھی ان سے آگے چلنا اور نہ کبھی ان سے پہلے بیٹھنا۔ (حوالہ بالا)

ف...... یعنی والدین کے ادب واحترام کا تقاضہ یہ ہے کہ نہ تو ان سے آگے چلا جائے اور نہ ان کا نام لیکر پکارا جائے اور اسی طرح نہ ان کے بیٹھنے سے پہلے بیٹھا جائے۔بہرحال ہر بیٹے کے لئے والدین کے حقوق کے سلسلے میں یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ ہمہ وقت والدین کے ادب واحترام کو مدنظر رکھے اور کوئی بھی ایسی بات یا حرکت سرزد نہ ہونے پائے جو ان کے ادب واحترام کیخلاف ہو اور ان کی گستاخی کا باعث ہو۔

اور یہ بات بھی یاد رکھی جائے کہ والدین کے ادب واحترام میں یہ بھی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی اور نافرمانی کا حکم نہ دیں تو ان کے حکم کی تکمیل کرنا چاہئے اور جس بات سے روکیں اس سے رک جانا چاہئے۔اور ایسے کام کرے جن سے وہ خوش ہوتے ہوں اور

جوانکی مرضی کے موافق ہوں۔ اگر والد محترم کوئی بات کہے تو اس کی تصدیق کی جائے ،خواہ مخواہ ان سے الجھنا، بحث ومباحثہ کرنا ادب کے خلاف ہے۔ اور اسی طرح جہاں تک ہوسکے والدین کی فرمائشوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا رہے، صبح وشام جس وقت بھی وہ بلائیں فوراً بغیر کسی پس وپیش کے ان کی خدمت میں حاضری دے، ان کے دشمنوں سے دوستی نہ رکھے اوران کے دوستوں سے کنارہ کشی نہ کرے۔ غرض تمام معاملات میں، زندگی کے ہرنشیب وفراز میں والدین کے ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھنا ہر بیٹے کی لازمی ذمہ داری ہے۔

تم اور تمہارا مال تمہارے والد کے لیے ہے:

اور اولاد کے پاس جو کچھ ہے وہ سب کا سب اس کے باپ ہی کی ملکیت ہوتا ہے۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک صاحب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول میرے والد نے میرا مال لے لیا ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ اپنے والد کو میرے پاس بلا کر لاؤ، جب وہ آگئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے کہ آپ کا بیٹا یہ شکایت کر رہا ہے؟ کیا آپ اس کا مال لینا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول آپ اس سے یہ پوچھئے کہ میں اگر اس کا مال لوں گا بھی تو کس پر خرچ کروں گا یا تو اس کی کسی چچی پر خرچ کروں گا یا کسی پھوپھی پر یا اپنے اوپر، نبی کریم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: یہ بات تو چھوڑ دو تم مجھے وہ بات بتاؤ کہ تم نے دل میں وہ کیا بات کہی تھی جو تمہارے کان بھی نہ سن سکے، ان بزرگ نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! (آپ ﷺ کی ان باتوں پر مطلع ہونے سے تو) آپ ﷺ پر ہمارا ایمان بڑھتا جاتا ہے، واقعی میں نے دل میں ایک بات کہی تھی جو میرے کان بھی نہ سن سکے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر مجھے سناؤ میں سن رہا ہوں وہ یوں گویا ہوئے جس کا فقط اردو مفہوم ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں کیونکہ عربی اشعار شروع کے صفحات میں گزر چکے ہیں، اس مضمون کی مناسبت سے یہاں بھی اردو مفہوم ملاحظہ فرمائیے۔

"تم بچے تھے تو میں نے تمہیں غذا فراہم کی اور بڑے ہوئے تو دیکھ بھال کی باراول بھی تم اس سے سیراب ہوتے جو میں نے تمہیں دیا اور بارثانی بھی اگر کسی رات بیماری کی

وجہ سے تم تنگ دل ہوجاتے تھے تو ساری رات تمہاری بیماری کی وجہ سے میں بے چینی میں رات گذار دیتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو بیماری تمہیں لگی ہے وہ تمہارے بجائے مجھے لگی ہے نہ کہ تمہیں اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے مجھے تمہاری موت کا کھٹکا لگا رہتا تھا حالانکہ میں اس بات کو خوب جانتا تھا کہ موت ایک مقرر وقت ہے لیکن جب تم اس عمر اور منزل مقصود کو پہنچ گئے جس کا مجھے ایک زمانے سے انتظار اور امید تھی تو تم نے میرا بدلہ سخت دلی اور ترشی کو بنا دیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا محسن اور منعم تم ہی ہو کاش اگر تم نے میرے باپ ہونے کا خیال نہ کیا ہوتا کم از کم میرے ساتھ وہ سلوک ہی کر لیتے جو ساتھ رہنے والا پڑوسی کرتا ہے۔

یہ سن کے نبی کریم ﷺ نے لڑکے کا گریبان پکڑ کر اس کو یہ فرما کر اس کے والد کے حوالے فرمادیا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے والد کے لیے ہے۔

والدین بھی اولاد کی مجبوریوں کو سامنے رکھیں:

یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اولاد پر یہ فریضہ عائد کیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کریں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے والدین پر بھی یہ لازم کیا ہے کہ تم حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے میں بچے کی اعانت ومساعدت کرے، اور اس سے ایسی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کرانا چاہئے جو اس پر بہت شاق اور مشکل ہو اور اسے ان لوگوں کی طرح پریشانی میں مبتلا نہ کرے جو صرف اپنے حق کو وصول کرنا ہی جانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ دوسروں پر ان کا حق ہے لیکن خود اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے کہ دوسروں کا بھی ان پر حق ہے، وہ اپنے بچوں کے معاملات میں اپنا عمل دخل چاہتے ہیں اور ان کے افکار میں اپنے نفوذ وتسلط کے خواہاں ہوتے ہیں وہ صرف اسی بات کو اچھا سمجھتے ہیں جو ان کی نظر میں اچھی ہو، چاہے وہ صاف صاف بالکل غلط کیوں نہ ہو اور اسی بات کو برا سمجھتے ہیں جو انہیں ناپسند ہو، چاہے دوسروں کے خلاف کیوں نہ ہو اور چاہے اس سے ان کی نیک وفرمابردار اولاد کو ضرر ونقصان کیوں نہ پہنچتا ہو، حقیقت یہ ہے کہ ناحق اور ان ظالمانہ باتوں میں جن سے خود ان والدین کو بھی کوئی فائدہ نہ پہنچتا ہو، لڑکے پر ان میں سے

کوئی ان کی بات ماننا واجب نہیں ہے، اور اگر کسی بات میں والدین کی حکم عدولی سے انہیں کوئی ضرر نہ پہنچتا ہو، اور ان کی کوئی صحیح ضرورت فوت نہ ہوتی ہو تو ایسی صورت میں ان کی بات کی مخالفت کرنے میں لڑکے پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔

امام احمدؒ سے کسی نے پوچھا کہ میرے والد مجھے یہ حکم دے رہے ہیں کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں تو انہوں نے فرمایا: تم اسے طلاق مت دو، انہوں نے کہا کہ کیا حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو ان کی بیوی کو طلاق دینے کا حکم نہ دیا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: صحیح ہے لیکن یہ جب ہے جب تمہارے باپ بھی حضرت عمرؓ کی طرح ہوں، بعض علماء نے لکھا کہ باپ بیوی کو طلاق دینے کو کہے تو اس کی اطاعت کی جائے گی لیکن اگر ماں اپنے لڑکے کو بیوی کو طلاق دینے کا کہے تو اس بات میں اس کی اطاعت ضروری نہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کی والدہ اسے اس کی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دے تو انہوں نے فرمایا: بیٹے کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بیوی کو طلاق دے بلکہ اسے اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے، اور بیوی کو طلاق دینا ماں کے ساتھ حسن سلوک میں داخل نہیں ہے، اور کسی مومنہ عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی بیوی یعنی اپنی بہو سے لڑائی جھگڑا کر کے اس کی اولاد کو مار پیٹ کر اور اس کے مال و دولت اور گھر بار میں اپنا حکم چلا کر اپنے بیٹے کو اپنی نافرمانی پر مجبور کرے جیسا کہ عام عورتیں کیا کرتی ہیں، اور کسی ایسے باپ پر جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو یہ قطعاً جائز نہیں کہ وہ اپنے بیٹے کو ایسی عورت سے شادی پر مجبور کرے جس سے وہ شادی نہ کرنا چاہتا ہو اور جس کے ساتھ وہ زندگی نہ گذار سکتا ہو۔

علماء نے لکھا ہے کہ ماں باپ میں سے کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ لڑکے کو ایسی عورت سے شادی کرنے پر مجبور کریں جس سے وہ نکاح نہ کرنا چاہتا ہو، اور ایسی صورت میں لڑکا اگر وہاں شادی کرنے سے انکار کر دے تو وہ نافرمان شمار نہ ہوگا، اور جس طرح کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کو کسی ایسی چیز کے کھانے پر مجبور کرے جو اسے ناپسند ہو، جبکہ وہ اپنی مرغوب و پسندیدہ چیز کے کھانے کی قدرت و طاقت بھی رکھتا ہو تو اسی طرح نکاح و شادی

کا مسئلہ بھی ہے بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے، اس لئے کہ کسی ناپسندیدہ چیز کو کھانے میں ایک گھڑی کی تلخی برداشت کرنا پڑتی ہے اور پسند کی لڑکی نہ ہونے پر میاں بیوی جنہیں ایک طویل زندگی گذارنا ہے اور جن میں سے کسی ایک کو دوسرے کو چھوڑنا آسان بھی نہیں ہوتا یہ زیادہ ایذا کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اس کو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اگر تم (دل سے) سعادت مند ہو تو وہ بھی توبہ کرنے والوں کے حق میں بڑا مغفرت کرنے والا ہے۔''

(سورۃ بنی اسرائیل)

ماں باپ کا ادب ضروری ہے:

ترغیب وترہیب میں یہ روایت بعض تابعین ہے کہ ان کا کسی قبیلے پر گزر ہوا، وہاں انہیں گورستان نظر پڑا۔ عصر کے بعد اس میں سے ایک قبر شق ہوگئی اور اس کے اندر سے ایک آدمی نکل آیا، اس کا سر گدھے کا سا تھا اور بدن آدمی کا سا، وہ تین مرتبہ گدھے کی بولی بولا، پھر قبر اس کے اوپر جڑ گئی، پھر اس عورت سے اس کا حال پوچھا، تو اس نے بتلایا کہ یہ شراب پیا کرتا تھا اور اس کی ماں اس سے کہتی تھی کہ اللہ سے ڈر، تو جواب میں کہتا تھا تو گدھے کی طرح مت چلایا کر، پھر عصر کے بعد اس کی موت واقع ہوئی، اسی وجہ سے عصر کے بعد اس کی قبر پھٹ جاتی ہے اور وہ نکل کر تین بار گدھے کی بولی بولتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے رب مجھے وصیت کیجئے۔ ارشاد ہوا، میں تمہیں تمہاری ماں کی نسبت وصیت کرتا ہوں۔ انہوں نے پھر عرض کیا وصیت کیجئے۔ ارشاد ہوا، میں تمہاری ماں کی نسبت تمہیں وصیت کرتا ہوں، حتیٰ کہ نویں بار فرمایا، میں تمہیں تمہارے باپ کی نسبت وصیت کرتا ہوں۔ اے موسیٰ جو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتا ہے، دنیا میں، میں اس کا ولی رہتا ہوں اور اس کی قبر میں مونس بنتا ہوں اور حشر میں اس پر مہربان ہوتا ہوں اور پل صراط پر اس کا رہنما بنتا ہوں اور جنت میں اس سے گفتگو کرنے والا بنتا ہوں کہ وہ مجھ سے بلاواسطہ باتیں کرے گا اور میں اس سے باتیں کروں گا۔

کسی مرد صالح کی ایک صالحہ عورت ماں تھی۔ جب ماں کو موت آئی تو اس نے کہا کہ

اے میری پونجی اور میرے ذخیرے اور اے جس پر زندگی میں اور بعد وفات میرا بھروسہ ہے۔ مجھے مرتے دم رسوا نہ کرنا اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ ڈالنا، جب وہ مرگئی تو میں ہر جمعے کو اس کی قبر کی زیارت کو جایا کرتا تھا اور وہاں خوب اللہ کا ذکر کر کے اس کے اور اس کے ہمسایوں کے لئے دعا مانگا کرتا تھا۔ اس نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا اور اس کی حالت پوچھی، اس نے کہا موت کی بے چینی بڑی سخت ہے اور اللہ کے فضل سے اچھے برزخ میں ہوں۔ اس میں حریر کا فرش لگا ہے اور قیامت تک ریحان کے گدے بچھے رہیں گے۔ اے میرے بیٹے! ہر جمعہ کو میری قبر کی زیارت کیا کر اور اس کو چھوڑنا مت، کیونکہ مجھے اور میرے ہمسایوں کو تیری زیارت اور دعا سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ (بحوالہ ماں باپ کے حقوق)

حضرت نبی کریم ﷺ سے مروی ہے جو مغرب اور عشاء کے درمیان شب جمعہ کو دو رکعتیں پڑھے۔ اس طرح کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص اور معوذتین پانچ پانچ بار پڑھے اور اس سے فارغ ہو کر پندرہ بار استغفار کرے اور پندرہ بار حضرت نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور ان سب کا ثواب اپنے والدین کو بخشے۔ اللہ کے سوا ان دونوں کا ثواب کسی کو معلوم نہیں۔

باپ کے ساتھ حسن سلوک کا اعلیٰ درجہ:

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ باپ کے ساتھ حسن سلوک کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے چلے جانے کے بعد اس کے ساتھ تعلقات رکھنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

ابن دینارؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ کے راستے میں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک بدو جاتا ہوا نظر پڑ گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو اپنی سواری دے دی اور اپنے سر مبارک سے عمامہ اتار کر اس کی نذر کر دیا۔ ابن دینارؒ نے عرض کیا کہ حضرت یہ شخص تو اس سے کم درجہ احسان پر بھی خوش ہو جاتا۔ آپ نے عمامہ بھی دے دیا اور سواری بھی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا، اس کا باپ میرے باپ کے دوستوں میں سے تھا اور میں نے حضور ﷺ سے یہ سنا ہے کہ بہترین صلہ آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں پر احسان کرنا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو حضرت ابن عمرؓ مجھ سے ملنے

تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں کیوں آیا؟ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اپنے باپ کے ساتھ اس کی قبر میں صلہ رحمی کرے اس کو چاہئے کہ اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میرے باپ اور تمہارے والد میں دوستی تھی، اس لئے آیا ہوں کہ دوست کی اولاد بھی دوست ہی ہوتی ہے۔

والدین کے لئے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتے رہیے:

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک مر جائے اور وہ شخص ان کی نافرمانی کرنے والا ہو تو اگر وہ ان کے لئے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتا رہے اس کے علاوہ ان کے لئے اور دعائیں کرتا رہے تو وہ شخص فرمانبرداروں میں شمار ہو جائے گا۔

فائدہ...... یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر انعام و احسان اور لطف و کرم ہے کہ والدین کی زندگی میں بسا اوقات ناگوار امور پیش آجانے سے دلوں میں میل آجاتا ہے، لیکن جتنا بھی رنج ہو جائے، والدین ایسی چیز نہیں جن کے مرنے کے بعد بھی دلوں میں رنج رہے۔ ان کے احسانات یاد کر کے آدمی بے تاب نہ ہو جائے۔ لیکن اب وہ مر گئے اب کیا تلافی ہو سکتی ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل سے اس کا دروازہ بھی کھول دیا کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے دعائیں کرے۔ ان کی مغفرت کو اللہ سے مانگتا رہے۔ ان کے لئے ایصال ثواب جانی اور مالی کرتا رہے کہ یہ ان کی زندگی کے زمانہ میں جو ان کے حقوق ضائع ہوئے ہیں، ان کی تلافی کر دے گا اور بجائے نافرمانوں میں شمار ہونے کے فرمانبرداروں میں شمار ہو جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ ہاتھ سے وقت نکل جانے کے بعد بھی اس کا راستہ کھول دیا۔ کس قدر بے غیرتی اور دلی قساوت ہوگی اگر اس موقعہ کو بھی ہاتھ سے کھو دیا جائے۔ ایسا کون ہوگا جس سے ہمیشہ والدین کی رضا ہی کے کام ہوتے رہے ہوں اور ادائے حقوق میں کوتاہی تو کچھ نہ کچھ ہوتی ہی ہے۔ اگر اپنا معمول اور کوئی ضابطہ ایسا مقرر کر لیا جائے جس سے ان کو ثواب پہنچتا رہے، تو کس قدر اعلیٰ چیز حاصل ہو سکتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو یہ

ان کے لئے حج بدل ہوتا ہے۔ ان کی روح کو آسمان میں خوشخبری دی جاتی ہے اور یہ شخص اللہ کے نزدیک فرمانبرداروں میں شمار ہوتا ہے، اگرچہ پہلے یہ نافرمان ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین میں سے کسی کی طرف سے حج کرے تو اس کے لئے ثواب ہوتا ہے اور حج کرنے والے کے لئے نو حجوں کا ثواب ہوتا ہے۔

بہت بڑی سعادت:

علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے جس کا اردو میں مفہوم ہے کہ "سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے مالک ہے آسمانوں کا اور مالک ہے زمین کا اور پالنے والا ہے تمام جہانوں کا اور اسی کے لئے ہے تمام بڑائی آسمانوں اور زمینوں میں اور وہ زبردست حکمت والا ہے تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا پالنے والا ہے تمام جہانوں کا اور اسی کے لئے ہے عظمت آسمانوں اور زمین میں اور زبردست حکمت والا ہے اور وہی فرماں روا ہے مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور پالنے والا ہے تمام جہانوں کا اور اس کی روشنی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔" اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ یا اللہ! اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچادے تو گویا اس نے بہت بڑی سعادت حاصل کر لی۔

جنت کی خوشبو نہ پاسکنے والے لوگ:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس وقت کہ قول ظاہر ہو جائے اور عمل خزانے میں چلا جائے، یعنی تقریریں تو بہت ہونے لگیں، مضامین بہت کثرت سے لکھے جائیں، لیکن عمل ندارد ہو جائے، گویا مقفل رکھا ہوا ہے اور زبانی اتفاق تو آپس میں ہو جائے، لیکن قلوب مختلف ہوں اور رشتہ دار آپس کے تعلقات توڑنے لگیں تو اس وقت میں اللہ جل شانہٗ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیتے ہیں اور اندھا بہرہ کر دیتے ہیں۔

حضرت حسنؓ سے بھی حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جب لوگ علوم کو ظاہر

کریں اور عمل کو ضائع کر دیں اور زبانوں سے محبت ظاہر کریں اور دلوں میں بغض رکھیں اور قطع رحمی کرنے لگیں تو اللہ جل شانہٗ اس وقت ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیتے ہیں کہ پھر نہ سیدھا راستہ ان کو نظر آتا ہے نہ حق بات ان کے کانوں میں پہنچتی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنت کی خوشبو اتنی دور تک جاتی ہے کہ وہ راستہ پانچ سو برس میں طے ہو۔ والدین کی نافرمانی کرنے والا اور قطع رحمی کرنے والا جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔ سبحان اللہ قربان جائیے اس ذات پاک کے جس نے اپنی بندگی و عبادت کیساتھ اپنے ماں باپ کی اطاعت وفرماں برداری کرنے کا حکم فرمایا۔

اسلام کی نظر میں والدین کا مقام:

اندازہ کیجئے کہ اسلام نے کس قدر ماں باپ کے ساتھ شفقت و نیکی، احسان اور مہربانی کرنے کا حکم فرمایا اور اپنی اطاعت و عبادت کے بعد ان کے ساتھ بھلائی اور ان کی خدمت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو تعلیم سکھائی کہ جب وہ بوڑھے اور کمزور ہو جائیں تو ان سے اکڑ کر اور غصہ سے کوئی بات نہ کہو، اگر وہ تجھے غصہ کی حالت میں کچھ سخت سست اور برا بھلا کہہ دیں تو اس کو چپ چاپ سن لو، ان کو الٹ کر جواب مت دو۔ کسی بھی کام میں ان کی ذرا بھی نافرمانی نہ کرو۔ ان کی بے ادبی سے بچتے رہو۔ ان کی برابری نہ کرو۔ حق تو یہ ہے کہ تو بھی ان کی ویسی ہی خدمت کرے جیسی انہوں نے بچپن میں تیری خدمت کی ہے۔ جس طرح سے تجھے پالا، پرورش کیا، ہر طرح سے کھلایا، پلایا، پہنایا، پڑھایا، بیاہا۔ اگر تو ان کی ویسی خدمت کرے بھی اور زیادہ بھی کرے۔ تو یاد رکھ! تو برابری پھر بھی نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ فضیلت اور درجہ تو پہلے کام کرنے والے کو ہے۔ اس لئے تجھے برابری ممکن اور زیبا نہیں۔ کیونکہ تیرے ماں باپ تجھے پالتے پوستے اور تیرا اچھے سے اچھا بناؤ سنگار کرتے تھے۔ تجھے اچھے سے اچھا کھلاتے پلاتے اور پہناتے تھے اور تجھے دیکھ دیکھ کر جیتے اور تیری جوانی و زندگانی کے لئے اللہ سے دعائیں کرتے تھے اور اپنی زندگی کا تجھے سہارا سمجھتے تھے۔ تب کہیں جا کر تو اس لائق ہوا۔ اب تو اگر خدمت کرے گا بھی تو بہت دکھی اور اچھی خاصی مصیبت سمجھ کر کرے گا اور دل میں یوں بھی کہے گا کہ کیا اچھا ہو یہ جلدی

مرجائیں اور ہر روز کی تکلیف و پریشانی کا ہمیشہ کے لئے پاپ کٹ جائے۔ کون ہر روز ان کی دیکھ بھال کرے، کون ان کی بیماری پر پیسہ لگائے، کون ڈاکٹروں، حکیموں کو بلائے، کون ان کے کپڑے دھوئے اور نہلائے، کون ان کی گندگی اٹھائے۔ اچھی بیماری گلے پڑی ہے کہ یہ مرنے اور چارپائی چھوڑنے میں نہیں آتے۔ ہر وقت گھر میں کھانستے اور تھوکتے رہتے ہیں۔ سارے گھر کو گندہ کر رکھا ہے۔ گھر میں بیوی بچوں کو ذرا ذرا سی بات پر روکتے ٹوکتے اور لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ آہ! کیا انصاف ہو رہا ہے کہ ماں باپ تو تیری زندگی کے امیدوار، تیرے بڑے ہونے اور تیرے پھلنے پھولنے کے متمنی تھے، اور تو آج ان کی زندگی سے تنگ اور ان کے مارنے کی فکر میں ہے کہ وہ کون سا دن ہوگا جب میرا ان سے پیچھا چھوٹے گا۔ کیسا بدنصیب ہے وہ آدمی جو اپنے پیارے ماں باپ کے لئے ایسا سوچے۔ یہ ناعاقبت اندیش اور بدقسمت اتنا نہیں سوچتا کہ مجھے یہاں تک انہوں نے ہی کیا ہے۔ انہی کے طفیل سے میں نے یہ جوانی اور دنیا دیکھی ہے۔ اے کم بخت! ماں باپ کے نافرمان یاد رکھ: ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانا، اللہ کی رحمت کا اٹھ جانا ہے۔ آج تو ان کو کچھ سمجھتا نہیں ہے کل ان کے مرنے کے بعد تجھے ان کی قدر معلوم ہوگی۔

(بحوالہ بتغیر و تبدل از محسن کائنات ماں ہے)

والدین کا ادب کا قرآنی حکم:

والدین کے ادب و احترام کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے
وقل لهما قولاً كريماً ''اور ان سے ادب کی بات کہو۔''

گفتگو میں ان کی عظمت اور اپنے مقام فرزندی کا خیال رکھو، بات کرتے وقت پورے ادب و تعظیم کو ملحوظ رکھو، تفسیر مراغی میں ہے:

''ان سے ادب و احترام سے اچھے الفاظ میں، اچھی طرح بولو، اباجی! امی جی! کہہ کر پکارو ان کے نام لے کر نہ بلاؤ اور ان کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کرو اور انہیں گھور کر یا نظریں جما کر نہ دیکھو۔ ابن جریر اور ابن منذر نے ابوھداج کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت سعید بن میتب سے پوچھا کہ اللہ پاک نے پورے قرآن میں والدین کے ساتھ

نیکی و بھلائی کرنے کا جہاں کہیں حکم فرمایا ہے مجھے پورے طور پر اس کی پہچان ہوگئی ہے لیکن وقل لهما قولاً كريماً کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا، اس کا کیا مطلب ہے؟ تو حضرت ابن میتب نے فرمایا کہ ان سے اس طرح بات کرو جیسے ایک خطاوار غلام سخت مزاج آقا سے کرتا ہے۔''

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے والدین کے ساتھ قولاً کریماً کا مطلب پوچھنے پر فرمایا کہ:

''اماں جی! اباجی کہہ کر خطاب کرے، ان کا نام نہ لے۔''

امام فخر الدین رازی نے اس مقام پر تفسیر کبیر میں لکھا ہے:

''اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ والدین کی تعظیم و تکریم میں حد درجے کی سعی کی جائے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جہنم سے دور رہیں اور جنت میں داخل ہوں؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں، بخدا میں تو یہی چاہتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کے والدین زندہ ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں! میری والدہ زندہ ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''اگر آپ ان کے ساتھ نرمی سے بات چیت کریں اور ان کے کھانے پینے کا خیال رکھیں تو آپ ضرور جنت میں جائیں گے بشرطیکہ آپ کبیرہ (بڑے) گناہوں سے بچتے رہیں۔''

صاحب تفسیر روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۴۷ پر ''قولاً کریما'' کے تحت لکھتے ہیں:

''ان کے سامنے اپنی آواز بھی بلند نہ کرے بلکہ ان کے ساتھ آہستگی کے ساتھ کلام کرے اور نہ کسی کے والدین کو گالی دے کہ اسے بدلے میں گالی دینے کا موقع ملے اور نہ ان کی طرف غصے سے دیکھے''

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''والدین سے تواضع میں ایسے ہو جاؤ جیسے خطاکار، ذلیل اور کمزور غلام، سخت مزاج

آقا کے سامنے ہوتا ہے۔ (از حافظ فیوض الرحمٰن)

والدہ کی خصوصی تعظیم:

اللہ تعالیٰ کی نظر میں ماں کا مقام بہت بلند ہے کیونکہ ماں عورت ہونے کی حیثیت سے کمزور ہوتی ہے۔ اس لئے اسے اولاد کی پرورش کے لئے جسمانی طور پر مرد سے زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ خاص کر بچہ جننے اور دودھ پلانے کے زمانے میں اسے رات دن بچے پر خاص توجہ دینی پڑتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ماں کے ساتھ خاص طور پر حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

والدین کی تعظیم حضور ﷺ کے نزدیک:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے ان کے ساتھ ایک بڑے میاں بھی تھے حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ میرے والد ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

۱۔ ان سے آگے نہ چلنا۔
۲۔ ان سے پہلے نہ بیٹھنا۔
۳۔ ان کا نام لے کر نہ پکارنا اور
۴۔ ان کو بُرا نہ کہنا۔ (بحوالہ فضائل صدقات)

ویسے تو اولاد کا فرض ہے کہ پوری زندگی والدین سے حسن سلوک کرتے رہیں مگر جب وہ بڑھاپے کی حالت میں ہوں تو ان کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں تلقین کی گئی ہے:

''اگر تمہارے والدین بڑھاپے کی حالت میں ہوں، اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان کے آگے جھک کر رہو۔''

اور دعا کرو: وقل رب ارحمهما كما ربيني صغيراً۔

''ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے محبت وشفقت سے مجھے بچپن میں پالا تھا۔''

والدین کو ترچھی نگاہ سے دیکھنا بھی منع ہے:

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ''ان (والدین) کے سامنے جھکنے'' کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا اگر وہ کوئی بات تیری ناگواری کی کہیں تو ترچھی نگاہ سے ان کو مت دیکھ کہ آدمی کی ناگواری اول اس کی آنکھ سے ہی پہنچانی جاتی ہے۔

والدین کے آداب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک:

ابوغسان رضی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ساتھ ٹھیک دوپہر میں نکل کر جارہا تھا کہ میری ملاقات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا یہ میرے والد ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کے آگے نہ چل، یا تو ان کے پیچھے چل یا ان کے پہلو میں اور کسی کو نہ چھوڑنا کہ تمہارے اور تمہارے باپ کے درمیان حائل بنے اور باپ کی بے منڈیر کی چھت پر نہ چڑھنا کہ جس سے تیرا باپ خطرہ محسوس کرے اور اس ہڈی کو نہ چوسنا، جس کی طرف تیرے باپ نے دیکھا ہو شاید کہ اس کے چوسنے کی تیرے باپ کو خواہش ہو۔ (بحوالہ طبرانی)

ماں سے دغا پر ایک بچھو کی مثال:

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف گلستان میں لکھا ہے کہ ماں کا ادب واحترام بہت ضروری ہے۔ جس کسی نے ماں کا ادب واحترام اور اس کی قدر ومنزلت نہ کی تو وہ زمانے کی نظر میں ذلیل ورسوا ہوتا ہے اور جہاں کہیں بھی جاتا ہے اسے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی مثال یہ دی ہے کہ اگر کسی بچھو کے سوراخ کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بچھو کی ہی کھال پڑی ملتی ہے۔ یہ دراصل اس کی ماں کی کھال ہوتی ہے کیونکہ جب بچھو پیدا ہونے والے ہوتے ہیں تو اپنے ڈنک سے ماں کے پیٹ میں اتنی ضرب لگاتے ہیں کہ ماں ان کے ڈنک کی مار کی تاب نہیں لا پاتی۔ اس کا پیٹ پھٹ جاتا ہے اور وہ مرجاتی ہے، اس طرح دوسرے بچھو اس کے پیٹ سے نکل پڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

لوگوں کی عبرت اور سبق کے لئے بچھو کی پیدائش کا یہ عجیب وغریب طریقہ پیدا کیا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ جو ماں سے دغا کرتا ہے یا ماں کو ایذا پہنچاتا ہے اس کا حشر کیا ہوتا ہے؟ حشر یہی ہوتا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی جاتا ہے جدھر نکلتا ہے، جس طرف کا رخ کرتا ہے، لوگ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسے مارنے دوڑتے ہیں۔

والدہ کا ادب کرنے پر امام حسن رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھانا چھوڑ دیا، ماں نے اس بات کو محسوس کیا ایک روز فرمانے لگیں میرا دل کرتا ہے تو میرے ساتھ کھانا کھائے مگر تو کھاتا ہی نہیں وجہ کیا ہے؟ عرض کی ماں جی اور کوئی وجہ نہیں بس ڈر لگتا ہے کہیں آپ سے پہلے لقمہ نہ اٹھالوں اور بے ادبوں میں شامل ہو جاؤں۔ سبحان اللہ کیا کہنے۔

ماں کا احترام:

جب نپولین بوناپارٹ کرسی شہنشاہیت پر جلوہ افروز ہوا تو معززین شہر اور اس کے رفقاء واحباب اس کی خوشنودی کی خاطر اس کو مبارکباد دینے کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو نپولین شانِ بے نیازی کے ساتھ کرسی سے اٹھا اور اپنا ہاتھ لوگوں کی طرف بڑھایا، تمام لوگوں نے ادب کے ساتھ اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اس کی عزت وتکریم کی خاطر دوزانو ہوئے۔

انہی لوگوں کے اژدھام میں اس کی ماں بھی اپنے بیٹے کی کرسی شہنشاہیت پر جلوہ افروز ہوتے ہوئے دیکھنے کے لئے پہنچی، نپولین نے شہنشاہیت کے نشے میں ماں کے سامنے بھی ہاتھ بڑھایا یہ سوچتے ہوئے کہ ایک شہنشاہ کی حیثیت سے ماں کو بھی میرے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہئے جب ماں نے نپولین کا بڑھا ہوا ہاتھ دیکھا تو اس نے بجائے اس کے کہ ہاتھ کو بوسہ دیتی اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا کیونکہ اس کے نزدیک نپولین کی حیثیت ایک شہنشاہ کی نہیں بلکہ ایک بچے کی تھی، نپولین نے جب ماں کے اس طرز کو دیکھا تو اس نے اپنا ہاتھ گرا دیا اور ماں کے سامنے دوزانو ہو کر اس کے ہاتھ کو چوم لیا اس طرح ایک شہنشاہ کا غرور ایک ماں کے

سامنے سربسجود ہوا۔

اگر والدین کسی بات پر ٹوکیں تو تاویلات کا سہارا نہ لیجئے:

اگر والدین میں سے کوئی یا اپنے بڑوں میں سے کوئی آپ کو آپ کی غلطی بتلائے، کسی کوتاہی پر تنبیہ کرے تو فوراً کہیئے، آئندہ خیال رکھوں گا، آئندہ ایسا نہیں ہوگا، اب شکایت کا موقع نہیں دونگا۔

غلطی اور کوتاہی حقیقت میں ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، دونوں حالتوں میں بڑوں کی تنبیہ کے وقت خاموش رہ کر ان کی بات رکھنی چاہئے۔ ہرگز کسی تاویل کا سہارا اس عین ٹوکنے کے وقت نہیں لینا چاہئے۔

انسان کی ایک نفسیاتی بیماری ہے کہ انسان اپنے خلاف تنقید کو برداشت نہیں کرتا۔

بسا اوقات انسان کے لئے تہجد میں اٹھنا آسان ہوتا ہے، حج، عمرہ، صدقہ، خیرات وغیرہ سارے امور آسان ہو جاتے ہیں، نفس کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔

لیکن والدین، اساتذہ کی طرف سے ایسی تنقید جس کی زد اس کی ذات پر پڑ رہی ہو تو وہ فوراً بپھر جاتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوتا ہے جو اپنے خلاف تنقید، تنبیہ، ڈانٹ کو کھلے دل سے سنیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں، چاہے تنقید کرنے والا کوئی بھی شخص ہو۔

تنقید کرنے والے کی بات کو غور سے سنا جائے، پھر سوچا جائے کہ اس میں میری کون سی غلطی ہے، اگر تنقید کرنے والے نے غلط تنقید کی ہے تو بھی خاموش رہ کر سوچنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ ۱۰۰ فیصد میں سے ۱۰ فیصد بھی صحیح تنقید ہے تو ہمیں اپنی اصلاح کا موقع مل جائے گا، ہم اپنی کوتاہیوں کو دور کرسکیں گے۔

اس لئے کہ انسان سے جو غلطی یا کوتاہی ہوتی ہے اس کے تین درجے ہوتے ہیں۔

۱۔ سہواً ۲۔ عمداً ۳۔ خطاءً

کسی کی تنبیہ اور تنقید برداشت کرنے سے بہت زیادہ آسانی کے ساتھ دو درجوں پر قابو پالیا جاتا ہے اور انسان پھر غلطیوں سے بچ جاتا ہے۔

انسان ہر قسم کی محنت میں جب ہی کامیاب ہوسکتا ہے جب وہ اپنے خلاف تنقید کو بصد شوق قبول کرے۔

اس لئے کہ تنقید کو برداشت کرنا، بیک وقت بہت سی صفات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ والدین اور بڑے بھائی بہنوں کی تنبیہ برداشت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی نفس پرستی کا مریض نہیں ہے۔ کیونکہ نفس پرست شخص کے ہاں اپنی ذات اتنی اہم ہوتی ہے کہ اس کو اپنی غلطیوں کا سننا بھی گوارا نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ جذبات کا حقیقی غلام ہوتا ہے خواہ وہ کتنا ہی آزاد اور امیر ترین آدمی کیوں نہ ہو۔

جو اپنے والدین اور بڑوں کی تنبیہ پر فوراً تاویلات کا سہارا لیا کرتا ہے اور جواب پر جواب دینے کا عادی ہو جاتا ہے، حقیقت میں اس نے طوقِ غلامی اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے، انسان کو چاہیئے کہ اپنے رتبے اور حیثیت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا عادی ہو اور خالصۃً حق کا طالب ہو۔

حق کا یہ جذبہ صحیح طور پر موجود ہو تو آدمی کسی دوسرے کی بات میں الجھے گا نہیں وہ تو صرف یہ سوچے گا کہ کیا چیز حق ہے، اور جو چیز حق ہوگی اس کو دل و جان سے قبول کرے گا۔ خواہ وہ اس کے موافق ہو یا اس کے خلاف۔

عربی کے ایک شعر کا مفہوم ہے کہ،

''میرا سب سے بڑا محسن وہ ہے جو میرے پاس میرے عیوب کا ہدیہ پیش کرے، جو مجھے بتائے کہ میرے اندر کیا عیب ہے۔'' اور جو شخص تعریف کررہا ہے کہ تم ایسے اور ویسے ہو، اور اس کو چڑھا رہا ہے، جس کے نتیجے میں دل میں کبر اور غرور پیدا ہو رہا ہے، یہ بظاہر تو دیکھنے میں اچھا معلوم ہو رہا ہے، لیکن حقیقت میں وہ نقصان پہنچا رہا ہے۔

(بحوالہ اصلاحی خطبات)

لہٰذا والدین اور اساتذہ کرام یا بڑے بھائی بہن کو اپنا محسن سمجھنا چاہیئے ان کا احسان

ماننا چاہیئے کہ انہوں نے ہمارا عیب بتادیا۔ اب ہم اس کی اصلاح کریں گے۔

حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اپنے وعظ ''مؤمن، مؤمن کا آئینہ ہے'' میں فرماتے ہیں:

''بعض اوقات ایک انسان کو اپنی بیماری کا علم نہیں ہوتا کہ میرے اندر فلاں بیماری ہے۔ لیکن جب وہ کسی طبیب اور ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے تو وہ ڈاکٹر بتادیتا ہے کہ تمہارے اندر یہ بیماری ہے۔ اب ڈاکٹر کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ تم نے اس شخص کو بیمار بنادیا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا جو بیماری خود تمہارے اندر پہلے سے موجود تھی اور تم اس کی طرف سے غافل تھے، ڈاکٹر نے بتادیا کہ تمہارے اندر یہ بیماری ہے، اس کا علاج کرلو۔''

آگے ایک نصیحت آموز واقعہ بیان فرماتے ہیں:

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ نے اپنا یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ میرے والد ماجد یعنی (میرے دادا) بیمار تھے، دیوبند میں قیام تھا۔ اس وقت دہلی میں ایک حکیم نابینا بہت مشہور تھے اور بہت حاذق اور ماہر حکیم تھے۔ ان کا علاج چل رہا تھا۔ میں دیوبند سے دہلی گیا تاکہ والد صاحب کا حال بتاکر دوا لے لوں چنانچہ میں ان کے مطب میں پہنچا اور حضرت والد صاحب کا حال بتایا اور کہا کہ ان کی دوا دے دیں۔

حکیم صاحب نابینا تھے، جب انہوں نے میری آواز سنی تو فرمایا کہ میں تمہارے والد صاحب کی دوا تو بعد میں دوں گا، پہلے تم اپنی دوا لو۔ میں نے کہا کہ میں تو ٹھیک ٹھاک ہوں، کوئی بیماری نہیں ہے۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ نہیں، یہ تم اپنی دوا لو۔ صبح یہ کھانا، دوپہر یہ کھانا اور شام کو یہ کھانا، اور جب ایک ہفتہ کے بعد آؤ تو اپنا حال بیان کرنا۔

چنانچہ انہوں نے پہلے میری دوا دی اور پھر والد صاحب کی دوا دی۔ جب میں گھر واپس آیا تو والد صاحب کو بتایا کہ حکیم صاحب نے اس طرح مجھے بھی دوا دی ہے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ جس طرح حکیم صاحب نے فرمایا ہے اسی طرح کرو اور ان کی دوا استعمال کرو۔ جب ایک ہفتہ کے بعد دوبارہ حکیم صاحب کے پاس گیا تو میں نے عرض کیا کہ حکیم صاحب! اب تک یہ فلسفہ سمجھ میں نہیں آیا اور نہ کوئی بیماری معلوم ہوئی۔ حکیم صاحب

نے فرمایا کہ گزشتہ ہفتہ جب تم آئے تھے تو تمہاری آواز سن کر مجھے اندازہ ہوا کہ تمہارے پھیپھڑوں میں خرابی ہوگئی ہے اور اندیشہ ہے کہ کہیں آگے چل کر ٹی بی کی شکل اختیار نہ کرلے اس لئے میں نے تمہیں دوا دی، اور اب الحمدللہ تم اس بیماری سے بچ گئے۔

دیکھیے! بیمار کو پتہ نہیں ہے کہ مجھے کیا بیماری ہے، اور معالج اور ڈاکٹر کا یہ بتانا کہ تمہارے اندر یہ بیماری ہے، یہ اس کا احسان ہے۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جائے گا کہ ڈاکٹر نے بیمار بنادیا، بلکہ اس نے بتادیا کہ تمہارے اندر یہ بیماری پیدا ہورہی ہے تاکہ تم علاج کرلو۔ اب اس بتانے کی وجہ سے ڈاکٹر پر غصہ کرنے اور اس سے ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔

(بحوالہ اصلاحی خطبات)

انسان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو عاجز اور حقیر سمجھے۔

اور یہ تنقید برداشت کئے بغیر نہیں ہوسکتا، جب آدمی تنقید کے بجائے نیاز مندی کی باتوں کو پسند کرنے لگتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس خطرے میں ڈالتا ہے کہ عجز کے بجائے کبر اس کے نفس کی غذا بن جائے۔

وہ ایک مصنوعی فضا میں زندگی گزارنے لگتا ہے، اس کی ظاہری تواضع اس کو اور دوسروں کو اس غلط فہمی میں رکھتی ہے کہ وہ کبر کا شکار نہیں ہوا ہے، حالانکہ وہ نفسیاتی طور پر پوری طرح کبر کا مریض ہوچکا ہوتا ہے۔

اس لئے جن لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے قیادت، امامت کا کام لیا وہ ہمیشہ لوگوں کو یوں دعا دیتے تھے:

"رحم اللّٰہ امرا انبہ علیٰ عیوبی"

"اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو (تنہائی) میں میرے عیوب پر مطلع کرے۔"

اور ایسے ہی لوگوں کی زبانوں پر حق کی آواز بلند ہوتی ہے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح کہتے ہیں:

"لولا علی لھلک عمر"

"یعنی اگر علی (رضی اللہ عنہ) میری اصلاح نہ فرماتے تو میں ہلاک ہوجاتا۔"

اصلاح کی بات:

"ایک شخص حضرت مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خط میں بہت برا بھلا لکھتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت نے اپنے خادمِ خاص مولانا یحییٰ کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا، بھائی کیا بات ہے آج کل وہ ہمیں خط نہیں لکھتے؟

مولانا یحییٰ صاحب نے جواب دیا، وہ لکھتے تو ہیں مگر میں آنجناب کو سناتا نہیں ہوں کہ بے کار باتیں ہوتی ہیں۔

فرمایا: مجھے سنایا کرو شاید اس میں ہماری اصلاح کی کوئی بات نکل آئے۔"

لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہمارے والدین، بڑے بھائی، اساتذہ کسی بات پر تنبیہ کریں تو ترکی بہ ترکی جواب دینے کے بجائے خاموش رہ کر سوچیں، چاہے ہمیں اپنی غلطی نظر نہ آئے لیکن پھر بھی سوچیں کہ شاید یہ جو فرمارہے ہیں وہ صحیح ہو۔

ہاں! یقین ہو کہ وضاحت کرنے سے والد صاحب کو اطمینان ہوجائے گا تو فوراً اس وقت تو جواب پر جواب نہ دیں خاموش ہوجائیں جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے کم از کم دو یا تین نمازوں کا وقت گزر جائے اس کے بعد وضاحت کردیں کہ جس بات پر آپ ناراض ہو رہے تھے اس کی وجہ یہ تھی۔

بسا اوقات والد صاحب نے بیٹے کو تھوڑی سی بات پر ڈانٹ دیا، بیٹا یہ سمجھتا ہے اتنی چھوٹی سی بات پر اتنا زیادہ تو نہیں ڈانٹنا چاہئے تھا یا اتنی سی بات پر سب کے سامنے تو ذلیل نہ کرتے، یا والد صاحب کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، اس بدگمانی اور قلبی غیبت سے بھی بچنا چاہئے۔

ہاں! ان مراحل میں یا ایسے وقت میں دل کو تسلی دینے کے لئے ان دو تدبیروں پر عمل کریں۔

۱) والد صاحب کے عمل کی تاویل کرلیجئے، شاید اس وجہ سے والد صاحب نے ایسا کیا ہو، شاید والدہ نے اس وجہ سے ایسا کیا ہو، شاید میں اس کو چھوٹی سی بات سمجھتا ہوں والد صاحب کے ذہن میں کوئی اور بات ہو، جہاں میرے دماغ اور میری عقل کی رسائی نہ ہو

شاید والد صاحب کی بیماری ذریعہ بنی ہو وغیرہ۔

۲) دل سے والدین کو معاف کر کے اپنے گناہوں کی بھی معافی مانگیئے۔

بسا اوقات یہ گناہوں کا نتیجہ ہوتا ہے جو انسان کو محسوس نہیں ہوتا، فوراً توبہ کر لیجئے۔ اور سوچئے کہیں میں نے تو کسی کو اس طرح ذلیل نہیں کیا کہ اس اصول کے تحت ''جیسی کرنی ویسی بھرنی''

میں نے خود اپنے کسی چھوٹے کو اس طرح تکلیف پہنچائی ہوگی تو میرے بڑے مجھے پہنچا رہے ہوں گے۔ (بحوالہ والدین کی قدر کیجئے)

اولاد پر والد کے احسانات:

ہر والد کے اپنی اولاد پر بے حد احسانات ہوتے ہیں۔ اولاد کے لباس، خوراک اور رہائش کا بندوبست کرنا والد کے ذمے ہے اس کے لئے ہر والد اپنے خون پسینے کی کمائی سے اپنی اولاد کے حقوق پورے کرتا ہے اور زندگی کے ہر پہلو میں انہیں سہولت فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بیٹا اگر غلام باپ کو آزاد بھی کرا دے تو پھر بھی اس کی خدمت کا حق پورا نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بیٹا اپنے باپ کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا، مگر یہ کہ اسے غلام پائے اور خرید کر آزاد کر دے۔

باپ چونکہ مال کے ذریعے اولاد کی خدمت کرتا ہے اس لئے اولاد اگر غلام باپ کو آزاد کرانے کے لئے مال تک خرچ کر دے تو پھر بھی والد کا حق ادا نہیں ہوتا۔ مراد یہ ہے کہ اولاد کو اپنے والد کے لئے ہر وقت اطاعت اور خدمت کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

والد کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے:

والد کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: والد کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور والد کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے۔ (بحوالہ طبرانی)

والد کی اطاعت سے چونکہ اللہ راضی ہو جاتا ہے اس لئے والد کی اطاعت کو ضروری قرار دیا گیا ہے لامحالہ جب والد راضی ہوگا تو اللہ بھی راضی ہو جائے گا۔

باپ کی رضا رب کی رضا ہے:

رضا کا مطلب خوش ہونا ہے اگر باپ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے طرز عمل سے خوش ہو جائے تو ان سے اللہ خوش ہو جائے گا۔ اور اگر باپ اولاد سے ناراض رہے تو اللہ ایسی اولاد سے راضی نہ ہوگا لہٰذا نیک اولاد کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے کہ ان کے والدان سے خوش رہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رب کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

(بحوالہ ترمذی شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تم اپنی خدمت و اطاعت اور اچھے سلوک کے ذریعہ ماں باپ کو خوش رکھو گے تو تمہارا پروردگار بھی تم سے خوش رہے گا اور اگر تم نافرمانی و سرکشی اور ایذا رسانی کے ذریعہ ماں باپ کو ناخوش و ناراض رکھو گے تو تمہارا پروردگار بھی تم سے ناخوش و ناراض رہے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی اطاعت، خدمت اور ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔



ذمہ داری نمبر......٦:

﴿والدین کی اطاعت کیجئے﴾

ہر بیٹے پر ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ ماں باپ کی دل وجان سے اطاعت کرے یعنی کبھی ان کا کہا نہ موڑے، یقیناً والدین ہمیشہ اپنے بیٹے کی بھلائی ہی کے خواہاں ہوتے ہیں اس لئے والدین کے حکم میں بھلائی ہی مضمر ہوتی ہے چنانچہ والدین کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ اور اگر زندگی میں کبھی وہ موڑ بھی آجائے کہ جب بعض دفعہ ایسا ہوگا کہ جب والدین کچھ زیادتی کر رہے ہونگے تو تب بھی خوش دلی سے ان کی اطاعت کرنی چاہئے ،اپنے آپ کو سمجھا کر اور ان کے عظیم ترین احسانات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے تمام مطالبات پر سرتسلیم خم کردینا چاہئے۔ چاہے وہ مطالبات بیٹے کے ذوق اور مزاج پر گراں ہوں لیکن بشرطیکہ وہ دین کے خلاف نہ ہوں۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ روایت فرماتے ہیں کہ یمن کا ایک آدمی رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ﷺ نے اس سے پوچھا یمن میں تمہارا کوئی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں میرے ماں باپ ہیں آپ ﷺ نے پوچھا انہوں نے تمہیں اجازت دے دی ہے اس نے کہا نہیں (یعنی میں نے ان سے اجازت نہیں لی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تم ان کے پاس جاؤ اور ماں باپ سے اجازت لو، اگر وہ اجازت دے دیں، تب تو جہاد میں شرکت کرو ورنہ (ان کی اطاعت کرو اور ان کی خدمت کرتے رہو) اور ان کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ (بحوالہ ابوداؤد شریف)

ف: والدین کی اطاعت کا اسلام نے کس قدر اہتمام سے حکم دیا ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک شخص میلوں دور سے آتا ہے اور چاہتا ہے کہ رسول اقدس ﷺ کی معیت میں دین کی سربلندی کے لئے جہاد میں شریک ہو لیکن رسول اللہ ﷺ اس شخص کو لوٹا رہے ہیں اور فرماتے ہیں جہاد میں شرکت بھی تم اسی صورت میں کرسکتے ہو

جب تمہارے ماں باپ تمہیں اجازت دیں۔ چنانچہ معلوم ہوا ماں باپ کی اطاعت کرنا بھی ایک اہم ذمہ داری ہے اور اسلام نے اس کا حکم دیا ہے۔ اگر والدین کی اطاعت کے بغیر اور انہیں ناراض کر کے کوئی صالح کام بھی کیا تب بھی یہ نافرمانی پکڑ کا باعث ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

والدین کی اطاعت اور جدید سائنس:

روحانیات کے مشہور ماہر ڈاکٹر نکلس ڈیوز اور نفسیات کے ماہر استاد پروفیسر ملن کیم کی رپورٹ اور ریسرچ بغور دیکھی جائے تو دونوں کی باتیں ہم آہنگ ہیں ان کی رپورٹ کے مطابق!

والدین جوں جوں بوڑھے ہوتے جاتے ہیں ان کی محبت بڑھتی رہتی ہے اور والدین کی محبت کی نگاہوں میں ایک روشنی کا پیٹرن بن کر اولاد کے حق میں صحت اور تندرستی کا باعث بنتا ہے۔

والدین ہزاروں میل دور اپنی نیک تمناؤں کے ذریعے غیر مری شعاؤں کا سلسلہ اولاد تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ چاہے والدین بیمار ہوں لیکن ان میں غیر مری شعاؤں کی طاقت ہرگز کمزور نہیں ہوتی وہ بڑھتی رہتی ہے۔

والدین اگر قریب ہوں تو ان کی محبت بھری شعاعیں جسم اور اعصاب کی تقویت اور لچک کا باعث بنتی ہیں، والدین کا لمس ذہنی عوارضات کو ختم کرتا ہے، نفسیاتی الجھن کو دور کرتا ہے اور جسم غیر فانی ہوجاتا ہے۔

میں جب اپنی ماں سے محبت بھری نگاہیں ملاتا ہوں تو میرے اندر قرار اور سکون کی لہر داخل ہوجاتی ہے۔ (بحوالہ اسلام اور مستشرقین)

تمام مغربی ماہرین مسلسل تحقیق کے بعد اس بات پر پہنچے ہیں کہ والدین کی تابعداری غیر مری شعاعوں کے یونٹ میں ہلچل پیدا کردیتی ہے۔ اور پھر اس سے مثبت غیر مری شعاعیں نکل کر انسان کے جسم میں داخل ہوکر اس کی صحت وتندرستی کا باعث بنتی ہیں اور یہی شعاعیں اس کے گرد ایک مضبوط مرکز قائم کر کے اسے مصائب، آفات اور تکالیف سے

بچاتی ہیں۔ پھر جب یہی آدمی نافرمانی کرتا ہے تو اس وقت بھی والدین کی غیر مرئی شعاعوں کے یونٹ میں ہلچل پیدا ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ والدین کا غصہ، غم اور فریاد شامل ہوتی ہے اس لئے اس یونٹ سے منفی شعاعیں نکل کر اس کو نقصان پہنچاتی ہیں۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر نور احمد صاحب فرماتے ہیں کہ بطور ڈاکٹر ہم نے اپنے سامنے ہر قسم کے لوگ مرتے دیکھے ہیں۔ بعض اموات ہم سب کے لئے ایک سبق چھوڑ جاتی ہیں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لوگ والدین سے نیک سلوک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اس دنیا کے مسائل بھی حل کر دیتے ہیں حتی کہ ایسے موذی امراض سے جن کا ہمارے پاس علاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دیتے ہیں اور اچھی موت نصیب ہوتی ہے۔ اور جو لوگ اپنے والدین کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں ان کو دنیا ہی میں سزا ملتی ہے اور بری موت مرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی نافرمانی سے بچائے۔ آمین۔

(بحوالہ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس)

اطاعتِ والدین ضروری ہے:

والدین کا ایک حق یہ ہے کہ ان کی زندگی بھر اطاعت کی جائے۔ اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے دائرے میں جو بھی حکم دیں اسے تسلیم کیا جائے اور ان کا ہر کہنا مانا جائے، بشرطیکہ وہ ایمان کے تقاضوں کے خلاف نہ ہو، اولاد کے لئے ماں باپ دونوں کی اطاعت لازم ہے کیونکہ انہوں نے اولاد کی پرورش کی، ان کی تربیت پر ہر لحاظ سے پیسہ خرچ کیا اور زندگی بھر ان کے حقوق پورے کیے اس لئے والدین جب بھی اولاد کو بلائیں تو اسے حاضر ہونا چاہیے۔

ڈھیروں نیکیوں کے لئے پانچ اعمال:

بعض علماء نے لکھا ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن پر دوام اور استقلال سے اللہ جل شانہٗ کے یہاں ایسی نیکیاں ملتی ہیں جیسے کہ اونچے اونچے پہاڑ، اور ان کی وجہ سے رزق میں بھی وسعت ہوتی ہے۔

۱) صدقہ کی مداومت تھوڑا ہو یا زیادہ۔

۲) صلہ رحمی پر مداوت چاہے قلیل ہو یا کثیر۔

۳) اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

۴) ہمیشہ باوضو رہنا۔

۵) والدین کی فرمانبرداری پر مداومت کرنا۔ (بحوالہ فضائل صدقات)

والدین کی اطاعت کی کرامت:

حضرت ذوالنورین مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کشتی میں سوار تھا کہ کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی، اور سب لوگ ایک دوسرے سے دریافت کرنے لگے میں نے بھی ایک حبشی غلام سے پوچھا اور اس نے دریا کی طرف مخاطب ہو کر کہا! اے دریا کی مچھلیو میں تم کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ ہر مچھلی اپنے منہ میں موتی لے کر آئے۔ اس کا یہ حکم ابھی تمام ہی نہ ہوا تھا کہ مچھلیاں نکل آئیں اور ہر مچھلی کے منہ میں ایک ایک موتی تھا۔ مچھلیوں کا ظاہر ہونا ہی تھا کہ اس نے ایک جست کی اور پانی پر چلنے لگا اور کہتا تھا:

"ایاک نعبد وایاک نستعین"

میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص تو یہ کیا عمل کرتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہ عمل یا وظیفہ نہیں محض اللہ کی اطاعت اور والدین کی خدمت، یہ کہتا ہوا غائب ہوگیا۔

ماں کی خدمت نوکر کے بجائے خود کرنے والے بزرگ کا واقعہ:

کہمش بن حسن رحمۃ اللہ علیہ اپنی ماں کی بہت خدمت کرتے تھے پاخانہ وغیرہ اپنے ہاتھ سے اٹھاتے اور صاف کرتے تھے۔ کسی امیر آدمی نے انہیں روپوں کی تھیلی بھیجی اور کہلا بھیجا کہ اس رقم سے اپنی ماں کے لئے غلام یا لونڈی خرید لیں۔ کہمش رحمۃ اللہ علیہ نے رقم واپس کر دی اور یہ پیغام بھیجا "جب میں بچہ تھا تو میری ماں نے میری خدمت کے لئے کوئی نوکر نہیں رکھا تھا بلکہ انہوں نے خود میری پرورش اور خدمت کی تھی اس لئے میں بھی اب خود ہی اپنی ماں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔" (بحوالہ نزہۃ المجالس)

والدہ کی خدمت کی وجہ سے تعلیم کی قربانی:

حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کم سنی ہی میں میں نے دو طلباء کو غیر ملک میں حصول تعلیم کے لئے آمادہ کیا، لیکن والدہ کی کبرسنی کی وجہ سے ارادہ فسخ کرنا پڑا اور جن طلباء کو میں نے آمادہ کیا تھا وہ بغرض تعلیم روانہ ہو گئے، مگر میں اس درجہ غمگین ہوا کہ قبرستان میں جا کر محض اس خیال سے گریہ وزاری کرتا کہ جب میرے دونوں ساتھی حصول علم کے بعد واپس آئیں گے تو مجھے ان کے سامنے ندامت ہوا کرے گی۔ لیکن ایک دن حضرت خضرؑ نے آ کر فرمایا کہ روزانہ اس جگہ آ کر مجھ سے تعلیم حاصل کر لیا کرو پھر ان شاء اللہ کسی سے پیچھے نہیں رہو گے اس کے بعد مسلسل تین سال تعلیم حاصل کرتا رہا جس وقت مجھے معلوم ہوا کہ میرے استاذ حضرت خضرؑ ہیں تو مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ ایسا صاحب مرتبت استاذ مجھے صرف والدہ کی خدمت سے ملا ہے۔ (بحوالہ نزہۃ المجالس)

ماں کی فرمانبرداری کا صلہ:

بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں یعقوب نامی اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کے وصال کا وقت جب قریب آیا تو اس نے اپنا ایک چھوٹا سا لڑکا اور ایک گائے کی بچھیا چھوڑی اور دعا کی الٰہی! یہ بچھیا اس بچے کے لئے تیرے پاس چھوڑتا ہوں۔ جب وہ بڑا ہوا تو اسے عبادت کی طرف رغبت ہوئی۔ رات کا ایک حصہ آرام کرتا اور بقیہ تمام رات عبادت وگریہ وزاری میں صَرف کر دیتا۔ صبح اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتا اور جو کچھ کماتا اس کے تین حصے کرتا ایک حصہ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں پیش کرتا، ایک حصہ غرباء کو دیتا اور باقی سے اپنی گزر بسر کرتا۔

ایک روز اس کی والدہ نے کہا بیٹا تمہارے والد صاحب جب وصال کرنے لگے تھے تو انہوں نے ایک بچھیا تمہارے لئے فلاں جنگل میں چھوڑ دی تھی، جاؤ وہاں سے لے آؤ اور اسے بازار میں اتنی اشرفیوں تک فروخت کر دو۔ البتہ جب سودا ہو تو میری اجازت کے بغیر خریدار کے سپرد نہ کرنا، چنانچہ ایک امیر شخص نے چھ اشرفیوں پر سودا اس شرط پر کیا کہ اپنی ماں

سے اجازت نہ لو گے، تو میں چھ اشرفیاں دوں گا۔ اس نے کہا والدہ کی اجازت کے بغیر سودا نہیں ہو سکتا۔ لڑکے نے یہ واقعہ اپنی والدہ کے گوش گزار کیا، ماں نے کہا بیٹا! اسے اپنے پاس رہنے دو، عنقریب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی کھال بھر کے سونے کی مقدار کے عوض خریداری کرائیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اس گائے کا ذبح کرنا مقرر کیا تا کہ لڑکے کو اپنی والدہ کی فرمانبرداری کا بہترین صلہ حاصل ہو۔ نیز مقتول کے قاتلوں کا پتہ اسرائیلیوں کو معلوم ہو جائے اس لئے کہ وہ دوبارہ زندہ ہونے کے منکر تھے چنانچہ انہوں نے جب گائے کو خرید کر گوشت مقتول کو مارا تو اس نے فوراً زندہ ہو کر قاتل بتا دیا۔

(بحوالہ نزہۃ المجالس)

والدین کی بات ماننے میں ہی ہماری کامیابی ہے:

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ والدین نے ہمیں حکم دیا کہ یہ کام ابھی کرو، اس طرح کرو، اور یہ کام مت کرو، اس طرح نہ کرو، تو اس کے جواب میں نفس یا شیطان ہم سے یوں کہلوا دیتے ہیں امی یوں نہیں، امی اس طرح نہیں۔

اور بعض بچوں کے منہ سے تو یہ بات بھی نکل جاتی ہے کہ امی آپ کو پتہ نہیں، ابو میں ابھی نہیں کر سکتا، ابو آپ تو بار بار یہی بات کہتے رہیں گے؟

اور بعض بچے امی کو جا کر ابو کی شکایت کرتے ہیں کہ امی دیکھیں ابو فجر کے بعد سونے نہیں دیتے، امی دیکھیں ابو بار بار سبق یاد کرنے کا کہتے ہیں۔ اور کبھی امی کی شکایت ابو سے کرتے ہیں۔

ایسے بچوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہمیں بہت تھوڑے سے وقت کے لئے بھیجا ہے، اور اس میں ہم امتحان کی زندگی گزار رہے ہیں۔ جس طرح طالب علم امتحان کے ہال میں تین گھنٹے گزارتا ہے، اسی طرح ہم ساٹھ سال کی زندگی امتحان میں گزار رہے ہیں۔

ہر وقت، ہر حال، ہر موقع، ہمارا امتحان لے رہا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں یا نفس اور جی چاہی کی زندگی پر عمل کرتے ہیں۔

ہم فجر کے وقت سو رہے ہیں سخت سردی کی رات ہے اور موذن نے اذان دے کر ہمیں مسجد میں بلالیا۔

"الصلوۃ خیر من النوم"

"نماز بہتر ہے نیند سے۔"

اب ہمارا امتحان ہے کہ ہم فجر کی نماز کے لئے بستر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو ہم امتحان میں پاس ورنہ ناکام۔

رات سے امتحان شروع ہوا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے؟ وضو کر کے سوئے؟ سورۃ ملک پڑھ کر سوئے یا نہیں؟

گھر سے باہر نکلتے ہی امتحان شروع ہو گیا گھر سے نکلنے کی دعا پڑھی یا نہیں؟

گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے:

"بسم اللہ توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ"

"اللّٰھم انی اعوذبک أن أضِلَّ أو أُضَلَّ أوْ أَزِلَّ او أُزَلَّ أو أظلِمَ أو أُظلَمَ او أجهَلَ أو يُجهَلَ عليَّ"

(بحوالہ ابوداؤد شریف)

ترجمہ: "میں اللہ کے نام سے (نکلتا ہوں) میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، طاقت وقوت اللہ ہی کی وجہ سے ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ بے راہ ہو جاؤں، یا بے راہ کر دیا جاؤں، یا میرے قدم ڈگمگائیں یا ڈگمگا دیا جاؤں، یا میں خود ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، یا میں نادان بنوں یا مجھ سے نادانی کی جائے۔"

راستہ میں نگاہ نیچی کر کے چلے یا نہیں؟

جی چاہا کہ فلاں......کو دیکھ لوں۔ اب امتحان ہے۔ جی چاہی پر عمل کیا یا اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے نیچے نگاہ کر لی؟

اسی طرح ہماری گھریلو زندگی میں بھی امتحان ہوتا رہتا ہے، آپ تھک کر گھر میں آئے۔

والدہ نے کہا: بیٹا سنو! باہر سے دہی لے آنا۔

بیٹا! جی امی ابھی لے کر آتا ہوں، کوئی اور چیز چاہیں تو وہ بھی منگوالیں، لے آؤں گا۔

آپ گہری نیند میں سو رہے ہیں، ابو نے کہا:

بیٹا! اٹھو فجر کی نماز کا وقت ہو گیا، ابو کی بات سنتے ہی آپ نے کہا جی ابو کہا....اور دعا پڑھی:

"الحمد اللہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور"

"شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں زندہ کیا بعد مار دینے کے، اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔" (بحوالہ بخاری شریف)

والدہ......بیٹی سنو!

بیٹی......جی امی کیا کام ہے؟

والدہ......میرے سر میں بہت درد ہے، سر تو دبا دو، جی امی! ابھی دبا دیتی ہوں، آپ نے مجھے پہلے سے کیوں نہیں بتایا، اب تک آپ سر کا درد کیوں برداشت کرتی رہیں؟

والدہ......بیٹی مجھے یہ فکر تھی تمہارے سالانہ امتحانات ہو رہے ہیں، تمہیں یاد بھی کرنا ہوگا؟

بیٹی......نہیں امی! میرا اصل کام آپ کی دعا لینا ہے، آپ کی دعا سے اللہ مجھے دنیا و آخرت دونوں کے امتحانوں میں پاس کر دے گا۔ آپ کی دعا سے میرے نصیب اچھے ہوں گے، آپ کی دعا سے میرے وقت میں برکت ہوگی، تھوڑا سا میں یاد کروں گی، وہی امتحان میں آجائے گا، آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں گے۔ آپ میرے سالانہ امتحان کی بالکل فکر نہ فرمائیں۔

آپ کسی شادی کے ولیمہ میں جانے کے لئے بالکل تیار ہیں، کئی دنوں سے اس ولیمے میں جانے کے لئے آپ نے تیاری کی ہوئی ہے، اچانک آپ کا امتحان شروع ہوتا ہے اور ایسا امتحان جس میں کامیاب ہونے پر سو (۱۰۰) کے سو (۱۰۰) پورے نمبر بھی اور تھوڑے سے صبر کے بعد بہت بڑا انعام بھی۔

آپ کا ایک پاؤں گھر سے باہر اور ایک پاؤں گھر کے اندر ہے اور امی نے کہہ دیا بیٹا! میری رائے ہے کہ آپ نہ جاؤ، آپ کا جواب جی امی آپ فکر نہ کریں، میں نہیں جاتا، آپ

کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں آپ کے پاس رہوں گا۔

دادی اماں اور چچی اور بھائی جان اور آپی چلی جائیں کوئی بات نہیں میں آپ کے پاس رہوں گا، جتنا شادی میں جانے میں ان کو مزہ آئے گا اس سے زیادہ مجھے آپ کی دعا لینے میں مزہ آئے گا، اس لئے آپ کی دعا سے اللہ جل جلالہٗ راضی ہو جائیں گے اور جس سے مالک الملک رب العالمین راضی ہو جائیں اس کی تو دنیا بھی بن گئی اور آخرت بھی بن گئی، اور اس کے لئے تو پھر ہمیشہ مزے ہی مزے ہوں گے۔

اور بسا اوقات تو معمولی امتحان ہوتا ہے جس میں نہ ہمیں اپنی کسی قسم کی خوشی قربان کرنی پڑتی ہے، نہ کوئی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، صرف اطاعت اور محض اطاعت کر کے ہم بہت بڑا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

مثلاً، امی نے کہا، دیکھنا بیٹا شاید فون کی گھنٹی بجی ہے۔ اب آپ کو یقین ہے کہ نہیں بجی۔ پھر بھی امی کی بات پر عمل کرتے ہوئے آپ فون تک جائیے، اگر بج رہی ہو تو ریسیور اٹھا کر سلام کر کے بات کر لیجئے، اور جانے کے بعد معلوم ہو کہ نہیں بجی تو بتا دیں کہ امی کسی کا فون نہیں تھا۔

ابو نے کہا بیٹا! فلاں میز پر کتاب رکھی ہے اسے لے آنا، اب آپ تھوڑی دیر پہلے بلکہ ابھی ہی وہاں سے ہو کر آئے تھے اور میز پر کوئی کتاب نہیں تھی اس کے باوجود آپ یہ نہ کہیئے کہ ابو! وہاں پر تو کوئی کتاب نہیں رکھی ہوئی، بلکہ آپ میز تک جائیں اور دیکھیں شاید کسی نے آپ کے بعد کتاب رکھی ہو، دیکھ کر آئیں تاکہ آپ کو ابو کی بات پر عمل کرنے کا ثواب مل جائے۔

لہٰذا یہ یقین رکھیں کہ بڑوں کی بات ماننے میں ہی کامیابی ہے، جی چاہے یا نہ چاہے، سمجھ میں آئے یا نہ آئے، مشکل ہو یا آسان، ہر حال میں بڑوں کی بات ماننی ہے اور فوراً ماننی ہے، سب کاموں کو چھوڑ کر امی ابو کی پکار پر لبیک کہنا ہے۔ آپ کہانی پڑھ رہے ہیں، امی نے آواز دی، فوراً کہانی بند کر کے لبیک کہیئے جی امی! میں حاضر ہوں، جی امی! میں حاضر ہوں۔

(بحوالہ والدین کی قدر کیجئے)

والدین کی اطاعت میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہئے:

اچھی اولاد وہی کہلاتی ہے جو اپنے ماں باپ کی اطاعت کرتی ہے۔ اطاعتِ والدین ایک طرح کی بنیادی تربیت بھی ہے تاکہ انسان اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول اللہ ﷺ پر کاربند ہو جائے۔

جو لوگ بچپن یا جوانی میں اپنے ماں باپ کا کہنا نہیں مانتے تو آنے والے وقت میں جب وہ بڑے ہو کہ صاحبِ اولاد ہو جاتے ہیں تو اکثر ان لوگوں کی اولاد ان کا کہنا نہیں مانتی، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ آنے والے وقت میں تمہاری اولاد تمہاری اطاعت کرے تو آج اپنے والدین کی اطاعت کرو۔

بعض لوگ اللہ کا ولی بننے کے لئے زہد و تقویٰ تو اختیار کر لیتے ہیں مگر والدین کی فرمانبرداری کو یکسر بھول جاتے ہیں۔ یاد رکھو! کہ جس کے ماں باپ راضی نہ ہوں اللہ ان سے کیسے راضی ہو سکتا ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ کی کثرت سے عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ والدین کی بھی بے پناہ خدمت کریں تو پھر اللہ بہت جلد راضی ہو جائے گا۔

والدین کی اطاعت میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہئے اور ان کا فرمان محبت سے تسلیم کیا جائے۔ والدین کی خدمت میں مجبوری کا خیال بھی دل میں نہ لانا چاہئے کیونکہ ایسی اطاعت کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔

اطاعتِ والدین اضافہ رزق کا باعث بھی بنتی ہے اگر کوئی غربت اور تنگی کا شکار ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے والدین کو راضی کرے اور انہیں راضی کرنے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ دل و جان سے ان کی خدمت کی جائے، جب وہ راضی ہوں گے تو ان کے دل سے جو دعا نکلے گی اس سے آپ کے رزق میں اضافہ ہو گا۔

والدین کی کسی بات پر خفا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان کی خفگی اللہ کو ناپسند ہے، لہٰذا ان سے غصے کا اظہار ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔

والدین کی نافرمانی پر وعیدات:

ماں کی نافرمانی کے سلسلہ میں خاص طور سے جس قدر شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں اتنی

کسی اور کے بارے میں وارد نہیں ہوئی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے کہ ایک صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یوں گویا ہوئے کہ ایک نوجوان جان کنی کے عالم میں ہیں ان سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ پڑھ لو لیکن وہ کلمہ نہ پڑھ سکے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا وہ نماز پڑھتا تھا؟ فرمایا: جی ہاں، چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، اور آپ ﷺ ان نوجوان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا لا الہ الا اللہ پڑھو، ان صاحب نے کہا کہ میرے سے پڑھا ہی نہیں جا رہا، آپ ﷺ نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ اپنی والدہ کی نافرمانی کیا کرتے تھے، نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا ان کی والدہ بقید حیات ہیں، صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا انہیں بلا لو، چنانچہ انہیں بلایا گیا، وہ حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ ان سے پوچھا کہ کیا یہ تمہارا بیٹا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ذرا بتلاؤ کہ اگر زبردست آگ دہکا کر تم سے یہ کہا جائے کہ اگر تم اس کی سفارش کر دو تو ہم اس لڑکے کو چھوڑ دیں گے ورنہ اس دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیں گے، تو بتلاؤ تم اس کے لئے سفارش کرو گی؟ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ایسے موقعہ پر تو ضرور سفارش کروں گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ اور مجھے گواہ بنا کر اس بات کی گواہی دو کہ تم اس لڑکے سے راضی ہو، انہوں نے کہا اے اللہ میں آپ کو اور آپ کے رسول کو اس بات کی گواہ بناتی ہوں کہ میں اپنے اس بیٹے سے راضی ہو گئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے سے فرمایا:

''اے لڑکے تم یہ کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک اکیلے ہیں، ان کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ چنانچہ اس شخص نے یہ کلمات کہہ دیئے، تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس شخص کو جہنم سے بچا لیا۔

اولاد کے لئے والدین کی قربانیاں:

بچے کا باپ نان ونفقہ کی تلاش اور ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے کے لئے دوڑ دھوپ

کرتا رہتا ہے دن بھر تھکتا رہتا ہے اور رات کو بچے کی دیکھ بھال میں بچے کی ماں کا ہاتھ بٹاتا ہے، بچے کے جھولے کو ہلاتا ہے، اگر وہ روئے تو اسے تھپتھپاتا ہے اور اپنی قوت ومشقت کو دور کرتا ہے، حتی کہ مچھر اور مکھی سے بھی حتی الوسع اس کو بچاتا ہے اور اس سے بھی خوف کھاتا ہے کہ کہیں اس پر چیونٹی کا بوجھ نہ پڑ جائے۔

اسی لئے اللہ جل شانہ نے بچوں کی تربیت وپالنے پوسنے اور حسن سلوک کی وجہ سے بچوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، ایک صاحب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جہاد کی اجازت طلب کرنے آئے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ان (کی خدمت کا) ہی جہاد کرو۔ (بحوالہ حقوق الوالدین)

آج کے بعض نافرمان بیٹوں کی حالت:

آج کل حالت یہ ہے کہ بعض لوگ نہ صرف یہ کہ اپنے فریضہ کو ادا نہیں کرتے اور اس سے عہدہ برآ نہیں ہوتے، بلکہ وہ والدین کی نافرمانی کرتے ہیں، ان کو ایذاء پہنچاتے ہیں، اور کھلم کھلا ان کے ساتھ برا برتاؤ اور سخت وسست باتیں کرتے ہیں، انہیں ڈانٹتے ڈپٹتے اور جھڑکتے ہیں، اپنی آواز ان کی آواز سے بلند کرتے ہیں، اور اگر کبھی والدین کے ساتھ احسان کر لے تو ان پر احسان جتلاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ بڑا فرمانبردار ہے اس جیسا فرمانبردار بیٹا دنیا میں نہیں ملے گا، روئے زمیں پر اس سے زیادہ والدین کے حقوق جاننے والا کوئی نہیں ہے، ایسا لڑکا بڑا بد بخت، بدقسمت ومحروم ہوتا ہے جو اپنے والدین کو برا بھلا کہے اور اس کے والدین اس سے تنگ دل ہوں، اور اس کے ساتھ زندگی گزارنا ناپسند کرتے ہوں، اور اس ناہنجار کی وجہ سے یہ تمنا کریں کہ کاش وہ بانجھ ہوتے اور ان کی اولاد ہی نہ ہوتی وہ اخلاق سے گری ہوئی ایسی ایسی باتیں کرتا ہے جنہیں سن کر اخلاق کا جنازہ نکل جائے، جو باتیں دین کے خلاف ہوں اور انسانیت اس سے شرمندہ ہوتی ہو، اور اس کی یہ حرکت ایسی گندی ہو جس کی وجہ سے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑے اور زمیں تنگ ہو جائے، وہ اپنے باپ کے مال پر ڈاکہ ڈالتا ہو، اور اسے اس کے گھر سے نکال باہر کرے، اور اس کو کھانے

پینے تک کو نہ دے، بعض بدبخت لڑکے ایسے بھی ہوتے ہیں جو باپ کی کمر پر لات اور چہرے پر تھپڑ تک رسید کر دیتے ہیں، اور اس کی جگہ خود بڑے بن بیٹھتے ہیں اور مال و اولاد میں بغیر باپ کی اجازت کے زبردستی تصرّف شروع کر دیتے ہیں، اور بڑی ڈھٹائی سے باپ سے یوں گویا ہوتے ہیں: آپ کو جو کچھ کرنا تھا کر لیا، مزے اڑا لئے، اپنا وقت پورا کر لیا اور زندگی بھی آپ سے عاجز آ گئی ہے اور زمانہ بھی آپ سے تنگ آ چکا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیٹا باپ کو براہ راست برا بھلا نہیں کہتا لیکن وہ کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے کسی کے باپ کو برا بھلا کہتا ہے، تو وہ بھی اس کے ماں باپ کو برا بھلا کہتے ہیں اور جتنا برا بھلا یہ کسی کے والدین کو کہتا ہے وہ اس سے دوگنا برا بھلا اس کے والد کو کہہ ڈالتے ہیں، اور سچی بات یہ ہے کہ جو ابتداء کرتا ہے وہ بڑا ظالم ہوتا ہے، حدیث شریف میں ہے:

(لعن اللہ من لعن والدیہ)

''ایسے شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنے والدین پر لعنت بھیجے''

ہمیں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئیے:

ہمارے ہاں گالم گلوچ کتنی زیادہ ہے، اور والدین کی تحقیر و تذلیل کتنی معمولی سمجھی جاتی ہے، اور بازاروں، سڑکوں، گھروں، ہوٹلوں، چائے خانوں میں ماں باپ پر کتنے کھلے عام لعنت بھیجی جاتی ہے، ہم سب کے سامنے ہے، اس لئے جو شخص اللہ جل شانہ پر ایمان رکھتا ہو اسے اللہ سے ڈرنا چاہئیے، اس کے غضب اور قرآن کریم اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کی مخالفت سے خوف کھانا چاہئیے، اور جن لوگوں کی مائیں زندہ ہیں انہیں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ ان پر ان کی ماؤں کا بہت بڑا حق آتا ہے، اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہے، اور یاد رکھیئے شراب کا رسیا، دیوث اور والدین کی نافرمانی کرنے والا ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا، رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا، چاہے تمہیں قتل کیوں نہ کر دیا جائے، اور جلا کیوں نہ دیا جائے، اور تم اپنے والدین کی ہرگز نافرمانی نہ کرنا خواہ وہ تمہیں اس بات کا حکم کیوں نہ دیں کہ تم اپنے اہل و عیال اور مال و دولت سے کنارہ کش کیوں نہ ہو جاؤ۔

ایک روز نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس تشریف لائے، سب حضرات ایک جگہ جمع تھے آپ نے ان سے ارشاد فرمایا: ''اے مسلمانوں کی جماعت اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اس لئے کہ صلہ رحمی کا اجر و ثواب سب سے زیادہ جلدی ملتا ہے، اور بغاوت سے بچو اس لئے کہ سب سے زیادہ جلدی سزا بغاوت کی ملتی ہے اور تم والدین کی نافرمانی سے بچو اس لئے کہ جنت کی خوشبو جو ہزار سال کے فاصلہ سے محسوس ہوتی ہے اسے والدین کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا، اور بوڑھا زانی اور تکبر کی وجہ سے ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانے والا (شلوار ہو یا کرتا یا پائجامہ ہو یا تہبند و پتلون) سونگھ بھی نہ پائے گا، یاد رکھو بڑائی سب کی سب اللہ کو زیب دیتی ہے اس کا حق ہے اور جھوٹ سب کا سب موجب گناہ ہے سوائے اس جھوٹ کے جو تم کسی مسلمان کو فائدہ پہونچانے کے لئے بولو یا اس کے ذریعہ دین کی طرف سے مدافعت اور بچاؤ کرنا ہو۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے اور ماں کی نافرمانی کرے، اور دوست کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور باپ کے ساتھ برا سلوک کرے، جبکہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا ایک ایسی چیز ہے جسے انسان خود اپنے لئے پسند کرتا ہے اور یہ ذہن میں رکھیئے کہ جو شخص اپنے باپ کا فرمانبردار یا نافرمان بیٹا ہوگا وہ کل خود بھی باپ بنے گا اور اسے بھی اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی نیکی و حسن و سلوک و فرمانبرداری کی ضرورت ہوگی، اس کی اولاد بھی اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے گی۔ جیسا برتاؤ اس نے اپنے والدین کے ساتھ کیا، اور دستور ہی یہ ہے کہ جیسا تم کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا، اور بدلہ عمل ہی کی جنس سے ہوتا ہے۔

والدین کی نافرمانی کا بدلہ دنیا میں ہی نظر آ جاتا ہے:

اور حدیث شریف میں آتا ہے: تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گی، اور تم پاک دامن رہو تمہاری بیویاں بھی

پاک دامن رہیں گی، اور نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ تمام گناہوں میں سے جس گناہ کی سزا چاہتے ہیں قیامت کے روز کے لئے مؤخر کر دیتے ہیں سوائے والدین کی نافرمانی کے کہ اس کا بدلہ اس شخص کو مرنے سے پہلے دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک نافرمان بیٹا اپنے باپ کو ٹانگ پکڑ کر گھر کے دروازے تک گھسیٹ کر لے آیا کرتا تھا جب اس کی اولاد ہوئی تو اس کا بیٹا اس بھی زیادہ نافرمان نکلا اور وہ اسے ٹانگ سے پکڑ کر سڑک تک گھسیٹ کر لایا کرتا تھا، جب اسکا باپ اس کو یہ کہتا کہ بس آگے مت کھینچ کر لے جا، میں تو اپنے باپ کو صرف اس جگہ تک ہی کھینچ کر لے جایا کرتا تھا تو اس کا بیٹا اس کو یہ جواب دیتا کہ یہاں تک تو اس کا بدلہ ہے اور اس سے آگے میری طرف سے آپ پر احسان ہے۔

بہر حال بیٹے پر والد کا یہ حق ہے کہ باپ سے محبت کرے، اس کا احترام کرے، اور اس کی فرمانبرداری کرے، عظمت وتکریم کرے، اور اس کے ساتھ ادب سے پیش آئے اور اس کے لئے دعا کرے اور حسب طاقت اس پر خرچ کرے، محبت احترام وبڑائی کا خیال رکھنا ہر مسلمان کا دوسرے پر فریضہ ہے چنانچہ ہر چھوٹے کو بڑے کا اور مامور محکوم کو امیر وحاکم کا اور بیٹے کو باپ کا احترام وادب اور اکرام کرنا چاہئیے اور چونکہ انسان میں یہ بات فطری طور سے رکھ دی گئی ہے کہ وہ اپنے محسن سے محبت کرتا ہے تو پھر یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ اللہ جل شانہ کے بعد انسان پر والدین سے بڑھ کر کسی اور کا احسان نہیں ہے۔

بچہ سب سے پہلے اپنی ماں سے محبت کا اظہار کرتا ہے، وہ اگر ذرا سی دیر نظروں سے اوجھل ہو جائے تو اس کو آواز دیتا ہے، اور اگر وہ اس سے اعراض کرے تو اس سے سرگوشی کرنے لگتا ہے، اور اگر بچے کو کوئی تکلیف ومصیبت پہنچے تو اسے پکارتا ہے، اسی سے فریادرسی کرتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ ساری خیر وبھلائی ماں کے ہاتھ میں ہے، اور وہ برائی سے اس وقت تک بچ سکتا ہے جب تک اس کے ہاتھوں میں ہو اور اس کی نظروں کے سامنے ہو، اگر شوہر بیوی کو طلاق دے دے تو شریعت نے بچے کی کفالت کا حق ماں کو اس وقت تک دیا

ہے جب تک بچہ سنِ شعور کو نہ پہنچ جائے، اس عمر تک ماں کفالت وپرورش کرے گی اس کے بعد بچے کو اختیار ہے کہ جس کے ساتھ رہنا چاہے رہ جائے، بشرطیکہ اس بچے کی ماں آزاد (یعنی باندی) نہ ہو مسلمان، پاکباز، سمجھدار ودیندار ہو، کسی غیر خاندان کے آدمی سے اس نے دوسری شادی نہ کرلی ہو تاکہ بچے کی صحیح اسلامی تربیت ہو سکے اور اس کو فاسق وفاجر قسم کے بدکردار لوگوں سے دور رکھے اور مولیٰ اور شوہر کی خدمت کی وجہ سے بچے کی تربیت سے غافل نہ ہو، لیکن اگر عورت کسی غیر خاندان کے ایسے آدمی سے دوسری شادی کرلے جسے بچے کی کفالت کا حق نہ ہو تو جیسا ہم نے پہلے بتلایا ہے ایسی صورت میں ماں کا کفالت کرنے کا حق ختم ہو جاتا ہے۔

ماں کی محبت کے بعد بچے کو پھر اپنے اس باپ سے محبت ہوتی ہے جسے دیکھ کر وہ ہشاس بشاش ہو جاتا ہے اور جب وہ گھر سے جانے لگتا ہے تو بچہ اس سے چمٹ جاتا ہے اور جب گھر میں ہوتا ہے تو یہ اس کی گود اور سینے پر چڑھ کر بیٹھ جاتا ہے، اور اگر یہ موجود نہ ہو تو بچہ اس کے بارے میں پوچھتا ہے اور اس کی آمد کا منتظر رہتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر میرا والد مجھ سے خوش ہے تو مجھے سب کچھ دے دیگا اور اگر وہ مجھ سے ناراض ہو گیا وہ مجھے جو چاہے سزا دیگا، وہ سب کو اپنے والد سے ڈراتا ہے، اور اس کا والد اس بچے سے زیادہ سے زیادہ محبت اور احترام کرتا ہے، لیکن یہی بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو والد کے حسن سلوک کو بھول جاتا ہے اور والدین کے احسان کو بھلا دیتا ہے اور احسان فراموش بن جاتا ہے اور اپنے بچوں پر اپنی شفقت ومحبت اور فرمانروائی سے یہ یاد نہیں کرتا کہ اپنے ماں باپ کے سامنے بچپن میں وہ بھی ایسا ہی تھا۔ شاعر کہتا ہے۔

ان للوالدین حقا علینا
بعد حق الالہ فی الاحترام

"احترام وتعظیم کے اعتبار سے اللہ جل شانہ کے بعد ہم پر والدین کا حق ہے"

اوجدانا وربیانا صغیراً
فاستحقا نہایۃ الاکرام

"انہوں نے ہمیں عدم سے وجود بخشا اور بچپن میں پالا پوسا لہٰذا وہ نہایت ہی زیادہ اکرام کے مستحق بن گئے۔"

باپ کے کہنے پر عمل نہ کرنا پریشانی کا باعث بنا:

ایک پہلوان (مردِ شاہ زور) کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ گردشِ زمانہ سے سخت پریشان ہو گیا تھا۔ خرچ زیادہ اور آمدنی کم تھی۔ مفلسی اور قلاشی کے ہاتھوں عاجز ہو کر باپ کے پاس گیا اور شکایتِ زمانہ کرتے ہوئے اس سے سفر پر جانے کی اجازت چاہی تاکہ اپنی قوتِ بازو سے کام لے کر گوہرِ مقصود حاصل کر سکے۔ (یعنی اپنی تنگ دستی کو آسودہ حالی میں بدل سکے) باپ نے کہا اے بیٹے! یہ فضول خیال دل سے نکال دے اور سلامتی کے لئے قناعت کر کے گھر میں بیٹھ، کیونکہ داناؤں کا قول ہے کہ دولت کوشش سے نہیں ملتی۔

بیٹے نے کہا ابا جان! سفر کے بہت سے فائدے ہیں مثلاً تفریحِ طبع، اور مختلف ملکوں کی سیر اور عجیب وغریب چیزوں کا دیکھنا اور سننا، مرتبہ اور ادب کا حاصل کرنا، منافع کمانے اور دولت میں اضافہ کرنے کے ذرائع میسر آنا، دوستوں کی ملاقات، قسم قسم کے لوگوں سے واقفیت اور زمانے کے نشیب وفراز کا تجربہ وغیرہ وغیرہ۔

باپ نے کہا کہ جانِ پدر! سفر کے فوائد جیسا کے تو نے بیان کئے بے شمار ہیں۔ لیکن یہ صرف پانچ قسم کے لوگ ہی یقینی طور پر حاصل کر سکتے ہیں۔ اول وہ سوداگر جس کو خدا نے دولت، حشمت، غلام، کنیزیں اور مستعد خدام دے رکھے ہیں۔ ہر روز ایک نئے شہر میں جاتا ہے اور ہر رات ایک نئی جگہ مقیم ہوتا ہے اور ہر وقت دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

دوسرا وہ عالم کہ اپنے کلام شیریں، قوتِ فصاحت اور مایۂ بلاغت کے ساتھ جہاں کہیں جاتا ہے لوگ اس کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔

تیسرا وہ خوبرو کہ صاحب دل لوگ اس سے ملنے کی خواہش کریں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ تھوڑا سا حسن وجمال بہت سے زرومال سے بہتر ہے اور کہتے ہیں کہ خوبصورت چہرہ زخمی دلوں کا مرہم ہے اور بند دروازوں کی کنجی ہے، بلاشبہ اس کی صحبت کو لوگ سب جگہ غنیمت سمجھتے ہیں۔

چوتھا وہ خوش آواز کہ اپنے داؤدی گلے سے بہتے پانی کو روک دیتا ہے اور پرندوں کو اڑنے سے باز رکھتا ہے۔ اپنی اس خداداد فضیلت سے وہ مشتاقوں کے دل شکار کرتا ہے۔ اور باشعور لوگ اس کی صحبت میں بیٹھنے کی خواہش کرتے ہیں اور ہر طرح سے اس کی خدمت بجالاتے ہیں۔

پانچواں وہ صاحبِ ہنر جو اپنی قوتِ بازو سے روزی حاصل کرتا ہے اور روٹی کے ایک لقمہ کے لئے اپنی عزت وآبرو کا سودا نہیں کرتا۔

اے بیٹے! یہ صفات جو میں نے بیان کیں سفر میں دل جمعی اور حسنِ گزران کا باعث بنتی ہیں۔ جو شخص ان صفات سے محروم ہے وہ محض خوش فہمی میں مبتلا ہو کر سفر کرتا ہے اور کوئی دوسرا اس کا نام ونشان بھی نہیں سنتا ہے۔

بیٹے نے کہا کہ ابا جان! میں داناؤں کے قول کی مخالفت کیسے کروں، جو کہہ گئے ہیں کہ رزق اگرچہ قسمت میں لکھا ہوتا ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کے لئے تگ ودو ضروری ہے اور مصیبت بھی اگرچہ قسمت میں لکھی ہوتی ہے لیکن اس کو جان بوجھ کر دعوت دینے سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ میری کیفیت یہ ہے کہ مست ہاتھی پر حملہ کر سکتا ہوں اور غضبناک شیر سے پنجہ آزمائی کر سکتا ہوں پس اے پدر بزرگوار بہتر یہی ہے کہ میں سفر کروں کیونکہ مفلسی کے مصائب جھیلنا میری طاقت سے باہر ہے۔

یہ کہہ کر باپ سے دعا کی درخواست کی اور چل پڑا۔ چلتے چلتے ایک تندوتیز دریا کے کنارے پر پہنچا۔ وہاں دیکھا کہ کچھ آدمی سامانِ سفر باندھے ایک کشتی پر بیٹھے ہیں۔ ملاح نے ان سے دریا عبور کرانے کی اجرت پہلے ہی سے لے لی تھی۔ اس نوجوان کے پلّے پیسہ تو تھا نہیں ملاح کی خوشامد کرنے لگا کہ اسے بغیر اُجرت لئے کشتی میں بٹھا لے۔ ملاح نے اس کی خوشامد کا جواب خندۂ استہزاء سے دیا۔ اور کہا کہ روپے کے بغیر زور بے فائدہ ہے۔ دس آدمیوں کے زور کی بجائے ایک آدمی کا کرایہ نکال۔ کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے بھی اس کی خوشامد اور رونے پیٹنے پر مطلق رحم نہ کھایا اور کشتی چل پڑی۔ نوجوان کو سخت غصہ آیا اور اس نے ملاح سے بدلہ لینے کی ٹھانی۔ پکار کر کہا کہ اگر میرے جسم کے کپڑے کرایہ کے عوض تو

قبول کر لے تو پیش کر سکتا ہوں۔ ملاح لالچ میں آ کر کشتی کو واپس کنارے پر لے آیا۔ نوجوان نے اس کو کشتی سے کھینچ لیا اور پیٹنا شروع کر دیا۔ ملاح کا دوست اس کی مدد کے لئے کشتی سے باہر آیا لیکن اس کا بھی وہی حال ہوا۔ ناچار انہوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ اس شہ زور نوجوان سے صلح کر لی اور اسے بلا اجرت دریا کے پار لے جائیں۔ چنانچہ اس کے پاؤں پر گر پڑے اور منت سماجت کر کے کشتی پر بٹھا لیا۔ دریا میں ایک جگہ یونان کی کسی شکستہ عمارت کا ایک ستون کھڑا تھا۔ کشتی اس کے قریب پہنچی تو ملاح نے کہا کہ کشتی میں ایک خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ تم میں سے کوئی ایسا آدمی جو بہت طاقتور ہو اس ستون پر چڑھ جائے اور کشتی کی رسی کو پکڑ کر اس کو روک رکھے تا کہ اس دوران میں ہم اس کی مرمت کر لیں۔

پہلوان کو اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا اس نے آزردہ دل دشمن کا خیال نہ کیا اور داناؤں کے اس قول کو فراموش کر دیا کہ جس کو تو نے ایک دلی رنج پہنچایا اس کے بعد اگر تو اس کو سو آرام پہنچائے تو اس ایک رنجش سے بے خوف مت رہ کیونکہ تیر زخم سے باہر نکل جاتا ہے اور اس کا درد دل میں باقی رہ جاتا ہے۔ چنانچہ وہ کشتی کی رسی اپنے بازو پر لپیٹ کر اس ستون پر چڑھ گیا۔ ملاح نے رسی اس کے ہاتھ سے چھڑا لی (کاٹ دی) اور کشتی چلا دی۔ پہلوان بیچارہ حیران رہ گیا۔ دو دن سخت مصیبت اٹھائی، تیسرے دن نیند نے غلبہ کیا اور اسے پانی میں گرا دیا ایک رات اور ایک دن ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد بڑی مشکل کے بعد کنارے پر پہنچا زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ درختوں کے پتے اور گھاس توڑ کر کھانے لگا یہاں تک کہ جسم میں کچھ قوت آئی اور وہاں سے آگے روانہ ہوا۔ راستے میں شدید پیاس محسوس ہوئی۔ اتفاق سے ایک کنویں پر پہنچا جس کے گرد کچھ لوگ جمع تھے وہ لوگ ایک پیسہ دے کر تھوڑا سا پانی پیتے تھے۔ نوجوان کے پاس پیسہ تو تھا نہیں، اپنی بے کسی اور بے مائیگی کا اظہار کر کے پانی طلب کیا، لیکن کسی نے اس پر رحم نہ کھایا۔ اس نے تنگ آ کر پانی فروخت کرنے والوں میں سے ایک دو کو زدوکوب کیا، یہ دیکھ کر بہت سے آدمی اس کو لپٹ گئے اور خوب پیٹا، یہاں تک کہ زخمی ہو گیا۔ ناچار ایک قافلے کے پیچھے ہو لیا، رات کو قافلہ ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں چوروں کا زبردست خطرہ تھا نوجوان نے دیکھا کہ قافلے والے خوف کے مارے کانپ

رہے ہیں اور موت کو سامنے دیکھ رہے ہیں، اس نے کہا کہ فکر نہ کرو، میں تنہا پچاس آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر اہلِ قافلہ کی جان میں جان آئی اور ان کے حوصلے بڑھ گئے انہوں نے اس نوجوان کو خوب کھلایا پلایا اس کے قل ہو اللہ پڑھتے ہوئے معدے نے بھوک اور پیاس سے نجات پائی تو لمبی تان کر سو رہا۔ ان لوگوں میں ایک جہاندیدہ بوڑھا بھی تھا اس نے کہا اے میرے ساتھیو! مجھے چوروں سے اتنا خطرہ نہیں جتنا تمہارے رہبر سے۔

کہتے ہیں کہ ایک غریب کے پاس تھوڑے سے درہم جمع ہو گئے تھے اس کو چوروں کے ڈر سے گھر میں اکیلے نیند نہ آتی تھی۔ اپنے دوستوں میں سے ایک کو اپنے گھر میں بلا لیا تا کہ رات مل کر گزاریں۔ ایک، ایک اور دو گیارہ۔ چند راتوں کے بعد اس دوست کو اس غریب کے درہموں کا پتہ چل گیا اور ایک دن وہ انہیں لے کر نو دو گیارہ ہو گیا۔ لوگوں نے صبح کو اس غریب کو روتے پیٹتے دیکھا تو پوچھا کہ شاید تیرے درہم چور لے گئے۔ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میرا رہبر (دوست) لے گیا۔ تم کیا جانو، کہ یہ پہلوان بھی انہی چوروں میں سے ہو جو مکر و فریب سے ہم میں آ دھمکا ہے تا کہ موقع پا کر اپنے دوسرے ساتھیوں کو خبر کر دے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ اسے یہیں سوتا چھوڑ دیں اور ہم چلتے بنیں۔ اہلِ قافلہ کو مشورہ پسند آیا اور وہ سامانِ سفر باندھ کر وہاں سے چل دیئے۔ جب کافی دن چڑھ گیا تو پہلوان بیدار ہوا، ارد گرد دیکھا تو ہُو کا عالم تھا اور قافلے کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ سر پیٹ کر رہ گیا۔ بے چارہ ادھر ادھر بہت گھوما لیکن قافلے کا پتہ نہ چلا آخر بھوک اور پیاس سے نڈھال ہو کر ایک جگہ گر پڑا اور موت کا انتظار کرنے لگا اس وقت اس کی زبان پر یہ شعر جاری تھا:

"من ذا یحدثنی وتدمر العیس
ما للغریب سوی الغریب انیس

(کون ہے جو مجھ سے باتیں کرے اور حال یہ کہ اونٹ سب چل دیئے۔ نہیں ہے سوائے مسافر کے مسافر کا کوئی ساتھی۔)

درشتی کند بر غریباں کسے
کہ نابودہ باشند بغربت بسے

(مسافروں پر وہی شخص سختی کرتا ہے جس نے کبھی مسافرت غریب الوطنی کا مزہ نہ چکھا ہو)

اتفاق سے ایک شہزادہ جو شکار کھیلتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا تھا ادھر آنکلا۔ اس نے خستہ حال پہلوان کو یہ شعر پڑھتے سنا اور اس کی پاکیزہ صورت دیکھی تو ٹھٹک کر اس کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور پریشان حالی کا سبب پوچھا، نوجوان نے جو کچھ اس پر بیتی تھی کہہ سنائی۔ شہزادے کو اس کی تباہ حالی پر رحم آ گیا اور اس نے اسے خلعت اور انعام سے نوازا۔ پھر ایک بھروسہ کا آدمی اس کے ساتھ کر دیا یہاں تک کہ وہ اپنے شہر میں پہنچ گیا۔

باپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس کے زندہ سلامت واپس آ جانے پر خدا کا شکر ادا کیا۔

پہلوان نے رات کو جو اس پر بیتی تھی، کشتی کے حالات، ملاح کا ظلم، کنویں پر دیہاتیوں کی زیادتی اور قافلے والوں کی بیوفائی۔ غرض سب کے تمام حالات باپ کو سنائے۔ باپ نے کہا اے بیٹے! کیا میں نے تجھ سے چلتے وقت نہیں کہا تھا کہ مفلسوں کے دلیری کے ہاتھ بندھے ہوتے ہیں اور ان کی شجاعت کا پنجہ ٹوٹا ہوتا ہے۔

لڑکے نے کہا ابا جان! یقیناً جب تک آپ تکلیف نہیں اٹھائیں گے خزانہ نہیں پائیں گے۔ جب تک جان کو خطرے میں نہیں ڈالیں گے دشمن پر فتح حاصل نہیں کریں گے۔ جب تک دانہ نہیں بوئیں گے خرمن نہیں اٹھائیں گے آپ نے دیکھا نہیں کہ تھوڑی سی تکلیف اٹھانے کے بعد مجھے کس قدر راحت نصیب ہوئی ہے اور ایک ڈنک کھا کر شہد کا کس قدر ذخیرہ میں اپنے ساتھ لایا ہوں

غواص گر اندیشہ کام نہنگ
ہرگز نکند دُرِ گراں مایہ بچنگ

(غوطہ خور اگر مگرمچھ کے منہ سے خوف کرے تو کبھی قیمتی موتی حاصل نہ کر سکے گا۔)

باپ نے بیٹے سے کہا کہ اس مرتبہ آسمان نے تیری مدد کی اور اقبال نے رہبری۔ کہ ایک دولت مند تیرے پاس آ گیا اور انعام و اکرام سے تجھے نوازا۔ لیکن ایسا اتفاق شاذ و نادر ہوتا ہے اور اتفاقی باتوں پر تکیہ نہیں کرنا چاہئے۔

کہتے ہیں کہ فارس کے بادشاہ کے پاس ایک انگوٹھی تھی، جس میں ایک نگینہ جڑا ہوا تھا

ایک مرتبہ بادشاہ چند مصاحبوں کے ساتھ شیراز کی عیدگاہ میں سیر کرنے گیا۔ وہاں جا کر حکم دیا کہ انگوٹھی کو مرحوم شاہ عضد الدین کے مقبرے کے گنبد پر قائم کیا جائے اور لوگ اس پر تیراندازی کریں۔ جس شخص کا تیر انگوٹھی کے حلقے سے گزر جائے گا انگوٹھی اس کو دے دی جائے گی۔ اس وقت بادشاہ کے ساتھ چار سو ماہر تیرانداز تھے ان سب نے انگوٹھی پر تیر چلائے لیکن سب کا نشانہ خطا ہوا۔ ایک چھوٹا سا بچہ ایک نواحی مکان کی چھت پر تیراندازی کی مشق کر رہا تھا، اتفاق سے اس کا تیر انگوٹھی کے حلقے سے گزر گیا۔ بادشاہ نے اس بچے کو خلعت اور انعام دیا اور حسبِ وعدہ انگوٹھی بھی اسے دیدی۔ اس بچے نے انعام لے کر تیر و کمان جلا دیئے۔ لوگوں نے کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ بولا اس لئے کہ میرا بھرم بنا رہے۔

گہ بود کز حکیم روشن رائے
بر نیاید درست تدبیرے
گاہ باشد کہ کودکے ناداں
بغلط بر ہدف زند تیرے

(کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ روشن دماغ دانا سے تدبیر نہیں ہوتی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ناداں بچہ غلطی سے نشانہ پر تیر مار دیتا ہے۔) (بحوالہ سبق آموز سچی حکایات)



ذمہ داری نمبر......۷

﴿والدین کے انتقال کے بعد بھی انہیں یادرکھیئے﴾

والدین اگر دنیا سے چل بسے ہوں پھر بھی بیٹے پر یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ انہیں یادرکھے، اور یہ یادرکھنا اس طرح ہوگا کہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہے اور ان کی طرف سے صدقہ خیرات کرتا رہے۔ اس سے متعلق چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

میت کے درجات کی بلندی:

حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد جب میت کے درجات بلند ہوتے ہیں تو وہ حیرت سے پوچھتا ہے کہ یہ کیوں کر ہوا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے بتایا جاتا ہے کہ تمہاری اولاد تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرتی رہی (اور خدا نے اسے قبول کرلیا) جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے درجات کو بلند فرمادیا۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

تین کام:

حضرت ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے عمل بھی ساتھ ہی ختم ہوجاتے ہیں بجز تین کاموں کے

(۱)......صدقہ جاریہ۔

(۲)......وہ علم جس سے نفع جاری رہے۔

(۳)......نیک اولاد جو اس کیلئے بخشش کی دعا کرتی رہے۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

ف: علماء نے لکھا ہے کہ مرنے کے بعد جس طرح دعا سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح اگر اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کی جائے تو مرنے والے کو اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے اور والدین کی طرف سے صدقہ کرنا بڑا ثواب ہے۔

والدہ کی طرف سے صدقہ:

ایک شخص نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کیا! کہ میری والدہ کا انتقال

ہوگیا۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس سے انہیں کوئی فائدہ پہنچے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جی ہاں (اسے فائدہ پہنچے گا) اس نے عرض کیا میرے پاس کھجوروں کا ایک باغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے وہ باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کردیا۔ (بحوالہ اصلاح معاشرہ اور اسلام)

ف: چنانچہ ان احایث سے معلوم ہوا کہ جس طرح والدین کی حیات میں بیٹے کی ذمہ داری تھی کہ ان کی خدمت کرتا رہے، انہیں جسمانی ودماغی راحت پہنچانے کا ذریعہ بنے، ان کو ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کرے اور ہمیشہ ان سے دعائیں حاصل کرتا رہے۔ اسی طرح والدین کی وفات کے بعد بھی بیٹے کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان کے لئے دعائے خیر کرتا رہے اور جہاں تک ممکن ہو سکے ان کے لئے ایصال ثواب کرے۔ تلاوت قرآن پاک سے، نوافل اور دیگر اورادِ مسنونہ سے، مالی صدقہ وخیرات سے اور خصوصاً صدقہ جاریہ سے اپنے والدین تک ثواب پہنچانے کی کوشش کرے۔ اسی طرح والدین کو راحت پہنچانے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بیٹا نیک اعمال کرے کیونکہ اولاد کا صالح ہونا اور نیک اعمال کا عادی بیٹا خود مرحوم والدین کے لئے خیرات جاریہ کا درجہ رکھتا ہے، چنانچہ اسی سلسلے میں رسول اقدس ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ ہر ہفتہ اولاد کے اعمال ان کے والدین کے سامنے عالم برزخ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اچھے اعمال سے ان کو خوشی اور برے اعمال سے رنج ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر بیٹے کی یہ ذمہ داری بھی بنتی ہے کہ والدین کی روح کو اذیت نہ پہنچائے بلکہ کوشش کی جائے کہ نیک اعمال کرکے اور ایصال ثواب کے ذریعے ان کی ارواح کو نفع پہنچائے۔

والدین کی طرف سے صدقہ وخیرات کیجئے:

مرنے والے کو جس طرح دعا سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح اگر اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کی جائے تو مرنے والے کو اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے اور والدہ کی طرف سے صدقہ کرنا بہت بڑا ثواب ہے۔

والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ انسان والدین کے

دوستوں کا خیال رکھے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کے دوستوں کا حق ادا کرے اور والدین کے اکرام کے لئے ان کی خاطر مدارات کرے تاکہ وہ اس کے والد کو یاد کر کے اس کے لئے دعاءِ خیر کریں۔

اگر باپ غریب ہو اور کسی مرض جنون اور دیوانگی یا معذوری کی وجہ سے کام کاج نہ کر سکتا ہو یا کما سکتا ہو لیکن غربت اور پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے کمائی نہ کر سکے یا ایسا کام نہ ملتا ہو جس سے وہ گذر اوقات کر سکے تو ایسی صورت میں باپ چاہے مسلمان ہو یا کافر اس کا نان نفقہ اس کے بیٹے پر واجب ہے اس لئے کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:

"وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا۔ (سورۃ لقمان)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہاری اولاد تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ تحفہ وہدیہ ہیں، اور اگر تمہیں ضرورت ہو تو ان کا مال تمہارے لئے ہے...... آپ ﷺ کے فرمان سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ اگر وہ کمانے سے عاجز ہو جائیں تو ان کا نفقہ اولاد پر واجب ہو جاتا ہے، لیکن والدین کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اولاد کے مال کو یونہی بلا وجہ اپنے کام میں لائیں اور اس میں اپنی مرضی سے تصرف کریں اور غیر ضروری چیزوں میں خرچ کریں الا یہ کہ لڑکا خوش دلی سے اس کی اجازت دے دے اور اس سے خوش ہوتا ہو، البتہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا نفقہ اور اخراجات والدین کے اخراجات پر مقدم ہیں، اور اگر ماں نے کسی اور مرد سے شادی کر لی ہو تو اس کا خرچہ اس بیٹے پر لازم نہ ہوگا خواہ اس نے شوہر کو ناراض کر کے اپنا نان نفقہ کا حق ختم کیوں نہ کر دیا ہو، اور اگر ماں شادی کرنا چاہے اور اس کے مواقع موجود ہوں تو بیٹے کو ماں کو شادی سے روکنے کا حق نہیں ہے۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ اگر کسی کی والدہ دوسری شادی کر لے تو بیٹا اس کو غیرت کے خلاف سمجھے، ماں کو عار دلائے اور دوسری شادی کرنے پر اسے برا بھلا کہے، البتہ ماں لڑکے سے یہ کہے کہ میری شادی کرا دو یا میرے لئے مناسب شوہر تلاش کر دو تو ماں کی شادی کرانا یا دوسرا شوہر تلاش کرنا لڑکے پر واجب نہیں ہے، باپ نے اگر دوسری شادی کر لی ہو تو لڑکے پر اپنی سوتیلی ماں کا خرچہ لازم ہوتا ہے اسی طرح اس پر یہ بھی لازم ہے کہ اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے

جس سے باپ کی دل آزاری نہ ہو۔

نیکی اور اچھائی وہ ہے جس سے آپ کے نفس میں اطمینان اور دل کو سکون ہو چاہے لوگ کچھ بھی کہتے رہیں اور کوئی کیسا بھی فتویٰ دیتا رہے، حسن سلوک اور نیکی کرنا بھی خوش خلقی میں داخل ہے، اور گناہ وہ ہے جو نفس کو کھٹکے اور دل میں تردد پیدا کرے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از اصلاح معاشرہ اور اسلام)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خوشدلی کے ساتھ والدین کو ان کی زندگی میں بھی راحت پہچانے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے انتقال کے بعد بھی انہیں یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العلمین۔

ذمہ داری نمبر......۸

﴿والدین کے دوستوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کیجئے﴾

بیٹے کی ذمہ داریوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے والدین کے دوست احباب اور رشتے داروں کے ساتھ بھی نیک سلوک کرے، ان کا ادب واحترام مدنظر رکھے، ان کو اپنے مشوروں میں اپنے بزرگوں کی طرح شریک رکھے اور ان کی رائے اور مشوروں کی تعظیم کرے۔ چنانچہ رسول اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اس شخص سے مت کاٹ جو تیرے باپ سے ملتا تھا کہ تو اس سے اپنا نور گم کردے گا۔ کیونکہ تیری محبت تیرے والد کی محبت ہی شمار ہوگی۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

دوستوں کا اکرام:

حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ بنوسلمہ کے ایک آدمی نے دربار نبوت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میرے والدین فوت ہو چکے ہیں کیا ان کا حسن سلوک میرے ذمہ اب بھی کچھ باقی ہے؟ حضور ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا! ہاں ان کے لئے استغفار کرنا، ان کے وعدوں کو پورا کرنا، ان کے دوستوں کا اکرام کرنا اور اس رشتہ داری کا لحاظ رکھنا جو ان ہی کی وجہ سے قائم ہے۔ (بحوالہ ابن ماجہ شریف)

والدین کے دوستوں کے ساتھ صلح رحمی:

حضرت عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ مکہ کے راستے میں ایک بدو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ملا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں سلام کیا اور انہیں بھی اپنے گدھے پر سوار کرلیا اور اپنے سر پر بندھی ہوئی پگڑی ان کو دے دی۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن دینارؒ نے ان سے عرض کیا! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے یہ بیمار بدو ہیں یہ تو معمولی چیز سے خوش ہو جاتے ہیں (آپ نے اتنا اکرام کیا) تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا! کہ ان کے والد میرے والد حضرت عمر فاروقؓ کے دوست تھے اور میں نے رسول اقدس ﷺ سے یہ فرماتے سنا ہے

کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان والدین کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی اور نیکی کرے۔ (بحوالہ مسلم شریف)

باپ کے دوست کے ساتھ اچھا سلوک:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینے آیا تو میرے پاس عبداللہ ابن عمرؓ تشریف لائے اور فرمانے لگے ابوہریرہؓ! کیا تم جانتے ہو میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟ میں نے کہا میں تو نہیں جانتا کہ آپ میرے پاس کیوں تشریف لائے ہیں؟ اس پر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا! میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا ہے کہ جو شخص قبر میں اپنے باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہتا ہو اس کو چاہئے کہ باپ کے مرنے کے بعد باپ کے دوست احباب کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور پھر فرمایا! بھائی میرے والد حضرت عمر فاروقؓ اور آپ کے والد میں گہری دوستی تھی، میں چاہتا ہوں کہ اس دوستی کو نباہوں اور اسکے حقوق ادا کروں۔ (بحوالہ مسلم شریف)

ف: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ والدین کے دوست احباب کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا اولاد کی ذمہ داری ہے۔ اسلام میں والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک اور بقائے تعلق کو اعلیٰ درجے کی نیکی قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ماقبل میں گزرا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے! اعلیٰ درجے کی نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے والد کے دوستوں سے ملے اور حسن سلوک سے پیش آئے۔

بہرحال خلاصہ یہ ہوا کہ والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ انسان والدین کے دوستوں کا خیال رکھے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کے دوستوں کا حق ادا کرے اور والدین کے اکرام کے لئے ان کی خاطر مدارت کرے تاکہ وہ اس کے والدین کو یاد کرکے ان کے لئے دعائے خیر کریں۔



ذمہ داری نمبر......۹

﴿والدین کے اخراجات کو پورا کیجئے﴾

والدین پر خرچ کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔''لوگ آپ سے پوچھتے ہیں، ہم کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دیجئے تم جو مال بھی خرچ کرو پس اس کے پہلے مستحق والدین ہیں۔'' (سورۃ البقرہ)

بعض اصحاب جو مالدار تھے انہوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ مال میں سے کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں؟ اس پر یہ حکم ہوا کہ تھوڑا ہو یا بہت جو کچھ خدا کے لئے خرچ کرو وہ والدین و اقارب، یتیم محتاج اور مسافروں کے لئے ہے لیکن اس میں بھی یہ خیال ضرور رکھو کہ معاشرے میں تمہارے مال کے جو مستحقین ہیں ان میں سب سے پہلا حق والدین کا ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میں مالدار بھی ہوں اور صاحب اولاد بھی اور میرے باپ کا یہ حال ہے کہ وہ میری مدد کا محتاج ہے۔ فرمایا تم خود اور تمہاری دولت تمہارے باپ کا مال ہے، تمہاری اولاد تمہاری بہت اچھی کمائی ہے پس (بے تکلف) اس کی کمائی کھاؤ'' (ابوداؤد)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے پاس میرا مال ہے اور میرا ایک چھوٹا بیٹا بھی ہے اور باپ کو میرے مال کی ضرورت ہے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ تو اور تیرا مال یہ سب تیرے باپ کا ہے اور تم اپنے باپ کی ملکیت ہو اور یہ حقیقت ہے کہ تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے، لہٰذا اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔ (بحوالہ ابوداؤد)

بیٹے کی کمائی سے والدین کو کھانے کا حق ہے:

حضور ﷺ نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ اپنے والدین پر خرچ کیا جائے۔ ماں

باپ اگر ضرورت مند ہوں تو وہ اولاد کے مال سے اپنی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں۔ جس طرح والدین کے مال اور جائیداد پر اولاد کا حق ہوتا ہے اسی طرح اولاد کے مال پر والدین کا حق ہے مال ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص اپنے ضرورت مند والدین کو خرچ نہیں دیتا تو وہ گنہگار ہوگا، بیٹے کی کمائی سے والدین کو کھانے کا حق حاصل ہے اس کے بارے میں حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد مندرجہ ذیل ہے:

''حضرت عمارہ بن عمیر رضی اللہ عنہ، ان کی والدہ ماجدہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آدمی کا بیٹا اس کی کمائی سے ہے بلکہ اس کی بہترین کمائی ہے پس ان کے مالوں سے کھا سکتے ہو۔'' (بحوالہ ابوداؤد)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اولاد بھی دوسری کمائی کی طرح کمائی ہے پس اس سے والدین کھا سکتے ہیں۔

تنگدست باپ کی خدمت بیٹے پر فرض ہے:

درمختار میں ہے کہ:''ماں باپ اگر تنگدست اور لڑکے کے محتاج ہوں تو اس پر ان کی خدمت فرض ہے اگرچہ وہ کافر ہوں اور سفر جس میں ہلاکت کا اندیشہ ہو جیسے جہاد یا سمندر کا سفر تو یہ فرض کفایہ ہے اور فرض عین کو فرض کفایہ کی خاطر ترک کرنا ٹھیک نہیں، اگر ماں باپ اجازت دیں تو یہ سفر اختیار کیے جا سکتے ہیں۔''

ایک کنجوس آدمی کی حضور ﷺ سے اپنے بوڑھے باپ کی شکایت:

ایک مرتبہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اپنے باپ کی شکایت کی کہ وہ اس کا مال (روپیہ) لے لیا کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس آدمی کے باپ کو بلایا وہ ایک بوڑھا شخص تھا، ایک لکڑی کا سہارا لیتا ہوا حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اس سے اس بارے میں استفسار کیا، اس نے کہا یہ ایک زمانے میں ضعیف تھا اور میں قوی، یہ فقیر تھا اور میں غنی، میں نے کبھی اسے اپنی کوئی چیز لینے سے نہیں روکا اور آج میں ضعیف ہوں، یہ قوی ہے، میں فقیر ہوں، یہ غنی، اب یہ اپنا مال مجھ سے بچاتا ہے اور بخل سے کام لیتا ہے۔ آپ ﷺ یہ باتیں سن کر

روپڑے اور فرمایا اگر پتھر بھی یہ باتیں سن لے تو اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے پھر لڑکے سے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے باپ کے پاس میری کچھ رقم ہے، دیتا نہیں ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور رُوئے مبارک اس آدمی کی طرف کر کے فرمایا، تو اور تیرا سب کچھ تیرے باپ کا ہے۔

ماں باپ کے اخراجات کے لئے محنت کرنے کا ثواب:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''ایک ایسے شخص کا (مجلس نبوی ﷺ کے قریب سے) گزر ہوا، جس کا جسم دبلا پتلا تھا، اس کو دیکھ کر حاضرین نے کہا کہ کاش یہ جسم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں دبلا ہوا) ہوتا، یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ شاید وہ اپنے بوڑھے ماں باپ پر محنت کرتا ہو (اور ان کی خدمت میں لگنے اور ان کے لئے روزی کمانے کی وجہ سے دبلا ہو گیا ہو) اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے (پھر فرمایا) شاید وہ چھوٹے بچوں پر محنت کرتا ہو (یعنی ان کی خدمت اور پرورش اور ان کے لئے رزق مہیا کرنے میں دبلا ہو گیا ہو) اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے، (پھر فرمایا کہ) شاید وہ اپنے نفس پر محنت کرتا ہو (اور اپنی جان کے لئے محنت کر کے روزی کماتا ہو) تا کہ اپنے نفس کو لوگوں سے بے نیاز کر دے (اور مخلوق سے سوال نہ کرنا پڑے) اگر ایسا ہے تو وہ سبیل اللہ ہے۔'' (بحوالہ درمنثور)

والد صاحب نے آپ کے لئے کتنا خرچ کیا ہوگا.........؟

آپ اور ہم سوچ ہی نہیں سکتے کہ والدین نے ہماری تعلیم وتربیت پر کتنا خرچ کیا ہوگا؟ ہماری صحت اور تندرستی پر، ہمارے کھلونوں پر اور ہماری کتابوں پر، اور ہماری دوائیوں اور ہمارے تعلیمی اخراجات پر، اسکول کی فیسوں پر، داخلہ فیس، سیکورٹی فیس، امتحان کی فیس، لائبریری کی فیس وغیرہ امور پر۔

سوچیں ایک ایک کام پر والد صاحب کو کتنا مقروض ہونا پڑا ہوگا۔ اساتذہ کی خدمت

کے لئے کتنے پاپڑ بیلنے پڑے ہوں گے، جس چھت کے نیچے ہم زندگی گزار رہے ہیں اس مکان کو بنانے، یا خریدنے یا کرایہ پر لینے کے لئے کتنی مشقت اٹھانی پڑی ہوگی۔

ہماری منگنی اور شادی کے لئے کتنی فکر، اور کتنے اخراجات برداشت کئے ہوں گے اور پھر آج ہمیں تنخواہ ملے تو ہم یہ کہیں کہ یہ ہمارا مال ہے.........؟

ہماری بیوی ہم سے یہ کہے امی کو ''ہم نے'' یہ جوڑا دیا تھا۔ بیوی صاحبہ کو بھی سوچنا چاہئے کہ جو کچھ شوہر کے پاس ہے چاہے ظاہری طور سے وہ شوہر کی کمائی ہو لیکن حقیقتاً وہ شوہر کے والد یعنی میرے سسر کی ملکیت ہے۔

اس لئے مجھے انہی کا مال انہی پر خرچ کرنے میں کنجوسی نہیں کرنی چاہئے اور حساب بھی نہیں رکھنا چاہئے۔ بلکہ شوہر کو بھی سمجھانا چاہئے کہ جس قدر ممکن ہو ہم والدین کو ہدیہ دیتے رہیں، کبھی بھی والدین کے پاس خالی ہاتھ نہ جائیں۔

والدین کے خرچ کا اہتمام:

اللہ تعالیٰ نے اولاد پر والدین کا ایک حق یہ مقرر فرمایا ہے کہ اولاد جب کمانے لگے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ والدین کی ضروریات پورا کرنے کے لئے خرچہ کریں۔ خاص کر بڑھاپے میں جب باپ کمانے کے قابل نہ رہے تو اس وقت اس کی امداد کرنا بہت بہتر ہے۔

والدین پر خرچ کرنے کے بارے میں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ فرما دیجئے کہ جو خرچ کرو اس میں والدین، اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کی بہتری مدنظر رکھو اور نیکی تم کرو گے تو بے شک اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔'' (سورۂ بقرہ)

اس آیت کے شان نزول میں بیان ہے کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ جو کہ بہت مالدار تھے اور بوڑھے بھی تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سوال عرض کیا کہ میں کیا خرچ کروں اور کس پر خرچ کروں؟ تو ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی آیت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ہمارے پیارے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ!

میرے پاس ایک دینار ہے کیا کروں؟ فرمایا، اپنی جان پر خرچ کر۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! دو ہیں؟ فرمایا، اپنے گھر والوں پر خرچ کر۔ عرض کیا تین ہیں؟ فرمایا، اپنے خادم پر خرچ کر۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! چار ہیں؟ فرمایا، اپنے ماں باپ پر خرچ کر۔ عرض کیا پانچ ہیں؟ فرمایا، اپنے رشتہ داروں پر خرچ کر۔ اس نے پھر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! چھ ہیں؟ فرمایا، راہِ الٰہی میں خرچ کر۔

اس آیتِ کریمہ کے شانِ نزول میں جو واقعہ بیان ہوا ہے اس میں سائل کی طرف سے ایک ایک کر کے ایک ایک درہم کا مصرف پوچھا گیا اور جب آیت کریمہ کا نزول ہوا تو ربِ کائنات نے دنیا میں بڑے احسان والے ماں باپ کا ذکر فرمایا جن کی بدولت انسان نیستی سے ہستی میں آیا اور جن کے خون اور زر سے پل کر جوان ہوا۔

بیٹے کی کمائی سے والدین کو کھانے کا حق ہے:

حضور ﷺ نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ اپنے والدین پر خرچ کیا جائے۔ ماں باپ اگر ضرورتمند ہوں تو وہ اولاد کے مال سے اپنی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں۔ جس طرح والدین کے مال اور جائداد پر اولاد کا حق ہوتا ہے اسی طرح اولاد کے مال پر والدین کا حق ہے، مال ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص اپنے ضرورت مند والدین کو خرچ نہیں دیتا تو وہ گنہگار ہوگا۔ بیٹے کی کمائی سے والدین کو کھانے کا جو حق حاصل ہے اس کے بارے میں حضور ﷺ کے مزید ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت عمارہ عمیر رضی اللہ عنہ، ان کی والدہ ماجدہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، آدمی کا بیٹا اس کی کمائی سے ہے بلکہ اس کی بہترین کمائی ہے پس ان کے مالوں سے کھا سکتے ہو۔ (بحوالہ ابوداؤد)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے اولاد بھی دوسری کمائی کی طرح کمائی ہے پس اس سے والدین کھا سکتے ہیں۔

حضرت عمارہ بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنی پھوپھی جان سے روایت کی انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ ایک یتیم میرے زیرِ پرورش ہے، کیا

میں اس کے مال سے کھا سکتی ہوں؟ ارشاد ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے آدمی کے لئے سب سے پاک اپنی کمائی کھانا ہے اور بیٹا بھی اس کی کمائی ہے۔

(بحوالہ ابوداؤد)



ذمہ داری نمبر......۱۰

﴿والدین کا قرض ادا کیجئے﴾

مقروض والد کے قرض کی ادائیگی:

مقروض والد کا قرض ادا کرنا بھی والدین کی خدمات میں سے ہے، لہٰذا اگر کسی کا والد مقروض ہو تو اس کی اولاد کی کوشش ہونی چاہئے کہ وہ اپنے والد کا قرض ادا کریں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''آپ کے والدہ غزوۂ احد کے دن شہید ہوئے اور آپ نے اپنے ورثاء میں چھ لڑکیاں چھوڑیں اور ان پر اپنا قرض بھی چھوڑ گئے۔ جب کھجوریں کاٹنے کا وقت آیا تو میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا، کیا آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد گرامی غزوۂ احد کے دن شہید ہوئے اور ان کے ذمے بہت سا قرض ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو قرض خواہ دیکھیں، آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تم جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کا ڈھیر علیحدہ علیحدہ لگاؤ، بعد ازاں میں حضور ﷺ کو بلا لایا، جب ان لوگوں نے آپ کو اس وقت دیکھا تو وہ اور زیادہ دلیر ہوئے اور مجھ پر مطالبہ کرنے میں تشدد کرنے لگے جب حضور ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ ﷺ نے سب سے بڑے ڈھیر کے ارد گرد تین چکر لگائے اور پھر اس پر تشریف فرما ہوئے اور مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنے قرض خواہوں کو آپ کی خدمت میں حاضر کروں، جب وہ سب لوگ حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ نے تول تول کر ان کو دینے لگے۔ آپ ﷺ نے یہاں تک عطا اور بخشش فرمائی کہ اللہ نے میرے والد پر قرض کو ختم فرما دیا اور اتنی برکت ہوئی کہ گویا اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی اور جبکہ میں تو قرض کے ادا ہو جانے پر بھی راضی تھا۔'' (بحوالہ نسائی)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو باپ کے قرض کی فکر:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی تمام اہم مصروفیات کے باوجود والدین کی

خدمت اور ان کے حقوق سے کبھی غفلت نہ فرماتے تھے۔ زندگی میں تو خیال رکھتے ہی تھے وفات کے بعد بھی انہوں نے والدین کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑے خوشحال آدمی تھے۔ عام طور پر جب کسی مالدار آدمی کی وفات ہوتی ہے تو اس کے مرتے ہی ورثاء کو اپنے اپنے حصے کی فکر ہوتی ہے لیکن حضرت عبداللہ کو اپنے حصے کی ذرہ برابر فکر نہ تھی حالانکہ میراث میں صرف ان کا اپنا حصہ بھی کروڑوں کا تھا اگر فکر تھی تو یہ کہ باپ کے ذمے کسی کا کچھ رہ نہ جائے۔ چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے تو ترکے سے باپ کا قرضہ چکایا، قرضہ چکانے کے بعد دوسرے وارثوں نے میراث کی تقسیم کے لئے جلدی مچائی اور تقاضے شروع کر دیئے لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر ان کو تقسیم سے روک دیا کہ میں چار سال تک برابر حج کے دنوں میں اعلان کروں گا اگر والدین پر کسی کا قرضہ ہو تو وصول کرلے، ہوسکتا ہے کسی کا کچھ رہ گیا ہو۔ چار سال تک اس طرح برابر اعلان کرنے کے بعد میں تقسیم کروں گا، اس ترکیب سے انہوں نے ورثاء کو ترکہ کے تقسیم نہ کرنے پر چار سال تک کے لئے راضی کرلیا اور حج کے دنوں میں اعلان کر کے والد کے لئے ہزار ہا آدمیوں سے دعائے مغفرت کراتے رہے۔

والدین کا قرض ادا کرنا حسن سلوک میں شامل ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن حمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے والدین کی قسم پوری کرے اور ان کا قرض ادا کرے اور کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انہیں برا نہ کہلوائے وہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے اگرچہ ان کی زندگی میں اس سے فرمانبرداری میں کچھ کوتاہیاں کیوں نہ ہوتی رہی ہوں۔ (بحوالہ طبرانی)

ذمہ داری نمبر......۱۱

﴿والدین کی وصیت کو پورا کیجئے﴾

والدین کی وصیت کو پورا کرنا:

ماں باپ نے اپنی زندگی میں بہت سے لوگوں سے عہد و پیمان کیے ہوں گے مختلف معاملات میں کچھ وعدے کیے ہوں گے، مرتے وقت کچھ وصیتیں کی ہوں گی۔ اولاد کے لئے والدین کی وفات کے بعد ان سے حسن سلوک کی یہ شکل باقی ہے کہ وہ ان کے کیے ہوئے وعدوں اور وصیتوں کو پورا کریں، ان کے کیے ہوئے عہد و پیمان کو نباہیں اور اس طرح ان کی روح کو خوش کرنے کی کوشش کریں۔ البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ آپ صرف انہی وصیتوں کو پورا کریں جو جائز ہوں اور اگر ان کی ناجائز وصیتوں کو بھی پورا کریں گے تو یہ ان کے ساتھ نیکی نہیں برائی ہوگی۔

باپ کی وصیت کو پورا کرنا:

''حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے والد ماجد نے ان کے جد امجد سے روایت کی ہے کہ عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کر دیئے جائیں۔ پس اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے چنانچہ اس کے بیٹے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے باقی پچاس آزاد کرنے کا ارادہ کیا اور کہا کہ جب تک میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت نہ کرلوں۔ پس نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! میرے باپ نے وصیت کی کہ ان کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں۔ ہشام نے ان کی طرف سے پچاس آزاد کر دیئے اور ان پر پچاس باقی رہے، کیا میں ان کی طرف سے آزاد کر دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا اور تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے تو اسے ثواب پہنچ جاتا۔'' (بحوالہ ابوداؤد)

ماں باپ نے اگر کسی سے مالی امداد کا وعدہ کیا ہے یا وہ کسی کو کچھ ہبہ کرنا چاہتے ہیں اور

زندگی میں اس کا موقع نہ پا سکے یا انہوں نے کوئی نذر مانی تھی اور نذر پوری کرنے سے پہلی ہی دنیا سے رخصت ہوگئے یا ان پر کسی کا قرضہ تھا یا وصیت کرنے کا انہیں موقع نہ ملا اور آپ سمجھتے ہیں کہ اگر انہیں موقع ملتا تو وہ ضرور یہ وصیت کرتے یا انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی اور آپ ان کی طرف سے صدقہ کریں تو یہ سب صورتیں ان کے ساتھ نیک سلوک کی ہیں اور اس طرح ان کی وفات کے بعد بھی آپ زندگی بھر ان کے ساتھ نیک سلوک کر کے اپنے خدا کو خوش کر سکتے ہیں۔ ثواب صرف مسلمان کو پہنچتا ہے غیر مسلم کو نہیں ملتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس نذر کے متعلق فتویٰ لیا جو ان کی والدہ پر تھی اور جس کو پورا کرنے سے پہلے وہ وفات پا گئی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں فتویٰ دیا کہ ان کی طرف سے وہ پوری کر دی جائے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

وفاتِ والدین کے بعد سلوک کی چوتھی شکل یہ ہے کہ ان کے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے جو ماں باپ کے واسطے سے رشتہ دار قرار پاتے ہیں۔ ننھیال کے رشتہ دار جیسے خالہ، ماموں، نانی، نانا وغیرہ اور ددھیال کے رشتہ دار جیسے چچا، پھوپھی، تایا، دادا، دادی وغیرہ ان رشتہ داروں سے بے نیازی اور بے پرواہی دراصل والدین سے بے نیازی ہے اور ایک مومن اپنے ماں باپ کے ساتھ بے نیازی کا سلوک کبھی نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے آباء واجداد سے بے نیازی ہرگز نہ برتو۔ ماں باپ سے بے پرواہی کرنا خدا کی ناشکری ہے۔

ایک ماں کی آخری وصیت:

ایک نیک بخت کی صالحہ ماں کا جب آخری وقت آ پہنچا تو اس نے اپنے بیٹے سے محبت بھرے انداز میں فرمایا کہ اے میرے ذخیرے! اے میری دولت! جس پر مجھے زندگی میں اور بعد از وفات بھروسہ ہے، مجھے بعد از مرگ شرمسار نہ کرنا اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ رکھنا۔ جب وہ فوت ہوگئی تو وہ ہر جمعۃ المبارک کو اپنی ماں کی قبر پر زیارت کے لئے جاتا، دعائیں کرتا اور باقی قبرستان والوں کے لئے ایصال ثواب کرتا رہتا۔ چند دن بعد اس کی

والدہ خواب میں ملی۔ لڑکے نے عالم برزخ کی کیفیت دریافت کی۔ اس کی ماں نے کہا، موت کی تلخی بڑی سخت ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نہایت پرسکون ہوں حریر کا فرش اور ریحان کے صوفے بچھے ہوئے ہیں۔ قیامت تک انہی پر آرام کروں گی۔ میرے بیٹے! ہر جمعہ کو میری زیارت کے لئے آتے رہنا۔ اس وظیفے کو مت چھوڑنا کیونکہ مجھے اور میرے ہمسایوں کو تیری ملاقات وزیارت اور دعاؤں سے بڑی راحت ملتی ہے۔

(بحوالہ نزہۃ المجالس)



ذمہ داری نمبر......۱۲

﴿والدین کی دعائیں لیجئے﴾

ماں کی دعا:

رات کا پچھلا پہر تھا، دنیا کی ہر چیز پرسکون تھی کبھی کبھی چوکیدار کی آواز کانوں سے ٹکراتی ہوئی نکل جاتی تھی، قریب ہی ایک سمت سے ایک درد بھری نسوانی آواز آرہی تھی جس میں بلا کا درد واثر تھا۔ ایک عورت بڑے کرب اور بے چینی کے ساتھ اپنے مالک کے آگے ہاتھ پھیلائے دعا مانگ رہی تھی:

''اے میرے مالک! جس کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے، جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے در در کی ٹھوکریں نصیب کرتا ہے، اے وہ مالک! جس کے ہاتھ میں ہدایت وضلالت دونوں ہیں چاہے تو ہدایت دے اور چاہے تو گمراہ کردے، میں تیری ناچیز اور گنہگار بندی ہوں، تو نے مجھ پر بے انتہا احسانات کیے، کسی ایک احسان کا بدلہ بھی دینا چاہوں تو نہیں دے سکتی، تیری نعمتوں کو گننا چاہوں تو گن نہیں سکتی، اے ماں باپ سے زیادہ شفیق میری ایک التجا سن لے، اے اللہ! مجھ کو ایمان کی دولت عطا فرما، میں فقیر و بے نوا ہوں تیرے سوا کوئی میرا نہیں، دنیا میں سب ہیں، بھائی ہیں، شوہر ہے، اولاد ہے مگر صرف دنیا میں کام آنے والے ہیں، قیامت میں کوئی بھی کام نہ آئے گا، میری یہ سب سے بڑی خواہش ہے کہ جب میں اس دنیا سے رخصت ہوں تو ایمان کی حالت میں۔ اے اللہ! تو اپنی رحمت کے پردے میں میرے گناہوں کو چھپالے، ان کو زائل کردے، دوزخ کی آگ سے مجھ کو بچا، اے اللہ! میری بیقراری کی لاج رکھ لے تو نے اگر نہ بخشا تو میرا کوئی ٹھکانا نہیں، اے رؤف ورحیم ذات میرے ان آنسوؤں پر جو تیرے خوف سے بہہ رہے ہیں رحم فرما۔

اے میرے مالک! مجھ کو نہ دولت کی ضرورت ہے اور نہ کسی کی خدمت مطلوب ہے،

صرف رضا اور تیری رضا چاہتی ہوں۔اے جہانوں کے مالک! میری بھی اولاد ہے، ہر ماں اپنی اولاد کو دل و جان سے چاہتی ہے اور میں نے بھی خون جگر سے ان کو پروان چڑھایا ہے، ان کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دیتی ہوں لیکن میں ان کو دنیا میں امیر ترین نہیں دیکھنا چاہتی، میں صرف یہ نہیں دیکھنا چاہتی کہ وہ دنیا کے اعتبار سے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوں، میں تو یہ چاہتی ہوں کہ تو ان کو نیک اطوار بنا، ان کو ایمان کی دولت سے نواز دے، یہ زندہ رہیں، پھولیں پھلیں، مگر تیرے بن کر اور تیرے دین کے پرستار ہو کر۔ یاالٰہی! میں جب ان کی ایک انگلی جلتی ہوئی دیکھ نہیں سکتی تو کیسے میری مامتا یہ برداشت کر سکتی ہے کہ یہ دوزخ کی ہولناک آگ میں جلیں، جب میں ان کے کپڑوں اور چہرے کو غبار آلود دیکھنا گوارا نہیں کر سکتی تو کیسے قیامت میں ان کو مغموم اور متفکر دیکھ سکتی ہوں۔اے میرے رحیم و کریم مولیٰ! ہمارے ان معصوم بچوں پر رحم فرما ان کو اپنے نیک بندوں میں شامل کر، ان کو دنیا کی ذلتوں سے بھی بچا اور آخرت کے عذاب سے بھی محفوظ رکھ۔

اے اللہ! میں دنیا کے سارے فتنوں، آزمائشوں اور تکلیفوں سے حفاظت مانگتی ہوں، ان بچوں کو اپنی حفاظت میں رکھ، ان کو علم و دین کی دولت سے نواز، یہ تیرے بندے ہیں اور تو ان پر ان کے ماں باپ سے زیادہ شفیق ہے، میں تیری اس شفقت کا واسطہ دے کر دعا کرتی ہوں کہ میرے بعد یہ میری آرزوؤں اور تمناؤں کو رسوا کرنے والے نہ بنیں، بلکہ میری روح کی تازگی کا باعث ہوں، میری آنکھیں ان سے ٹھنڈی ہوں اور دل ان کے نیک کاموں سے باغ باغ ہوں۔اے اللہ! میں ان کو صرف تیری حفاظت میں دیتی ہوں تو ان کا نگہبان اور پروردگار ہے۔“

اور پھر اس نیک اطوار ماں کی آواز رندھ گئی۔

ماں کی دعاؤں سے ایمان کے بلند ترین درجے تک رسائی:

خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ تم نے یہ دولت ایمانی کہاں سے حاصل کی؟ فرمایا، بچپن کا ذکر ہے، جب میں سات برس کی عمر میں قرآن پڑھنے جاتا تھا۔ میں نے اس آیت کا سبق پڑھا ”وبالوالدین احسانا“ استاد سے آیت کے معنی

پوچھے، استاد نے کہا کہ اس آیت میں حکم ہے کہ ماں باپ کی تابعداری کرو جس قدر کہ تابعداری کا حق ہے، اور اس طرح ان کی اطاعت کرو جس طرح میری اطاعت کرتے ہو، دیکھو! میں تمہارا استاذ ہوں، جس وقت میں نے یہ بات سنی بستہ باندھ کر ماں کی خدمت میں آیا، سر ان کے قدموں پر رکھ کر عرض کیا: اے ماں! میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ماں باپ کی اطاعت کے لئے اس طرح فرماتا ہے، آپ خدا سے دعا کیجئے کہ جو حق آپ کی خدمت کا ہے میں اسے ادا کروں، جب میں نے اپنے ماں باپ کے سامنے یہ باتیں عرض کیں، انہوں نے میرے لئے دو رکعت نماز ادا کی، میرا ہاتھ پکڑا اور قبلے کی طرف منہ کر کے کہا اے خدا! میں نے اپنے بچے کو تیرے سپرد کیا۔ یہ دولت جو مجھے حاصل ہوئی میری ماں ہی کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

ماں کی دعا سے دوزخ سے نجات کی نبوی بشارت:

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ایک بار میں حج کرنے کے لئے نکلا لوگوں کو عرفات میں دیکھ کر میں نے کہا کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ ان میں سے کون مقبول ہے کہ میں اسے مبارک باد دیتا اور کون مردود ہے کہ میں اس کی تعزیت کرتا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے سوائے محمد بن ہارون بلخی کے سب کو بخش دیا اور ان کا حج قبول نہیں کیا، جب صبح ہوئی تو میں خراسان کے قافلے میں گیا اور میں نے پوچھا کہ کیا تم میں بلخ کے لوگ ہیں، انہوں نے کہا ہاں، میں نے ان کے پاس جا کر محمد بن ہارون بلخی کا حال پوچھا لوگوں نے جواب دیا تم نے تو ایک عابد زاہد آدمی کا حال پوچھا ہے۔ ان کو کہیں مکہ کے کھنڈرات میں جا کر تلاش کرو، چنانچہ میں نے ان کو ایک کھنڈر میں دیکھا تو کہنے لگے کہ تو کون ہے؟ میں نے جواب دیا مالک بن دینار، انہوں نے کہا کہ شاید تو نے کوئی خواب دیکھا ہے میں نے کہا ہاں، انہوں نے کہا کوئی نہ کوئی نیک مرد ہر سال ایسا ہی دیکھا کرتا ہے، میں نے پوچھا اس کا کیا سبب ہے؟ وہ بولے کہ میں شراب پیا کرتا تھا، چنانچہ رمضان کی پہلی شب کو بھی میں نے پی لی، اس پر میری ماں نے مجھے ڈانٹا میں نے اس حالت میں اس کو پکڑ کر تنور میں ڈال دیا، جب مجھے نشے سے ہوش آیا تو میری بی بی نے مجھے

اس ماجرے کی خبر دی پس میں نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال لیں اور ہر سال میں حج کرتا ہوں اور کہا کرتا ہوں اے غم کے دور کرنے والے، اے غم کے زائل کرنے والے، میرا غم دور کردے اور میرا غم زائل کردے اور میری ماں کو مجھ سے راضی کردے اور اس کے بعد چھبیس غلام اور چھبیس لونڈیاں آزاد کر چکا ہوں۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے اس سے کہا کہ تم نے اپنی آگ سے زمین والوں کو جلا ہی ڈالا تھا۔ اس کے بعد اسی شب کو میں نے خواب میں حضرت محمد ﷺ کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں، اے مالک! خدا کی رحمت سے لوگوں کو مایوس نہ کرو خدائے تعالیٰ نے محمد بن ہارون پر نظر کی ہے اور ان کی دعا قبول فرمالی اور ان کی لغزش سے درگزر کیا، پھر ان کو آگاہ کیا کہ وہ ایام دنیا میں سے تین دن تک دوزخ میں رہیں گے، پھر خدا ان کی ماں کے دل میں رحم ڈال دے گا اور وہ خدا سے ان کی معافی کی درخواست کریں گی اور خدا انہیں بخش دے گا اور دونوں جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ مالکؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ خبر محمد بن ہارون کو پہنچائی اس کو سنتے ہی ان کی روح پرواز کر گئی اور پھر میں نے ان کے جنازے کی نماز پڑھی۔

(بحوالہ سچے عبرت انگیز واقعات)

والدہ کی دعا کی برکت:

ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے گیا، میرے جانے کے بعد تھوڑی دیر میں ان کا انتقال ہو گیا، ہم نے ان کی آنکھیں بند کردیں اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی والدہ سے کہا کہ اللہ سے ثواب کی امید رکھیں، بے صبر نہ ہوں۔

عورت نے پوچھا کیا وہ انتقال کر گیا ہے؟

ہم نے کہاں ہاں! عورت نے پوچھا کیا تم سچ بول رہے ہو؟

ہم نے کہا بالکل، یہ سن کر وہ عورت اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلا کے اللہ سے یوں مخاطب ہوئی:

اللّٰھم انی امنت بک، وھاجرت الی رسولک فاذا نزلت بی شدۃ دعوتک ففرجتھا، فاسئلک اللّٰھم لا تحمل علی ھذہ المصیبۃ.

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ پر ایمان لائی، تیرے رسول (ﷺ) کی طرف ہجرت کی، مجھ پر جب بھی کوئی مصیبت آئی میں نے تجھ سے دعا کی اور تو نے میری مصیبت دور کردی، اب بھی میں تیری ہی جانب دستِ دعا دراز کرتی ہوں کہ اے میرے معبود! آج تو مجھ پر مصیبت کا یہ بوجھ نہ ڈال۔''

عورت کی اس دعا کے بعد اس انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اوپر سے کپڑا ہٹا دیا، چنانچہ ہم نے کھانا کھایا اور اس انصاری صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔ (حیاۃ الصحابۃ (عربی) جلد ۳)

فائدہ..... والدہ کی دعا کتنی طاقتور ہے، والد کی دعا مردہ بچے کو زندہ کرواسکتی ہے تو زندہ بچے پر آئی ہوئی مصیبت کو بھی دور کرواسکتی ہے اور آنے والی مصیبت کو بھی روک سکتی ہے، اسی طرح آئی ہوئی بیماری کو بھی شفا میں بدلواسکتی ہے اور آنے والی بیماری کو بھی روک سکتی ہے۔

لہٰذا والدہ کی دعا کی قدر کرنی چاہئے، والدہ کی ہر وقت ایسی خدمت کرنی چاہئے کہ ان کی دل سے دعا نکلے۔

خدانہ کرے والدہ محترمہ نماز کی پابند نہیں ہیں تو ان کی خدمت یہ ہے کہ ان کو بزرگوں کے بیانات میں یا محلے کی تعلیم میں لے کر جائیں تاکہ وہ نیک عورتوں کے ساتھ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات سن کر خود بھی دیندار بنیں گی اور جب والدہ کو دینی زندگی حاصل ہو جائے گی تو آپ کے لئے دل سے دعا نکلے گی جو آپ کے لئے فلاحِ دارین کا سبب بنے گی۔

اسی طرح والدہ محترمہ کو قرآن مجید صحیح طرح پڑھنا نہیں آتا یا نماز صحیح طرح پڑھنے نہیں آتی تو اس کی بھی فکر فرمائیں اور کوشش کریں کہ والدہ محترمہ کی نماز سنت کے موافق ہو،

قرآن کریم تجوید کے ساتھ اچھی طرح پڑھنے والی بن جائیں۔

اسی طرح اللہ نہ کرے والدہ محترمہ شرعی پردے کی پابندی نہیں کرتی تو رورو کر دعا مانگیں کہ اے اللہ! میری والدہ کو فرمانبردار بندیوں میں سے بنادے اور بے پردگی اور بے حیائی کی لعنت سے ساری مسلمان عورتوں کی حفاظت فرما، اس دعا کے ساتھ ساتھ والدہ کو اچھے بزرگوں کی کتابیں لاکر دیں اور کیسٹیں لاکر دیں تا کہ وہ اس کو سنتی رہیں۔

والدہ کی دعا کی وجہ سے بینائی کا لوٹنا:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات میں اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ بچپن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں چلی گئیں تھی یعنی روشنی ختم ہوگئی تھی۔ ان کی ماں ان کے لئے دعا کرتی رہتی تھیں!

اے اللہ! میرے بیٹے کی آنکھوں کی روشنی لوٹا دے۔

فرات والدتها الخليل ابراهيم عليه السلام في المنام فقال لها: يا هذه رد الله على ابنك بصره بكثره دعائك، قال: فاصبح وقدرد الله عليه بصره.

(مقدمۃ فتح الباری)

ترجمہ: ”بس ایک مرتبہ ان کی ماں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا وہ فرما رہے ہیں کہ تیری دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی آنکھیں لوٹا دیں جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ واقعۃً اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھیں لوٹا دی تھیں۔“

جب ماں کی دعائیں بچوں کو لگتی تھیں تو پھر کوئی بچہ محمد بن قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ بنتا تھا، کوئی بچہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بنتا تھا، کوئی بچہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ بسطامی بنتا تھا، کوئی جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بنتا تھا، کوئی بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی بخاری بنتا تھا، یہ ماں کی دعائیں ہوتی تھیں جو بچوں کو سعادت مند بنا دیتی تھیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ماں ہی ہے کہ جب کبھی ہاتھ اٹھا دیا کرتی ہے تو اس کی دعا سیدھی

عرش پہ جاتی ہے، آسمان کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اور اس دعا کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا اور دعا کو پروردگار کے حضور پہنچا دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بیٹے کو والدہ کی دعا سے رہائی دلائی:

عبدالرحمٰن بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک عورت امام حافظ بقی بن مخلد کے پاس آئی، اور کہا:

ان ابني قد اسره الروم ولا اقدر على مال اكثر من دويرة، ولا اقدر على بيعها، فلو اشرت الى من يفديه بشيء فليس لي ليل ولا نهار ولا نوم ولا قرار.

ترجمہ: ”میرے بیٹے کو روم والے قیدی بنا کر لے گئے ہیں اور میرے پاس چھوٹے گھر کے علاوہ اور چیز نہیں ہے اور اس مکان کو میں بیچ بھی نہیں سکتی، اور میرے پاس اتنا مال بھی نہیں کہ میں وہ مال دے کر اپنے بیٹے کو آزاد کروالوں، اور بیٹے کی جدائی سے میں دن رات پریشان رہتی ہوں اور نہ نیند آتی ہے اور نہ چین آتا ہے۔“

امام صاحب نے کہا میں بھی دعا کرتا ہوں تم بھی دعا کرو، والدہ کی دعا جلدی قبول ہوتی ہے اور ابھی تو تم واپس چلی جاؤ میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس معاملے پر غور کروں گا۔

میرے والد صاحب نے کہا کہ اس کی والدہ نے خوب دعائیں کرنی شروع کیں، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی ایک مرتبہ ہم لوگ شیخ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، وہی عورت اپنے بیٹے کے ساتھ شیخ کی مجلس میں آئی اور کہا اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو کافروں کی قید سے آزادی دلوادی اور کہا کہ میرا بیٹا صحیح سلامت آگیا ہے اور اس کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہے جو وہ آپ کے سامنے بیان کرے گا۔

پھر نوجوان نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ روم کے بادشاہوں کے ہاتھ میں تھا۔ ان بادشاہوں کے پاس ایک آدمی تھا جو کہ ہم سے خدمت لیا کرتا تھا۔ روزانہ وہ ہم کو صحرا کی طرف لے جاتا تھا اور شام کو واپس لے آتا، اس حالت میں

کہ ہم پر بیڑیاں ہوتیں تھیں۔ بس ایک مرتبہ اسی طرح مغرب کے وقت کام سے واپس آ رہے تھے کہ میرے پاؤں کی بیڑیاں خود بخود کھل گئیں اور زمین پر گر گئیں۔

اب وہ شخص جو ہماری نگرانی کیا کرتا تھا وہ میری طرف آیا اور اس نے کہا کہ تم نے اس بیڑی کو توڑا ہے۔ نوجوان نے کہا کہ نہیں یہ تو خود بخود گر گئی، وہ شخص بڑا حیران ہوا اور اپنے ساتھی کو خبر دی پھر لوہار کو لایا گیا اور اس نے پھر میرے پاؤں میں دوبارہ مضبوط بیڑی لگائی اس کے بعد میں چند قدم ہی چلا تھا تو بیڑی میرے پاؤں سے پھر گر گئی۔ اب تو وہ اس معاملے میں بڑے حیران ہو گئے اور انہوں نے اس معاملے کو دیکھتے ہوئے اپنے پادریوں کو بلایا کہ ایک نوجوان قیدی کے ساتھ عجیب معاملہ ہو رہا ہے ہم اس کے ہاتھ پاؤں کو زنجیروں سے باندھتے ہیں وہ زنجیر خود بخود کھل جاتی ہے۔

ان پادریوں نے مجھ سے پوچھا:

"الک والدة؟ قلت: نعم! قالوا: قد رافق دعاء ها الاجابة."

ترجمہ: "کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟"

میں نے کہا کہ بالکل زندہ ہیں، تو انہوں نے کہا معلوم ایسا ہو رہا ہے کہ اس کی والدہ نے دعا کی ہوگی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی والدہ کی دعا کو قبول کر لیا ہے۔"

پھر انہوں نے کہا: **"اطلقک اللہ لا یمکننا نقیدک."**

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے تم کو آزاد کر دیا ہے، اب ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم تو کو قید کریں۔" بس انہوں نے مجھ کو واپس مسلمانوں کے علاقے میں بھجوا دیا۔ (البدایۃ والنھایۃ)

والدہ کی دعا کی وجہ سے بیٹے کا عالم بننا:

استاد حسان محمد ابو الولید نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ میں جس وقت تمہاری وجہ سے حاملہ تھی، اس وقت عباس بن حمزہ کی ایک دینی مجلس تھی جس میں عورتوں کے لئے پردہ کا انتظام تھا، میں نے تمہارے والد سے اس مجلس میں وعظ

سننے کی اجازت طلب کی۔

تمہارے والد نے اجازت دے دی، میں وہاں گئی وعظ سن کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی: **"اللھم ھب لی ابنا عالما."**

ترجمہ: "یا اللہ تو مجھے ایسا بیٹا دے جو عالم باعمل بنے۔"

جب میں گھر لوٹی اور وہ رات گذاری تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے مجھ سے کہا:

"ابشری فان اللہ استجاب دعوتک، ووھب لک ولدا ذکرا وجعلہ عالما ویعیش کما عاش ابوک."

ترجمہ: "تجھ کو خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تیری دعا کو قبول کر لیا اور تجھ کو ایسا بیٹا دے گا جو عالم باعمل بنے گا اور دین کی اتنی مدت خدمت کرے گا جتنی تمہارے والد نے کی۔" والدہ نے کہا: **"کان ابی عاش اثنتین وسبعین سنة."**

ترجمہ: "میرے والد صاحب بہتر (۷۲) سال تک زندہ رہے تھے۔"

استاد نے کہا: **"وھذہ قد تمتہ لی."**

ترجمہ: "میرے لئے بھی بہتر (۷۲) سال کا عرصہ پورا ہو گیا۔"

حاکم حسان کے شاگرد کہتے ہیں:

"فعاش الاستاد بعد ھذہ الحکایة اربعة ایام."

ترجمہ: "استاد اس واقعہ بیان کرنے کے بعد چار دن تک زندہ رہے۔"

(طبقات الشافعیۃ للامام السبکی)

یہ تھی والدہ محترمہ کی دعا اور پھر اس کی قبولیت، کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹے کو عالم بھی بنایا اور دین کی خدمت کے لئے قبول بھی فرمایا۔

اور یہی اصل میں انسان کی سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے، اس کو علم نافع عطا فرمائے اور پھر اس علم نافع پر عمل کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے، اور اس کو پھیلانے کے لئے بھی قبول فرمائے۔ ہر شخص کو یہ دعا خود اپنے لئے، اپنی اولاد کے لئے اور بھائی بہنوں کے لئے بھی مانگنی چاہیے۔

والدہ کی دعا کی وجہ سے علم حاصل کرنے کی توفیق کا ملنا:

سہل بن بشر نے کہا کہ ہم کو سلیم بن ایوب نے بیان کیا، میں بچپن میں رائی (علاقے کا نام ہے) میں رہتا تھا، تقریباً دس سال کی عمر ہوگی میرے اساتذہ نے بھی کوشش کی کہ میں کسی طرح پڑھ لوں اور مجھے بھی کافی شوق تھا، میں نے بہت کوشش کی کہ میں سورۃ فاتحہ پڑھ سکوں، لیکن میں اپنی زبان کے بند ہونے کی وجہ سے پڑھ نہیں سکا تو ایک مرتبہ ایک عالم تجربہ کار ہمارے مدرسہ میں تشریف لائے، اساتذہ نے ان سے کمزور بچوں کے بارے میں مشورہ کیا، جب میری باری آئی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا! اے سلیم!

"الک والدۃ؟" ترجمہ: "تمہاری والدہ موجود ہیں؟"

میں نے کہا: جی ہاں! پھر انہوں نے کہا:

"قل لها تدعولک ان یرزقک اللّٰہ قراءۃ القرآن والعلم."

ترجمہ: "اپنی والدہ سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کریں کہ اللہ تمہارے لئے قرآن پڑھنا آسان کردے، اور علم نصیب فرمائے۔"

میں نے کہا: جی بالکل اور پھر اس کے بعد میں گھر لوٹا اور اپنی والدہ سے دعا کے لئے کہا: "فدعت لی"

ترجمہ: "انہوں نے میرے لئے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔"

پھر جب میں بڑا ہوا تو بغداد گیا وہاں میں نے عربی اور فقہ پڑھی اور الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم عطا فرمایا، عربی زبان میں مہارت نصیب فرمائی، فقہ کا علم عطا فرمایا، پھر پڑھائی مکمل ہونے کے بعد جو کچھ علم سیکھا تھا اس پر عمل کرتے ہوئے اس کو پھیلانے کے لئے واپس اپنے شہر (رَیْ) آگیا۔

میں ایک مرتبہ ایک بڑے عالم شیخ مزنی کے ساتھ بحث کر رہا تھا، تو وہی شیخ حاضر ہوئے اور ہم کو سلام کیا اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ مجھ کو نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے ہمارا علمی مباحثہ سنا اور وہ تعجب فرمانے لگے اور خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں میں

اتنے بڑے بڑے علماء پیدا کئے ہیں اور جو فقہ وتفسیر کی باریکیوں میں مذاکرہ ہو رہا تھا تو وہ نہیں سمجھ سکے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا:

"حتی نتعلم مثل هذا."

ترجمہ: "کاش ہم بھی ایسا علم سیکھیں۔"

میرے دل میں خیال آیا کہ جواب میں کہوں:

ان کانت لک والدۃ قل لها تدعولک فاستحییت."

ترجمہ: "اگر آپ بھی اس طرح کا علم سیکھنا چاہیں تو میں ایک تدبیر بتلاتا ہوں وہ یہ کہ اگر آپ کی والدہ محترمہ زندہ ہیں تو آپ ان سے درخواست کریں کہ وہ آپ کے لئے دعا کریں، لیکن پھر میں شرما گیا (اور میں نے نہیں کہا)۔ (طبقات السبکی، جلد ۴)

ذمہ داری نمبر......۱۳۰

﴿والدین کے رشتے داروں کا بھی خیال رکھئے﴾

ماں باپ کے رشتے داروں کی خاطر مدارت کا حکم:

مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں بنی سلمہ کا ایک شخص آیا اور کہنے لگا، یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ تو وفات پاچکے ہیں، اب بھی کوئی موقع ان سے نیک سلوک کرنے کا باقی ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لئے دعا اور استغفار کر، جن سے انہوں نے زندگی میں کوئی عہد کیا تھا، اس کو پورا کر، جو کوئی ان کا رفیق تھا، ان کی خاطر داری اور عزت کر اور جو رشتہ ان کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اس کو جوڑ۔

آپ اپنے والدین کے محبّوں اور دوستوں پر صَرف کیا کریں:

نواب یوسف علی خان صاحب آف رام پور اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لئے بہت خرچ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ (حضرت امیر شاہ خان صاحب) سے

دریافت کیا کہ کوئی ایسا مصرف بتلاؤ جس میں خرچ کرنے سے ان کو ثواب بھی زیادہ ہو اور ان کی روح بھی مجھ سے خوش ہو۔ میں نے کہا کہ ”آپ اپنے والدین کے محبوں اور دوستوں پر صرف کیا کریں“ انہوں نے دریافت کیا کہ میرے والد کے دوستوں کا حال آپ کو بخوبی معلوم ہوگا آپ مجھے بتلائیے۔ میں نے کہا فلاں مولوی صاحب سے آپ کے والد کی بہت دوستی تھی، یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے بہت ٹھیک فرمایا۔ اس کے بعد انہوں نے پچاس روپے ان کے پاس بھجوا دیئے۔ تین ماں کے بعد مولوی صاحب کا بیٹا آیا، نواب صاحب نے پچیس روپے اسے دے دیئے۔ اس کے تین ماہ بعد مولوی صاحب خود تشریف لائے تو نواب صاحب نے ان کو اپنے پاس بلوا کر پچیس روپے دیئے اور کہا کہ بعض وجوہ سے اس وقت میرا ہاتھ تنگ ہے اور میں زیادہ خدمت کرنے سے معذور ہوں، ان شاء اللہ ایک ماہ کے اندر ہی پچیس روپے آپ کی خدمت میں بھیجوں گا اور اگر مجھے یاد نہ رہے تو امیر شاہ خان یاد دلا دیں گے۔ چنانچہ پچیس روپے اور ان کو بھجوا دیئے۔ چھ سات ماہ بعد مولوی صاحب کا انتقال ہوگیا اور ان کے لڑکے کا بھی تب یہ قصہ ختم ہوا۔ اس قصے میں نہ صرف والد کے دوست کے ساتھ بلکہ والد کے دوست کے لڑکے کے ساتھ بھی حسن سلوک کی مثال ہے۔

(از مولانا اشرف علی تھانویؒ)

والدین، رشتہ داروں اور عام مسلمانوں سے ملنے کی فضیلت:

اس حدیث مبارک میں ایک عام مسلمان کی ملاقات کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، تو اس سے اندازہ لگانا چاہئے، کہ والدین سے ملنے کا درجہ کتنا زیادہ ہوگا۔

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی زیارت اور اس سے ملاقات کے لئے چلا وہ دوسری بستی میں تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کو اس کا منتظر بنا کر بٹھا دیا۔ جب وہ اس تک پہنچا تو فرشتہ نے (جو انسانی شکل میں تھا) اس سے پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا، اس بستی میں میرا بھائی ہے اس سے ملنے جانے کا ارادہ ہے۔ فرشتہ

نے کہا، کیا تمہارا اس پر کوئی حق ہے کہ اس کی وجہ سے وہاں جا رہے ہو؟ وہ کہنے لگا، کہ نہیں! (جانے کا سبب سوائے اس کے) کچھ نہیں کہ میں اس سے اللہ عزوجل کے لئے محبت کرتا ہوں۔ فرشتہ نے کہا کہ بلاشبہ میں تمہارے لئے اللہ کا فرستادہ ہوں (اور یہ پیغام دینے کے لئے بھیجا گیا ہوں کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے اسی طرح محبت فرماتے ہیں جیسے تم اس سے محبت کرتے ہو۔“ (بحوالہ مسلم شریف)

سبق آموز پہلو:

۱) اس واقعہ میں اللہ عزوجل کے بندوں سے اور خصوصاً اہل ایمان سے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت کرنے کی فضیلت اور اس کا بہترین نتیجہ بتلایا گیا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت کرنا بہت ہی بڑا عمل ہے۔

۲) یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے محبت کرنے کے بہترین انجام کو بیان کرتا ہے، کہ بندوں سے بے لوث محبت کرنے والا خالق کی محبت کا مرکز بن جاتا ہے، اور اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرنے لگتے ہیں، جب بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جائے تو پھر ساری دنیا بھی اس سے محبت کرنے لگے گی۔

جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔

”ایمان کے بہترین خصائل میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا بھی ہے۔“ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

ہم تمام مسلمانوں سے محبت کرنے والے بن جائیں، ان کی خیر خواہی ہمارے دلوں میں ہو، ان کی دنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے ہم کوشش کرنے والے بن جائیں۔ اس کے لئے روزانہ کم از کم ۲۵ یا ۲۷ مرتبہ ہم یہ دعا مانگیں۔

جو یہ دعا مانگے گا:

”اللّٰھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات“

”اے اللہ! مسلمان مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما دیجئے۔“

اس کے لئے ایک فضیلت تو یہ ہے:

"یستجاب لھم ویرزق بھم اھل الارض"

یعنی زمین والوں کو اس کے ذریعے رزق ملے گا، جب زمین والوں کو اس کے ذریعے ملے گا تو اس کو بدرجہ اولیٰ ملے گا، اور اس کے ذریعہ دعائیں بھی قبول ہوں گی۔

دوسری فضیلت یہ ہے کہ جو مؤمن مرد اور عورت کے لئے استغفار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ہر مؤمن مرد و عورت کے بدلے میں ایک ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔

(ترجمہ حصن حصین)

لہٰذا ہمیں پابندی سے والدین سے ملنے جانا چاہئے، اور فضیلت کو سوچ کر جانا چاہئے اسی طرح کچھ نہ کچھ ہدیہ لے کر جانا چاہئے۔

والدین کی خدمت سے رزق میں کشادگی ہوتی ہے:

صرف یہ ہی نہیں کہ والدین کی خدمت اور فرمانبرداری سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور ان کی خدمت سے جنت ملتی ہے، بلکہ اس دنیا کے اندر بھی بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں مثلاً رزق میں کشادگی اور عمر میں درازی وغیرہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو، اور اس کی روزی میں کشادگی ہو اسے چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

(بحوالہ مسند احمد)

بعض اوقات انسان کے دل میں ایسے احساسات پیدا ہوتے ہیں، جن کی بنیاد پر انسان اپنے والدین کو قصور وار سمجھ کر ان سے بد دل ہو جاتا ہے۔ مثلاً بڑے بھائی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے ۱۸ گریڈ کے افسر بنے تو چھوٹے بھائی بیرونِ ملک میں مستحکم ہیں اور میں اکیلا اپنے ملک میں پریشان۔

بڑے بھائی کی شادی کروڑ پتی گھرانے میں ہونے کی وجہ سے وہ بڑے تاجر ہیں اور میں چھوٹی سی دوکان کو رو رہا ہوں۔ تقسیم جائیداد کے وقت ایک میرے حصے میں زمین کا وہ ٹکڑا آیا کہ جس کی قیمت وقت گزرنے پر مزید گر گئی، وغیرہ۔

اس طرح کے حالات میں بعض لوگوں کو روتے ہوئے، جگہ جگہ اپنے والد صاحب کی ستم ظریفی کا تذکرہ کرتے ہوئے یا انہیں برا بھلا کہتے ہوئے دیکھا جاتا ہے۔ حالانکہ غور کیا جائے تو تقدیر کے فیصلوں کی وجہ سے ایک بیٹے پر خدانخواستہ کوئی برا حال آ گیا تو اس میں باپ کا کیا قصور؟

انہوں نے تو اپنی پوری کوشش کی کہ سب بھائیوں بہنوں کو برابر ملے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے آگے کس کی چل سکتی ہے؟

یعنی جائیداد کی تقسیم میں ایک بیٹے کے حصہ میں جو دوکان آ گئی تھی، اس وقت وہ بہت چل رہی تھی، لیکن کچھ عرصے بعد دوکان کے مالک نے دوکان خالی کرنے کا نوٹس دے دیا، اور اس بیٹے کو مجبوراً دوکان خالی کرنی پڑی۔

جب کہ دوسرے بھائیوں کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہوا وہ خوب ترقی کرتے رہے۔ جو فلیٹ ایک بیٹے کے نام ہوا تھا، اس وقت اس کی قیمت اتنی ہی تھی جتنی دوسرے بھائیوں کے مکان یا فلیٹ کی تھی، لیکن تقدیر سے کچھ عرصے بعد وہاں پر سیمنٹ فیکٹری کے بننے اور دھویں و آلودگی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے فلیٹ کی قیمت گر گئی۔

اگر ایسے موقعوں پر شیطانی وساوس آئیں کہ والد صاحب نے میرے ساتھ ظلم کیا یا والدہ نے مجھ پر ظلم کیا۔ میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے وغیرہ، اگر ایسے وساوس کو آپ اپنے دل میں جگہ دیں گے تو اس کے تین بڑے نقصان ہوں گے۔

۱) آپ کے رونے دھونے، جگہ جگہ شکایت کرنے سے آپ کی عزت میں فرق تو آئے گا ہی، ساتھ ہی اس کی لپیٹ میں آپ کے بے چارے بے قصور بھائی اور بہنیں بھی آ سکتے ہیں۔ ان کی عافیت والی زندگی بے سکون ہو سکتی ہے۔ آپ کے جگہ جگہ اس طرح تذکرہ کرنے کی وجہ سے لوگ آپ کے بھائی بہنوں کو ظالم یا قصور وار سمجھیں گے جس کی وجہ سے ان کے کاروبار یا ملازمت میں نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس طرح آپ اپنا سکون بھی اور اپنے بہن، بھائیوں کا سکون بھی برباد کر دیں گے۔

۲) دوسرا بڑا نقصان یہ ہے کہ بھائیوں سے لڑ کر انہیں ناراض کیا اور جو کچھ تھوڑا بہت

آپ کو اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اس کی ناشکری ہوئی تو اللہ تعالیٰ کو بھی ناراض کر دیا۔ حالانکہ آپ جو ناراض ہیں درحقیقت اس میں صرف جذبہ حسد کارفرما ہے کہ میرے بھائی کروڑ پتی ہیں اور میں لکھ پتی کیوں نہیں ہوں؟ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ اور جو کچھ دنیوی عافیت حاصل تھی وہ بھی ہاتھ سے گئی۔

۳) تیسرا نقصان یہ ہوگا کہ جب آپ اس عمر کو پہنچیں گے، جس عمر میں آج آپ کے والد صاحب ہیں۔ تو جیسے آپ شکوہ کرتے ہیں، ویسے ہی آپ کی اولاد بھی آپ سے شکوہ کرے گی۔ چاہے آپ نے ہر لحاظ سے اور ہر اعتبار سے برابری کی ہو۔ اردو کا محاورہ ہے "جیسی کرنی ویسی بھرنی"

لہٰذا ان نقصانات سے بچنے کے لئے اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جب بھی کوئی حال، کوئی مصیبت، کوئی پریشانی آئے تو اس کی نسبت کسی مخلوق کی طرف نہ کریں، نہ والدین یا بھائی، بہن کی طرف نہ دوست یار کی طرف، بلکہ اپنے اعمال کا جائزہ لیں، انہیں درست کریں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رو رو کر التجا کریں کہ اے اللہ! میرے اس برے حال کو اچھے حال سے بدل دیں، اور دنیوی و اُخروی زندگی کو خوشحال بنا دیں۔

اور یہ سوچیں کہ جس حال میں اللہ تعالیٰ نے مجھے رکھا ہے، وہ حال میرے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ کیا پتہ جو حال میں طلب کر رہا ہوں، اس میں مصیبتیں زیادہ ہوں؟ پیسہ زیادہ ہو لیکن بیماریاں بھی زیادہ ہوں اور وہی پیسہ دواؤں میں لگے تو کیا فائدہ؟ وہ پیسہ مزید پریشانیوں کا سبب بنے تو کیا فائدہ؟

ہاں ان پریشانیوں کو دور کرنے کی فکر کریں، مثلاً ملازمت نہیں مل رہی تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ نہ بیٹھ جائیں، والد صاحب کی شکایت نہ کرتے پھریں، بھائیوں کے مظالم بہنوں کے سامنے نہ ذکر کریں، بلکہ کوشش کریں کہ ملازمت مل جائے اور اگر بڑے بھائیوں نے ظلم بھی کیا ہو تو معاف کر دیں، اور یہ یقین رکھیں کہ اگر میرے مقدر میں یہ مال ہوگا تو مجھے ضرور مل کر رہے گا، اور اگر میرے مقدر میں نہیں ہے تو کیا فائدہ ہے کہ بھائی بہنوں میں جھگڑے کا سبب بنوں۔

اگر میرے صبر اور شکر کی وجہ سے بھائی بہن سکون سے رہ رہے ہیں اور والدین کی عزت سلامت ہے، یہ اس سے بہتر ہے کہ میرے جھگڑوں کی وجہ سے میرا سکون بھی تباہ ہو اور ان کا چین و سکون بھی برباد ہو، نیز والدین مرحومین کی عزت پر دھبہ آئے۔ اگر مجھے مال مل بھی گیا اور میرا مقدر نہیں تو مجھ سے کوئی اور چھین کر لے جائے گا۔

اپنے دل کو اس طرح تسلی دے کر مطمئن کریں۔ تجربہ کار لوگوں کا کہنا ہے کہ جن کے مقدر میں مال نہیں ہوتا، وہ سونے میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو مٹی ہو جاتا ہے اور جن کے مقدر میں ہوتا ہے، وہ مٹی میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو سونا بن جاتا ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جس حال میں رکھا ہے، اس پر شکر کرے، اور یقین رکھے کہ میرے لئے یہی بہتر ہے۔ مچھر نے اگر کاٹا ہے تو حال تو برا ہے، لیکن اگر یہ سوچا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے سانپ کے ڈسنے سے بچا کر مچھر کا زخم دے دیا، تو اس پر بھی شکر کی توفیق ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔



ذمہ داری نمبر......۱۴

﴿والدین کے انتقال کے بعدان کے لئے دعاو استغفارکرتے رہیے﴾

مرحوم ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت:

انسانی زندگی کاسب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ انسان کومغفرت حاصل ہواوراللہ تعالیٰ ہمارے تمام گناہ بخش دے۔مغفرت طلب کرنے کا نام استغفار ہے۔اللہ سے مغفرت طلب کرنے کی تین صورتیں ہیں۔پہلی صورت یہ ہے کہ اپنے لئے مغفرت طلب کی جائے۔دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرے مؤمن بھائیوں کے لئے اللہ سے مغفرت مانگی جائے اورتیسری صورت یہ ہے کہ جومسلمان دنیاسے تشریف لے گئے ہیں خواہ وہ اپنے اعزہ واقارب ہوں یادوسرے ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کے بارے میں ارشادباری ہے:

”اوروہ جوان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب!
ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے
اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔اے
ہمارے رب!بیشک توہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔“ (سورۂ حشر)

”اے ہمارے رب!مجھے اورمیرے والدین اورمؤمنین کوبخش دینا
جس دن حساب کیاجائے گا۔“ (سورۂ ابراہیم)

جب والدین اس دنیاسے کوچ کرگئے ہوں توان کے لئے اللہ کے حضوردعائے مغفرت کی جائے جس سے ان کے سامان بخشش میں اضافہ ہوتا ہےاس کے متعلق نبی اکرمﷺ کا یہ فرمان ہے:

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا،قبر

میں مردے کی حالت ڈوبتے ہوئے فریادکرنے والے کی ہوتی ہے وہ دعاؤں کاانتظارکرتا ہےخواہ وہ ماں باپ کی طرف سے ہویابھائی اوردوست کی طرف سے اور جب یہ دعااس مردے کوپہنچتی ہے تووہ اس کودنیاومافیہا سے زیادہ عزیزہوتی ہے اور بیشک رب کریم دنیا والوں کی دعائیں مردوں کوپہاڑوں کی طرح کرکے پہنچاتا ہےاورزندوں کواپنے مردوں کی طرف تحفہ ان کے لئے مغفرت کی طلب ہوتی ہے۔“ (بحوالہ بیہقی)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مردوں کے لئے دعائے استغفار کرنی چاہیے کیونکہ استغفار سے انہیں عالم قبرمیں راحت ملتی ہےاگرکسی مردے کوعذاب ہورہاہوتو اس میں تخفیف ہوجاتی ہےاورجونیک ہوتے ہیں ان کے مراتب میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ کی مغفرت کے لئے قرآن میں دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جودعاقرآن کریم میں ہے مسلمان اس کوہرنمازمیں پڑھتے ہیں،اس میں اپنی اوراپنے ماں باپ کی مغفرت کی درخواست ہے۔

ربنا اغفر لی ولوالدی..........

”اے ہمارے رب!ہمیں بخش دےاورہمارے والدین کوبھی“حضرت نوح علیہ السلام نے بھی یہی دعاکی تھی اورحضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی اللہ کے اس احسان پر شکرکی توفیق مانگی جواس نے ان پراوران کے والدین پرکیے۔یعنی انبیاءعلیہم السلام بھی اپنی دعاؤں میں اپنے والدین کویادرکھتے تھے کیونکہ وہ ان کے اعلیٰ مرتبے سے واقف تھے۔

ماں باپ کے لئے دعاکرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضوراقدسﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہےتواس کے سب اعمال ختم ہوجاتے ہیں لیکن تین چیزوں کانفع پہنچتا رہتا ہے (۱)صدقۂ جاریہ (۲)ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں

(۳) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہو (بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح)

جب تک آدمی زندہ رہتا ہے خود نیکیاں کماتا ہے اور اپنے لئے آخرت میں ذخیرہ جمع کرتا رہتا ہے لیکن جب موت آجاتی ہے تو اعمال ختم ہو جاتے ہیں اور ثواب جاری رہنے کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے البتہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اس کے عمل کا نتیجہ ہیں اور ان کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

اول......

صدقۂ جاریہ کا ثواب برابر رہتا ہے، صدقۂ جاریہ اس کو کہتے ہیں جس کا نفع وقتی طور پر ختم نہ ہو جائے، بلکہ اس سے لوگ متنفع ہوتے رہیں اور صدقہ کرنے والے کو ثواب ملتا رہے، مثلاً کوئی مسجد بنوادی، دینی مدرسے کی تعمیر میں حصہ لے لیا، کسی دارالعلوم میں تفسیر و حدیث اور فقہ وفتاویٰ کی کتابیں وقف کر دیں، کہیں کنواں کھدوادیا یا مسافر خانہ بنوادیا یا کوئی ایسا کام کر دیا جس سے عوام وخواص کو نفع ہوتا رہے، ایک آدمی اس طرح کے کسی کام میں پیسہ خرچ کر کے جن کا ذکر اوپر ہوا، قبر میں چلا گیا اور لوگ اس کے صدقہ وخیرات سے متنفع ہو رہے ہیں تو اس کے نامۂ اعمال میں برابر ثواب لکھا جا رہا ہے اور درجات بلند ہو رہے ہیں۔ جہاں تک ہو زندگی میں کوئی ایسا کام ضرور کر دینا چاہئے جس کا اجر ہمیں مرنے کے بعد بھی ملتا رہے۔

دوم......

وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہو، یہ بھی وہ چیز ہے جس کا ثواب موت کے بعد جاری رہتا ہے، کسی کو قرآن مجید حفظ یا ناظرہ پڑھا دیا، کسی کو نماز سکھا دی، کسی کو مولوی بنا دیا، کوئی دینی کتاب لکھ دی یا اپنے پیسے سے شائع کر دی یہ علمی صدقۂ جاریہ ہے قرآن پڑھنے والا جب تک قرآن مجید پڑھے گا یا پڑھائے گا پھر اس کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد پڑھائیں گے مولوی صاحب تفسیر وحدیث پڑھائیں گے مسئلہ بتائیں گے لوگ ان سے مستفید ہوں گے اور آگے ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد علم پھیلائیں گے، جس کو

نماز سکھا دی وہ نماز پڑھتا رہے گا اور دوسروں کو سکھائے گا تو اس کا ثواب صدیوں تک اس شخص کو ملتا رہے گا جس نے دینی علم کو آگے بڑھایا، اور آگے بڑھانے کا ذریعہ بن گیا تو جتنے لوگ اس کا ذریعہ اور واسطہ بنتے جائیں گے ان کو ثواب ملتا رہے گا اور کسی کے ثواب میں کمی نہ ہوگی نیز اس شخص کو بھی برابر ثواب پہنچے گا۔

سوم......

نیک اولاد جو دعا کرتی ہو اس کی دعا کا فائدہ بھی والدین کو پہنچتا رہتا ہے، دعا میں تو کچھ جان مال خرچ بھی نہیں ہوتا، وقتاً فوقتاً اگر والدین کے لئے دعائے مغفرت اور دعائے رفع درجات کر دی جائے تو والدین کو بہت بڑا نفع پہنچتا رہے گا اور اولاد کا کچھ بھی خرچ نہ ہوگا۔ اولاد کی پیدائش کا ذریعہ بننا اور اس کو پالنا پوسنا چونکہ والدین کا عمل ہے اور والدین کی پرورش کے بعد اولاد دعا کے قابل ہوئی اس لئے اولاد کی دعا کو بھی مرنے والے اعمال میں شمار کر لیا گیا ہے اور صدقۂ جاریہ قرار دے دیا گیا ہے اگر اولاد محنت اور کوشش کر کے نیکی پر ڈال دے تو وہ نیک اعمال کرے گی تو ان کا ثواب بھی ماں باپ کو ملے گا اور اولاد کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔ اولاد کے علاوہ جو بھی کوئی شخص کسی کے لئے دعاء کرے گا اس کا نفع پہنچے گا لیکن اولاد کا خصوصی ذکر اس لئے فرمایا کہ اولاد کو اس قابل بنانے میں ماں باپ کی محنت اور کوشش کو دخل ہے اس لئے اولاد کی دعا انہی کے اعمال میں شمار کی گئی۔

ماں باپ کے لئے دعا اور استغفار کرنے کی وجہ سے نافرمان اولاد کو فرمانبردار لکھ دیا جاتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ (ایسا بھی ہوتا ہے کہ) بندے کے ماں باپ فوت پا جاتے ہیں، یا دونوں میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے اس حال میں کہ یہ شخص ان کی زندگی میں ان کی نافرمانی کرتا رہا، اب موت کے بعد ان کے لئے استغفار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ جل شانہٗ اس کو ماں باپ

کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں میں لکھ دیتے ہیں۔ (حقوق الوالدین) (مشکوٰۃ المصابیح)

ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت کرنے سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ اللہ جل شانہٗ جنت میں نیک بندے کا درجہ بلند فرمادیتے ہیں، وہ عرض کرتا ہے کہ اے رب! یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا ہے؟ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہوتا ہے کہ تیری اولاد نے جو تیرے لئے مغفرت کی دعا کی ہے یہ اس کی وجہ سے ہے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے لئے دعا کرنا بہت بڑا حسن سلوک ہے، اور یہ حسن سلوک ایسا ہے کہ جو موت کے بعد بھی جاری رکھا جاسکتا ہے، کم از کم ہر فرض نماز کے بعد ماں باپ کے لئے دعا کردیا کرے، اس میں خرچ بھی نہیں ہوتا، اور ان کو بہت فائدہ پہنچ جاتا ہے۔

مرحوم والدین کے لئے صدقہ کرنا:

صدقے سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرنا ہے، صدقہ، صدق سے بنا ہے جس کا مطلب سچائی ہے۔ چونکہ اللہ کی راہ میں دینا سچے مؤمن کی علامت ہے اس لئے اسے صدقہ کہا جاتا ہے۔ مطلقاً صدقے سے مراد خیرات ہے مرحوم والدین کو ثواب پہنچانے کا ایک ذریعہ صدقہ ہے۔ یعنی اللہ کی راہ میں اس نیت سے مال خرچ کیا جائے کہ اس کا ثواب مرحوم والدین کو ملے۔ ایسا صدقہ جس کے خرچ کرنے سے لوگ مسلسل فائدہ اٹھاتے رہیں صدقۂ جاریہ کہلاتا ہے۔ حضور ﷺ نے مرنے والوں کی طرف سے صدقۂ جاریہ کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دی ہے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ کی چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ کا ناگہانی طور پر انتقال ہوا اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو صدقے کی بات کہتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو اجر ملے گا؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہاں۔ (بحوالہ بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی نفلی صدقہ کرے تو وہ اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس شخص کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (بحوالہ طبرانی)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، ام سعد یعنی میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے ان کے لئے کون سا صدقہ بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، پانی، چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھودا اور کہا یہ ام سعد رضی اللہ عنہا کے لئے صدقہ ہے۔ (بحوالہ ابوداؤد ونسائی)

اس حدیث میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہیں، میں کون سا کام کروں جو ان کے لئے نفع بخش ہے؟ تو اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لئے پانی کا صدقہ بہتر ہے۔ چونکہ پانی اللہ تعالیٰ کی ان بڑی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ جس کے بغیر انسانی زندگی کی بقا ممکن نہیں۔ پھر مخلوق خدا کے لئے اس کی ضروریات اتنی وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ قدم قدم پر انسانی زندگی اس کے وجود اور اس کی فراہمی کی محتاج ہوتی ہے۔

فوت شدہ والدین کی طرف سے حج:

حج اسلام کا پانچواں اہم رکن ہے یہ اسلام کی ایک ایسی عبادت ہے جو جان اور مال کے ذریعے سرانجام دی جاتی ہے جس شخص کو زندگی میں حج کا موقعہ ملے وہ سمجھے کہ وہ بڑا خوش قسمت ہے۔ اگر کسی کے ماں باپ کسی وجہ سے اپنی زندگی میں حج نہ کرسکیں تو ان کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے اور یہ نیت کی جائے کہ اس حج کا ثواب ماں باپ کو ملے، تو اس کا ثواب والدین کو قبر میں ملے گا اور انہیں قبر میں راحت حاصل ہوگی مگر اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جس شخص پر حج فرض ہوا ہوا سے پہلے اپنا فریضہ ادا کرنا چاہئے اس کے بعد ماں باپ کے ایصال ثواب کے لئے حج کرنا چاہئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ خشعم کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! رب

تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فریضۂ حج میرے والد پر لازم ہوگیا ہے لیکن وہ اتنے بوڑھے ہیں کہ وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

مرحوم والدین کے ساتھ حسن سلوک کے طریقے:

۱)...... ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک میں سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

۲)...... جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے روز قیامت نیکوں کے ساتھ اٹھے۔ (بحوالہ طبرانی و دارقطنی)

۳)...... جو اپنی ماں یا باپ کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے حج ادا ہوجائے اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔ (بحوالہ دارقطنی)

۴)...... ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین میں سے کسی کی طرف سے حج کرے تو ان کے لئے ایک حج کا ثواب ہوتا ہے اور حج کرنے والے کے لئے نو حجوں کا ثواب ہوتا ہے۔ (بحوالہ فضائل صدقات)

۵)...... جو اپنے والدین کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو جس میں اصلاً کوئی کمی نہ ہو۔ (بحوالہ بیہقی)

۶)...... ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں اپنے والدین کی خدمت ان کی زندگی میں تو کرتا ہوں ان کے مرنے کے بعد کیسے کروں؟ فرمایا: یہ بھی ان کی خدمت ہی ہے کہ ان کے مرنے کے بعد تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے بھی روزے رکھے۔ (بحوالہ دارقطنی)

۷)...... حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب آدمی ماں باپ کے لئے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہوجاتا ہے۔ (اسلام میں والدین کا مقام بحوالہ الطبرانی)

۸)...... حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کچھ نفلی خیرات کرے تو چاہئے

کہ اسے اپنے والدین کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب ان کو ملے گا اور اس کے اپنے ثواب میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔ (بحوالہ دارقطنی)

۹)...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے والدین دونوں یا ایک کی قبر پر جمعہ کے روز زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے گا۔ (اسلام میں والدین کا مقام)

اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ چلو زندگی میں جتنی چاہئے ماں باپ کی نافرمانی کر لو ان کے مرنے کے بعد قبر کی زیارت کر کے نہ صرف ماں باپ کی نافرمانی کا گناہ بلکہ دیگر سب گناہ بھی بخشوا لیں گے۔ نہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنی زندگی کا کیا پتہ؟ شاید ماں باپ سے پہلے ہی ختم ہوجائے اور اسے ماں باپ کی قبروں پر جانے کا موقع ہی نہ ملے۔ دوسرے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے (انما الاعمال بالنیات. الحدیث) اور رب علیم دلوں کے خفیہ ارادوں تک سے بھی واقف ہے (واللہ علیم بذات الصدور. القرآن) اگر یہی نیت ہوئی تو قبر کی زیارت بھی سودمند ہونے میں شک کا احتمال ہے۔

۱۰)...... جو شخص والدین کی زندگی میں فرماں بردار تھا لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کو برا بھلا کہتا ہے، ان کا قرض بھی ادا نہیں کرتا اور ان کے لئے استغفار بھی نہیں کرتا وہ نافرمان شمار ہوجاتا ہے۔ (بحوالہ درمنثور)

اس سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد والدین کو برا بھلا نہیں کہنا چاہئے، اگر کوئی قرض چھوڑ جائیں وہ ادا کرنا چاہئے اور ان کے لئے استغفار کرتے رہنا چاہئے۔

۱۱)...... اپنے ماں باپ، خاوند، بیوی، بہن، بھائی، اولاد اور دوسرے رشتہ دار خصوصاً وہ لوگ جن کے مرنے کے بعد ان کا کوئی مال اپنے پاس پہنچا ہو، یا ان کے خصوصی احسانات اپنے اوپر ہوں جیسے اساتذہ اور مشائخ، ان کے لئے ایصال ثواب کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔

۱۲)...... بہترین بھلائی باپ کے بعد اس کے ملنے والوں سے حسن سلوک ہے۔ (فضائل رمضان بحوالہ مسلم شریف)

۱۳)...... جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اس کے ساتھ حسن سلوک کرے وہ باپ کے

بعد اس کے عزیزوں اور دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے۔ (رواہ ابویعلی وابن حبان عن ابن عمرؓ)

۱۴)......اپنے باپ کی دوستی پر نگاہ رکھ کر اسے قطع نہ کرنا کہ اللہ تیرا نور بجھا دے گا۔

(رواہ البخاری فی الادب المفرد)

۱۵)......احادیث اس معاملے میں بالکل صاف ہیں کہ باپ کی اجازت یا وصیت ہو یا نہ ہو بیٹا اس کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کسی فریضے کی نیابتہً ادائیگی صرف ان لوگوں کے حق میں مفید ہو سکتی ہے جو خود ادائے فرض کے خواہشمند ہوں اور معذوری کی وجہ سے قاصر رہ گئے ہوں۔ (معذوری میں مالی استطاعت بھی شامل ہے) لیکن اگر کوئی شخص استطاعت کے باوجود قصداً حج سے مجتنب رہا اور اس کے دل میں اس فرض کا احساس تک نہ تھا اس کے لئے خواہ کتنے ہی حج بدل کیے جائیں وہ اس کے حق میں مفید نہیں ہو سکتے۔

مرحوم والدین کی خدمت:

والدین اپنی زندگی میں اپنی اولاد اور عزیز و اقارب کی اتنی خدمت کر جاتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کا حق بنتا ہے کہ اولاد ان کے لئے وہ اعمال کرے جس سے انہیں قبر میں راحت حاصل ہو۔ اولاد کا والدین کے لئے اس طرح کرنا خدمت کے مترادف ہوگا کیونکہ ماں باپ اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت کے لئے بڑی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں، بڑی محنت سے کما کر ان کی گزر اوقات کا بندوبست کرتے ہیں۔ ان کو پروان چڑھا کر ان کی شادیاں کرتے ہیں۔

غرضیکہ زندگی بھر ان کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں تو اس کے بدلے میں اگر اولاد عمر بھی ان کی خدمت کرے تب بھی ان کی خدمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مومن زندگی بھر ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے لیکن جب ماں باپ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو وہ یہی سوچتا ہے کہ ہائے میں کچھ نہ کر سکا اور چاہتا ہے کہ ایسی صورتیں پیدا ہوتیں کہ میں ان کی وفات کے بعد ان کی روح کو خوش کر سکتا، اور اپنے جذبات کی تسکین کا سامان کر سکتا۔ یہی مومنانہ جذبات سوال کی شکل میں نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک

شخص نے پیش کیے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ سلوک کر سکتے ہو اور سلوک کی چار صورتیں بیان فرمائیں۔

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا ماں باپ کے ساتھ سلوک و نیکی کرنے کو میرے لئے کچھ باقی ہے کہ ان کے مرنے کے بعد اس کو کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں ان کے لئے دعا کرنا، استغفار کرنا اور ان کی وصیت پورا کرنا اور ان کے رشتہ داروں سے سلوک کرنا کہ وہ ان ہی کے سبب سے ہیں اور ماں باپ کے دوستوں کی عزت کرنا۔ (بحوالہ ابن ماجہ)

ان مذکورہ بالا صورتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مرحوم ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت:

انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ انسان کو مغفرت حاصل ہو اور اللہ ہمارے تمام گناہ بخش دے۔ مغفرت طلب کرنے کا نام استغفار ہے۔

اللہ سے مغفرت طلب کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اپنے لئے مغفرت طلب کی جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرے زندہ مومن بھائیوں کے لئے اللہ سے مغفرت مانگی جائے اور تیسری صورت یہ ہے کہ جو مسلمان بھائی دنیا سے تشریف لے گئے ہیں خواہ وہ اپنے اعزہ و اقارب ہوں یا دوسرے ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کے بارے میں ارشادِ باری ہے:

اور وہ جو ان کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (سورۂ حشر)

"اے ہمارے رب! مجھے اور میرے والدین اور مومنین کو بخش دینا جس دن حساب کیا جائے گا۔" (سورۂ ابراہیم)

اپنے علاوہ دوسرے مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے بخشش اور معافی طلب کرنے

کے بارے میں نبی اکرم ا کا فرمان یہ ہے:

حضرت عبادہ بن صامت نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا کہ جو شخص مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے استغفار کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مومن اور مومنہ (کے استغفار) کے عوض ایک نیکی لکھ دے گا۔ (بحوالہ طبرانی)

جب والدین اس دنیا سے کوچ کر گئے ہوں تو ان کے لئے اللہ کے حضور دعائے مغفرت کی جائے جس سے ان کے سامانِ بخشش میں اضافہ ہوتا ہے اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا فرمان یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قبر میں مردہ کی حالت ڈوبتے ہوئے فریاد کرنے والے کی ہوتی ہے وہ دعاؤں کا انتظار کرتا ہے خواہ وہ ماں باپ کی طرف سے ہو یا بھائی اور دوست کی طرف سے اور جب یہ دعا اس مردہ کو پہنچتی ہے تو وہ اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اور بیشک ربِ کریم دنیا والوں کی دعائیں مردوں کو پہاڑوں کی طرح کر کے پہنچاتا ہے اور زندوں کا اپنے مردوں کی طرف تحفہ ان کے لئے مغفرت کی طلب ہوتی ہے۔ (بحوالہ بیہقی)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مردوں کے لئے دعائے استغفار کرنی چاہئے کیونکہ استغفار سے انہیں عالمِ قبر میں راحت ملتی ہے اگر کسی مردہ کو عذاب ہو رہا ہو تو اس میں تخفیف ہو جاتی ہے اور جو نیک ہوتے ہیں ان کے مراتب میں اضافہ ہوتا ہے۔

ایسے ہی ایک اور حدیث میں مرحوم ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت کی تاکید کی گئی ہے لہٰذا اگر کسی کے والدین اس دنیا سے فوت ہو گئے ہوں تو ان کی اولاد اگر ان کے لئے دعائے مغفرت کرے تو انہیں قبر میں بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بیشک بندے کے والدین فوت ہو جاتے ہیں یا ان میں سے ایک، اور وہ ان کا نافرمان تھا۔ لیکن ہمیشہ ان دونوں کے لئے دعا اور استغفار کرتا رہتا ہے تو آخر کار اللہ تعالیٰ اسے نیک لوگوں میں لکھ لیتا ہے۔ (بحوالہ بیہقی)

اس لئے نیک اولاد ماں باپ کے لئے باعث رحمت ہے اسی طرح دوستوں یا دیگر رشتہ داروں کی دعائے مغفرت سے میت کو ثواب پہنچتا ہے اور یقیناً یہ مردوں کے لئے ایک نہایت ہی قیمتی تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو تمام مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کرنی چاہئے۔ یہ یاد رہے کہ بدنی عمل مثلاً فرض نماز اور روزہ خود اپنے ہی ادا کرنے سے ادا ہوتا ہے لیکن ثواب مرنے کے بعد بھی میت کو پہنچتا رہتا ہے، لہٰذا صدقہ وخیرات یا محض دعا و استغفار کے ذریعہ میت کے لئے دعائے مغفرت کرنی چاہئے۔

دعائے مغفرت کا فوت شدہ حضرات کو ایک فائدہ یہ بھی پہنچتا ہے کہ نیک بندوں کے لئے دعائے مغفرت درجات کی بلندی میں اضافہ کرتی ہے اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا فرمان یہ ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندہ کا درجہ بلند فرما دیتا ہے، وہ عرض کرتا ہے کہ اے رب! یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ تیری اولاد نے جو تیرے لئے مغفرت کی دعا کی یہ اس کی وجہ سے ہے۔ (بحوالہ مسندِ احمد)

یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ایک قنطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے اور ہر اوقیہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کا درجہ جنت میں بلند کر دیا جاتا ہے وہ اسے دیکھ کر کہتا ہے یہ درجہ کس طرح بلند کر دیا گیا؟ ارشاد ہوتا ہے تیری اولاد کی دعائے مغفرت کی وجہ سے۔ (بحوالہ ابن ماجہ)

والدہ کے لئے طلبِ مغفرت:

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک شب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی، اے اللہ! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اور میری (یعنی محمد بن سیرین کی) والدہ کی اور جو ان کے لئے طلب مغفرت کرے ان سب کی مغفرت فرما دے۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا میں داخل ہو جائیں۔

نمازوں کے بعد اور دوسرے موقعوں پر پروردگار سے رو رو کر دعا کیجئے کہ خدایا میرے ماں باپ کی مغفرت فرما، ان کے گناہوں کو ڈھانپ لے اور انہیں وہ کچھ دے جو تو اپنے نیک بندوں اور بندیوں کو دیتا ہے۔ خدایا جب ہم ان کی مدد، شفقت اور پرورش کے محتاج تھے تو انہوں نے اپنا سب کچھ ہم پر قربان کردیا۔ اپنا دن کا عیش اور رات کا آرام ہمارے لئے ختم کردیا۔ پروردگار اب وہ تیرے حضور میں ہیں اور اس سے کہیں زیادہ وہ تیری رحمت اور نظرکرم کے محتاج ہیں جتنے کہ بچپن کی بے بسی میں ہم ان کے محتاج تھے۔ پروردگار تو انہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لے اور اپنی رضا کے گھر جنت میں ان کا ٹھکانہ بنادے۔ ہونا تو یہی چاہئے کہ آپ زندگی بھر ماں باپ کی اطاعت کرتے رہیں، ان کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہیں اور انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرتے رہیں لیکن آپ کی تمام کوششوں کے باوجود اگر وہ آپ سے راضی نہ رہ سکیں اور ناخوش ہی دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں تو اب بھی اللہ کی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور اس کی تلافی ہوسکتی ہے وہ اس طرح کہ آپ ان کے لئے برابر دعائے مغفرت کرتے رہیں۔ اس دعا و استغفار کے نتیجے میں توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی غلطی سے درگزر فرمائے اور آپ کو اپنے نیک بندوں میں شمار فرمالے۔ خدا کے فضل وکرم سے مومن کو کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے نماز اور روزہ:

احادیث میں یہ بھی ملتا ہے کہ فوت شدہ والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے نفل نماز پڑھی جائے اور نفلی روزہ رکھا جائے۔

امام دارقطنی نے نقل کیا ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے والدین کے ساتھ زندگی میں نیک سلوک کرتا تھا اب وہ فوت ہوگئے ہیں، اب ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی کوئی صورت ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ فوت ہونے کے بعد یہ بھی نیک سلوک ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزہ رکھے۔ (بحوالہ دارقطنی)

حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے

کوئی جب نفل نماز کو کسی دوسرے کے ثواب کی خاطر منسوب کرے تو اسے چاہئے کہ اپنے والدین کی طرف کرے اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(بحوالہ طبرانی)

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو مغرب اور عشاء کے درمیان شبِ جمعہ کو دو رکعتیں پڑھے اس طرح کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے۔ نماز پڑھنے کے بعد پندرہ دفعہ استغفار کرے اور پندرہ مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجے اور ان سب کا ثواب اپنے والدین کو بخشے تو اس نے ان دونوں کا حق ادا کردیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان دونوں کا ثواب کسی کو معلوم نہیں ہے۔

(بحوالہ نزہۃ المجالس)

فوت شدہ والدین کی طرف سے حج:

جس شخص کو زندگی میں حج کا موقع ملے وہ سمجھے کہ وہ بڑا خوش قسمت ہے۔ اگر کسی کے ماں باپ کسی وجہ سے اپنی زندگی میں حج نہ کرسکیں تو ان کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے اور یہ نیت کی جائے کہ اس حج کا ثواب ماں باپ کو ملے۔ تو اس کا ثواب والدین کو قبر میں ملے گا۔ اور انہیں قبر میں راحت حاصل ہوگی مگر اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جس شخص پر حج فرض ہو اسے پہلے اپنا فریضہ ادا کرنا چاہئے اس کے بعد ماں باپ کے ایصال کے لئے حج کرنا چاہئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو باپ یا ماں کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے ادا ہوجائے گا اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ حاصل ہوگا۔ (بحوالہ سنن دارقطنی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ ایک شخص نے آکر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی لیکن اس کا انتقال ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ اس نے کہا ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا اب اللہ کے قرض کو ادا کرو اس کو ادا کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے

پاس حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی لیکن وہ حج کرنے سے پہلے مرگئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں! اس کی طرف سے حج کر۔ بھلا بتا تو سہی اگر تیری ماں پر کچھ قرض ہوتا تو ادا کرتی؟ اس نے عرض کیا بے شک ادا کرتی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کا بھی قرض ادا کرو۔ اس کا قرض ادا کرنا تو اور ضروری ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی وہ ادا نہ کرسکیں اور ان کا انتقال ہوگیا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔ ذرا سوچو، اگر تیری والدہ پر قرض ہوتا تو تم ادا کرتیں یا نہیں؟ یوں ہی خدا کا قرض ادا کرو۔ کیونکہ وہ وفا کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب آدمی والدین کی طرف سے حج کرتا ہے تو وہ اس شخص اور والدین کی طرف سے قبول ہوتا ہے۔ والدین کی ارواح آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور وہ اللہ کے ہاں نیک لکھا جاتا ہے۔
(بحوالہ دارقطنی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص اپنے دو بیٹوں کے درمیان ان پر ٹیک لگا کر چل رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اس کو کیا ہوا؟ اس کے بیٹوں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! اس نے (پیدل چلنے کی) نذر مانی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے شیخ! سوار ہو، اللہ تعالیٰ تجھ سے اور تیری نذر سے بے نیاز ہے۔
(بحوالہ مسلم شریف)

مرحوم والدین کے لئے صدقہ کرنا:

صدقہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرنا ہے۔ صدقہ، صدق سے بنا ہے جس کا مطلب سچائی ہے، چونکہ اللہ کی راہ میں دینا سچے مومن کی علامت ہے اس لئے اسے صدقہ کہا جاتا ہے۔ مطلقاً صدقہ سے مراد خیرات ہے۔ مرحوم والدین کو ثواب پہنچانے کا

ایک ذریعہ صدقہ ہے۔ یعنی اللہ کی راہ میں اس نیت سے مال خرچ کیا جائے کہ اس کا ثواب مرحوم والدین کو ملے۔ ایسا صدقہ جس کے خرچ کرنے سے لوگ مسلسل فائدہ اٹھاتے رہیں صدقہ جاریہ کہلاتا ہے۔ حضور ﷺ نے مرنے والوں کی طرف سے صدقہ جاریہ کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دی ہے۔ اسی کے متعلق حضور ﷺ کی چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ کا ناگہانی طور پر انتقال ہوا اور میرا خیال یہ ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو صدقہ کی بات کہتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو اجر ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (بحوالہ بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی نفلی صدقہ کرے تو وہ اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس شخص کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (بحوالہ طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کے مرنے کے بعد اس کے عمل منقطع ہوجاتے ہیں، مگر صدقہ جاریہ اور ایسا علم جس سے دوسرے مستفیض ہوں یا نیک اولاد جو ان (والدین) کے لئے دعائیں کرتی ہو۔
(بحوالہ مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان والدین کی طرف سے صدقہ کرتا ہے تو اس کے والدین کو اس کا اجر ملتا ہے اور ان کے اجر میں کمی کیے بغیر اس آدمی کو بھی ان کے برابر اجر ملتا ہے۔
(بحوالہ احیاء العلوم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! میری والدہ وفات پاچکی ہیں اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی۔ اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو اس سے ان کو کوئی فائدہ پہنچے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا، ہاں ہاں! کیوں نہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، اُمِ سعد یعنی میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے (ان کے لئے) کون سا صدقہ بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، پانی۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھودا اور کہا یہ ام سعد رضی اللہ عنہا کے لئے صدقہ ہے۔ (بحوالہ ابوداؤد، نسائی)

اس حدیث میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہیں، میں کون سا کام کروں جو اُن کے لئے نفع بخش ہو؟ تو اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لئے پانی کا صدقہ بہتر ہے۔ چونکہ پانی اللہ تعالیٰ کی ان بڑی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے جن کے بغیر انسانی زندگی کی بقا ممکن نہیں۔ پھر مخلوقِ خدا کے لئے اس کی ضرورت اتنی وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ قدم قدم پر انسانی زندگی اس کے وجود اور اس کی فراہمی کی محتاج ہوتی ہے۔

خاص طور پر ان شہروں اور علاقوں میں پانی کی اہمیت کہیں زیادہ محسوس ہوتی ہے جو گرم ہوتے ہیں۔ جہاں پانی کی فراہمی آسانی سے نہیں ہوتی اس لئے آنحضرت ﷺ نے پانی کو بہتر صدقہ ارشاد فرما کر اس طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ پانی کے حصول کا ہر ذریعہ خواہ کنواں ہو یا ٹیوب ویل بہترین صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک وہ ذریعہ موجود رہتا ہے اس کو قائم کرنے والا خدا تعالیٰ کی رحمتوں سے نوازا جاتا ہے۔ مرحوم والدہ کے ایصال ثواب کے لئے باغ وقف کرنے کے بارے میں حضور ﷺ کا ایک اور فرمان مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عکرمہ نے کہا کہ ہم کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بنی ساعدہ کے بھائی کی والدہ فوت ہوگئی اور وہ اس وقت غائب تھے۔ تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ فوت ہوگئی ہے حالانکہ میں اس وقت غائب تھا۔ کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو نفع دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف اس کی طرف سے صدقہ ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف)



ذمہ داری نمبر......۱۵

﴿والدین کی قدر کیجئے﴾

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد آپ کی عزت وعظمت کرے، آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھے اور آپ کی فرماں برداری کرے، اللہ تعالیٰ آپ کے بچوں کے دل میں آپ کی عزت وعظمت بٹھادے، اور آپ کو آخرت کی کامیابی کے علاوہ بے شمار دنیوی فوائد بھی حاصل ہوں، تو آپ کو چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔ مشہور محاورہ ہے:

''آدمی جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔''

گندم بو کر جو کی تمنا رکھنا اور باجرہ بو کر چاول حاصل کرنے کی توقع بے وقوفی ہے۔

آج ہم اپنے والدین کے ساتھ جیسا برتاؤ کریں گے، کل اپنی اولاد سے ویسا ہی صلہ پائیں گے۔

اس لئے ہم اپنی اصلاح اور اعمال کی فکر کریں، کیونکہ اگر ہم نیک ہوں گے تو والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ہوں گے اور یہ ان کے لئے ایک بڑی نعمت ثابت ہوگی۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

نعم الالٰه علی العباد کثیرة   واجلهن نجابة الابناء

ترجمہ: ''بندوں پر اللہ کی نعمتیں بہت ہیں اور سب سے بڑی نعمت اولاد کا نیک ہونا ہے۔'' (بحوالہ برالوالدین)

لہٰذا والدین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیجئے یہ ان کا حق ہے اور ان کی قربانیوں اور محبتوں کا تقاضہ بھی کہ وہ تو ہر آن ہر گھڑی اپنا سب کچھ آپ پر لٹانے کے لئے تیار رہتے ہیں یہاں تک کہ آپ کی خاطر اپنی جان کو بھی نچھاور کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ چنانچہ ابراہیم بن داحہ رحمۃ اللہ علیہ کے خط کا جواب اسی بات کی گواہی دیتا ہے۔

ترجمہ: ''ابراہیم بن داحہ نے اپنے والدین میں سے کسی کی طرف خط بھیجا اور اس میں لکھا:

''جعلنی اللہ فداک''

"اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔"

والد صاحب نے جواب میں کہا: اس طرح مت کہو کیونکہ میرے مرنے سے جو تمہیں غم ہوگا وہ کچھ دنوں کے بعد زائل ہو جائے گا، لیکن تمہاری موت سے جو مجھے غم ہوگا اس کا زخم کبھی نہیں بھر سکتا۔"

(بحوالہ برالوالدین)

والدین کا اَن ٹوٹ رشتہ بذاتِ خود بہت بڑی نعمت ہے اس پر مزید ان کی محبتیں اور چاہتیں یہ سب آپ سے مطالبہ کرتی ہیں کہ آپ ان کی ایسی قدر کریں جیسی کہ کرنے کا حق ہے۔ آپ کی خوشی ان کی خوشی اور آپ کا غم ان کا غم ہوتا ہے، آپ ان کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں آپ کے بغیر ان کی زندگی ویران ہو جاتی ہے اور ایسی خزاں آ جاتی ہے جس کے بعد بہار کی امید نہیں ہوتی، یہاں تک کہ آپ ان کے لئے ہر چیز، ہر رشتے سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن بکرہ سے کسی نے پوچھا:

"ماتقول فی موت الوالد؟

قال: ملک حادث.

قال: فموت الولد؟

قال: صدع فی الفواد لایجبر."

ترجمہ: "آپ والد کی موت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

فرمایا: کسی نئے کو مالک بنانا۔

پھر بیٹے کی موت کے بارے میں پوچھا؟

تو فرمایا: یہ ایسا دردِ دل ہے جس سے شفا ملنا مشکل ہے، ایسا دل کا زخم ہے جس کا مندمل ہونا مشکل ہے۔"

والدین کی نعمت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے ان کی قدر جانیئے کہ وہ آپ کے لئے بہت سی مشکلوں، مصیبتوں اور دشمنوں سے بچاؤ کا سبب ہیں، وہ آپ کے لئے سایہ دار درخت کی مانند ہیں، کس خوبصورتی کے ساتھ عربی زبان میں شیخ نے والدین کے وجود کو ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

"وہ بچاتے ہیں تمہیں تمہارے دشمنوں سے اور تم سے روزمرہ کی آفات کو دور کرتے ہیں اور جب وہ اس دنیا سے چلے جاتے ہیں تو تمہاری اجتماعیت ختم ہو جاتی ہے اور لوگ تمہیں کمزور سمجھنے لگتے ہیں اور بغیر چرواہے کی بکریوں جیسے ہو جاتے ہو جن پر بھیڑیا حملہ کر دے۔"

(بحوالہ برالوالدین)

چند اشعار کا مفہوم ملاحظہ فرمائیے۔

کسی زبان میں اس کی ترجمانی مشکل معلوم ہوتی ہے، عربی زبان سے واقفیت رکھنے والا ہی اس کی حلاوت محسوس کر سکتا ہے کسی والد نے ان شعروں میں اپنے قلب وجگر کا لہو پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ۱۔ اگر بیٹے کو معلوم ہوتا کہ اس کے والدین نے اس کی جدائی کے بعد کون سا کڑوا گھونٹ پینا ہے۔

۲۔ ماں اس کے غم کی خاطر سرگرداں اور پریشان گھومتی ہے اور باپ اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کے سمندر بہاتا ہے۔

۳۔ وہ دونوں اس کی زندگی کے لئے موت کا گھونٹ پیتے ہیں جس چیز کو وہ اس کے شوق میں چھپاتے ہیں وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

۴۔ تو وہ اپنی ماں جس کے بطن سے وہ پیدا ہوا اس کے لئے روتا جو باپ اس کی مشکلوں کے حل کے لئے سرگرداں رہتا تھا اس کے لئے روتا۔

۵۔ اور اپنے نازیبا اخلاق رحم وشفقت سے بدل دیتا اور اپنے شیریں اخلاق سے ان کو بدلہ دیتا۔

(بحوالہ برالوالدین)

لمحہ فکریہ:

اے احسان فراموش بیٹے! تو اپنی ماں کے ساتھ یہ برتاؤ کرتا ہے، جس نے تجھے جنم دیا، جس نے تیری پرورش کی اور جس نے تیرا سایہ بن کر زندگی گزاری۔ آج وہ تجھ سے بات کرنے کو ترستی ہے اور تو کہتا ہے کہ میرے پاس فرصت نہیں۔

افسوس ہے تیری زندگی پر کہ تو اپنی ماں کے لئے دل میں اتنی محبت بھی نہیں رکھتا۔

ارے! ماں تو وہ ماں ہے جو تجھے اپنے ہاتھ سے جوتا پہناتی تھی، آج تو اس کے لئے جوتے سیدھے نہیں کرسکتا۔ ارے! بچپن میں وہ تجھے پہلے کھلاتی تھی بعد میں خود کھاتی تھی، پہلے تجھے پلاتی تھی اور بعد میں خود پیتی تھی، پہلے تجھے سلاتی تھی بعد میں خود سوتی تھی۔ کیا اس کی وفاؤں کا آج یہی صلہ ہے کہ تمہیں اپنی جوانی کا نشہ اپنی ماں کے کمرے میں پانچ منٹ کے لئے بھی نہیں آنے دیتا؟

ماں بیس سال تک بچے کی تربیت کرتی ہے، ہر قسم کی خوشی وغمی میں اس کا ساتھ دیتی ہے۔

جب اس بچے کی شادی کروادیتی ہے تو نئی دلہن جس کو آئے ہوئے بیس ہی دن ہوئے ہیں اس کی محبت میں حدودِ شرعیہ سے تجاوز کرکے بیس سال کی ماں کو بھول جاتا ہے۔

الا من عصمه الله (مگر یہ کہ جس کی اللہ حفاظت کرے)۔ لہٰذا ہمیں اپنی ماں کے بے شمار احسانات اور اس کی عظیم قربانیوں کو یاد رکھنا چاہئے اور ماں کے ساتھ ایسے طریقے سے پیش آنا چاہئے جس سے اس کو راحت پہنچے۔

حضرت ہشام بن حسان سے روایت ہے کہ میں نے حسن سے کہا:

''میں قرآن مجید سیکھتا ہوں اور میری والدہ رات کھانے پر میرا انتظار کرتی ہیں۔''

تو حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اپنی والدہ کے ساتھ رات کھانا کھایا کرو کہ اس کی وجہ سے اس کو راحت ملے گی۔ یہ عمل میرے نزدیک تمہارے نفلی حج سے زیادہ محبوب ہے۔''

(بحوالہ برالوالدین لابن الجوزی)

واقعی ماں کی قربانیوں اور محبتوں کا مقتضیٰ یہی ہے بلکہ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جو قدم جنت کو سموئے ہوئے ہیں ان پر نچھاور ہو جانا چاہئے۔

''اولاد کے لئے انصاف کی بات یہی ہے کہ وہ اپنی ماؤں کے پاؤں کو زمین پر نہ لگنے دیں، اور ان کے پاؤں کو اپنے آنسوؤں کے ذریعے دھوئیں۔''

لیکن کیا ہم ماں کی قدر کرتے ہیں؟ کیا اس کو اس کا حق دیتے ہیں؟ یہ سوالات ہماری طرف متوجہ ہیں۔

''اگر آپ کی والدہ بیمار ہو جائیں تو کیا آپ دو راتیں مسلسل بغیر سوئے ان کے سرہانے گزار سکتے ہیں؟

اور اگر وہ اسی طرح کرلے تو کیا تم اسی طرح خوشی سے اٹھ کھڑے ہوگے جیسے وہ اٹھا کرتی تھیں؟

اور اگر ان کے کپڑے نجاست آلود ہو جائیں تو کیا تم ان کے کپڑے اسی طرح صاف کروگے جس طرح وہ تمہارے کپڑے دن رات صاف کیا کرتی تھیں؟

اور اگر تمہاری شادی ہو جائے، اور بیوی تمہیں اپنے لئے کوئی کھانے کی چیز لانے کا کہے تو کیا تم اپنی ماں کے لئے بھی وہی چیز لاؤ گے یا وہ چیز براہِ راست اپنے کمرے میں لے جاؤ گے، اس طرح کہ کوئی تمہیں نہ دیکھ پائے؟

اور اگر کسی دن تمہاری ماں کا تمہاری بیوی سے جھگڑا ہو جائے اور غلطی تمہاری ماں کی ہو تو اس وقت تم درگذر سے کام لوگے یا اپنی ماں پر غصہ کا اظہار کروگے؟'' (بحوالہ برالوالدین)

محسن کی قدر کرنی چاہئے:

بچے پر والد کا یہ حق ہے کہ بیٹا باپ سے محبت کرے، اس کا احترام کرے، اس کی فرمانبرداری کرے، تعظیم وتکریم کرے اور اس کے ساتھ ادب سے پیش آئے، اس کے لئے دعا کرے اور حسبِ طاقت اس پر خرچ کرے۔ محبت احترام اور بڑائی کا خیال رکھنا ہر ایک مسلمان کا دوسرے پر فریضہ ہے۔ چنانچہ ہر چھوٹے کو بڑے کا اور مامور ومحکوم کو امیر وحاکم کا اور بیٹے کو باپ کا احترام وادب اور اکرام کرنا چاہئے۔

چونکہ انسان میں یہ بات فطری طور سے رکھ دی گئی ہے کہ وہ محسن سے محبت کرتا ہے تو پھر یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے بعد انسان پر والدین سے بڑھ کر کسی اور کا احسان نہیں ہے۔ شاعر کہتا ہے:

وقيدت نفسي في هواك محبة

ومن وجد الاحسان قيدا تقيدا

ترجمہ: ''اور میں نے آپ کی محبت میں اپنے آپ کو گرفتار کردیا ہے اور جو شخص احسان

کو ذریعہ قید سمجھتا ہے وہ تو خوب قید ہی ہوتا ہے۔"

بچہ سب سے پہلے اپنی ماں سے محبت کا اظہار کرتا ہے، وہ اگر ذرا سی دیر نظروں سے دور ہو جائے تو اس کو آواز دیتا ہے اور اگر وہ اس سے اعراض کرے تو اس سے سرگوشی کرنے لگتا ہے اور اگر بچے کو کوئی تکلیف یا مصیبت پہنچے تو اسے پکارتا ہے اسی سے فریاد کرتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ ساری خیر و بھلائی ماں کے ہاتھ میں ہے اور وہ برائی سے اس وقت تک بچ سکتا ہے جب تک اس کی ماں کے دل میں اس کی محبت ہے۔

ماں کی محبت کے بعد بچے کو پھر اپنے اس باپ سے محبت ہوتی ہے۔ جسے دیکھ کر وہ ہشاش بشاش ہو جاتا ہے اور جب وہ گھر سے جانے لگتا ہے تو بچہ اس سے چمٹ جاتا ہے۔ اور جب وہ گھر میں ہوتا ہے تو یہ اس کی گود اور سینے پر چڑھ کر بیٹھ جاتا ہے اور اگر یہ موجود نہ ہو تو بچہ اس کے بارے میں پوچھتا رہتا ہے اور اس کی آمد کا منتظر رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر میرا والد مجھ سے خوش ہے تو مجھے سب کچھ دے دیگا اور اگر وہ مجھ سے ناراض ہو گیا تو وہ مجھے جو چاہے گا سزا دیگا وہ سب کو اپنے والد سے ڈراتا ہے آپ ہی بتلائیے کہ اس سے بڑھ کر محبت اور احترام اور کیا ہوگا۔

لیکن یہی بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو کم قسمتی سے حسنِ سلوک کو بھول جاتا ہے اور والدین کے احسان کو بھلا دیتا ہے اور اپنے بچوں پر اپنی شفقت و محبت اور فرماں روائی سے یہ یاد نہیں کرتا کہ اپنے ماں باپ کے سامنے وہ بھی ایسا ہی تھا۔ شاعر کہتا ہے:

ان للوالدین حقا علینا
بعد حق الالٰہ فی الاحترام

ترجمہ: "احترام و تعظیم کے اعتبار سے اللہ جل شانہٗ کے بعد ہم پر والدین کا حق ہے۔"

اوجدانا وربیانا صغیرا
فاستحقا نہایۃ الاکرام

ترجمہ: "وہ ہمیں عدم سے وجود بخشنے کا ذریعہ بنے اور بچپن میں ہماری پرورش کی، پس زیادہ اکرام کے مستحق بن گئے۔"

(بحوالہ چیدہ چیدہ از والدین کی قدر کیجئے)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے والدین کی صحیح قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین

ذمہ داری نمبر......۱۶

﴿والدین کی تعظیم کیجئے﴾

والد کی تعظیم والدہ کی خدمت:

بزرگوں نے فرمایا کہ اگر کوئی ہدیہ یا تحفہ دینا ہو تو ماں کو زیادہ دینا چاہئے، بزرگوں نے یہ بھی فرمایا کہ دو چیزیں علیحدہ ہیں، ایک ہے "تعظیم" اس میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے۔ "تعظیم" کا مطلب یہ ہے کہ دل میں اس کی عظمت زیادہ ہو، اس کی طرف پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھے، اس کے سرہانے نہ بیٹھے یا جو تعظیم کے آداب ہیں، اس میں باپ کا حق مقدم ہے، لیکن جہاں تک خدمت کا تعلق ہے، اس میں ماں کا حق مقدم ہے، اور باپ کے مقابلے میں تین چوتھائی زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر ماں کے اندر یہ بات رکھی ہے کہ ماں کے ساتھ اولاد کی بے تکلفی زیادہ ہوتی ہے، بہت سی باتیں بیٹا کھل کر باپ سے نہیں کہہ سکتا، لیکن ماں کے سامنے وہ کہہ دیتا ہے تو شریعت نے اس کا بھی لحاظ رکھا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح الباری" میں بزرگوں کا بیان کیا ہوا یہ اصول لکھا ہے کہ "اولاد باپ کی تعظیم زیادہ کرے اور ماں کی خدمت زیادہ کرے۔"

(بحوالہ اصلاحی خطبات جلد ۴)

والدین زیادہ بیمار ہوں تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

والدین بیمار ہوں اور وہ آپ سے اپنی بیماری کا تذکرہ کریں تو ان کو تسلی دینی چاہئے۔ ان کے علاج کی فکر کرنی چاہئے اور ان کے لئے دعا کرنی چاہئے اور انہیں تسلی دینی چاہئے۔

(۱)......تسلی:

آپ اپنے والدین کو یہ تسلی دیجئے کہ انسان کے ساتھ دکھ، سکھ، بیماری، تندرستی وغیرہ کے مختلف حالات پیش آتے رہتے ہیں۔ جس میں اللہ رب العزت کی طرف سے بے شمار

مصلحتیں ہوتی ہیں۔ بیماری سے غلطیوں اور گناہوں کا کفارہ ہوتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی توفیق ہوتی رہتی ہے۔

بعض اوقات آدمی اپنے اعمال سے ان درجات تک نہیں پہنچ سکتا جہاں کسی تکلیف پر صبر کرنے کی وجہ سے پہنچ جاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ بیماری کی حالت میں صبر کو اپنا شعار بنایا جائے۔ اس لئے آپ فکر نہ کریں، پریشان نہ ہوں، ان شاء اللہ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔

ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ نے ایسی حالت پیش آنے کی صورت میں ہمیں وہ اعمال بتائے ہیں جن کو اختیار کرنے سے زحمت بھی رحمت بن جاتی ہے اور سنتوں پر عمل کرنے کا اجر و ثواب الگ ملتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اس کو لمبی عمر کی امید دلاؤ، یہ بات اللہ کے کسی فیصلے کو تو رد نہیں کر سکے گی، لیکن اس سے مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے۔''

(بحوالہ ترمذی شریف)

یعنی مریض سے ایسی بات کی جائے جس سے اس کی فکروں اور غم میں کمی آئے، جیسے یہ کہا جائے: ان شاء اللہ آپ کی بیماری جلد ختم ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ ابھی آپ سے بہت نیک کام لیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہم پر تا دیر رکھے گا۔

بسا اوقات والدین بیماری کی حالت میں اپنی کسی اولاد کی آپ سے شکایت کریں گے، یا اپنی بہو یا اپنے داماد کی شکایت کریں گے، اس وقت بھی آپ کو صبر اور خاموشی کا تعاون حاصل کرنا ہوگا، صرف ایک طرف کی بات سن کر اپنی اہلیہ...... یا اپنے بھائی بہن سے یا بہنوئی سے جھگڑا نہ مول لیجئے گا، بلکہ والدین کو اس وقت معاف کرنے کے فوائد اور فضائل بتلائیے گا۔ کہ ابو چھوٹے بھائی کو معاف کر دیجئے۔ امی بہو کو آپ کی دعا کی ضرورت ہے۔ امی آپ صبر کیجئے صبر کا بدلہ میٹھا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

(۲)......دعا:

آپ اپنے والدین کے لئے دعا بھی کیجئے کیونکہ حدیث میں آپ ﷺ نے بیماروں کی مزاج پرسی اور دعا کا حکم دیا ہے اور والدین تو بدرجۂ اولیٰ دعا کے حق دار ہیں جب والدین کی

عیادت اور مزاج پرسی کرے تو یہ الفاظ کہے:

''لا باس طهور ان شاء الله'' (بحوالہ بخاری شریف)

ترجمہ: ''کوئی گھبرانے کی بات نہیں، ان شاء اللہ یہ بیماری ظاہری اور باطنی آلودگیوں سے پاک کر دینے والی ہے۔''

یا تین مرتبہ یہ دعا مانگ کر دم کر دیں:

بسم الله ارقيك والله يشفيك من كل داء فيك من شر النفثت في العقد ومن شر حاسد اذا حسد. (بحوالہ ابن ماجہ)

ترجمہ: ''میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھ پر دم کرتا ہوں، اور اللہ ہی تجھ کو شفا دے گا ہر اس بیماری سے جو تیرے اندر ہو اور جھاڑ پھونک کرنے والی عورتوں کے شر سے اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب کہ وہ حسد کرنے لگے۔''

یا سات مرتبہ یہ دعا مانگ کر دم کر دیں: **اسال الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيك.** (بحوالہ ابوداؤد شریف)

ترجمہ: ''میں خدائے بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں جو عرش عظیم کا مالک ہے کہ وہ تجھے شفا دے دے۔''

حدیث شریف میں آتا ہے: جس شخص نے بھی کسی ایسے مریض کی عیادت کی جس کی موت نہ آئی ہو اور یہ (مذکورہ بالا) دعا سات مرتبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس مریض کو اس مرض سے ضرور شفا دے دیں گے۔

(۳)......صلوٰۃ الحاجت اور صدقہ:

مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ ہر حال میں وہ اللہ پر بھروسہ کرنے والا اور اس کی طرح رجوع کرنے والا ہو لہٰذا بیماری کے آتے ہی دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کریں۔

یعنی پہلے اللہ سے مانگیں اے اللہ! یہ بیماری آپ ہی کے حکم سے آئی ہے اور آپ ہی

اس بیماری کو دور کرنے والے ہیں، آپ ہی شفا عطا فرما دیجئے۔

دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں عورت عذر کی بنا پر فوری نماز نہیں پڑھ سکتی تو دل کا دھیان مکمل طور پر اللہ تعالیٰ سے باندھ لے اور استغفار کرے۔

جب بھی ڈاکٹر یا حکیم کے پاس جانا ہو تو اس سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ کر جائیں کہ ڈاکٹر یا دوا یہ سب اللہ کے حکم کی محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو اس میں شفا ڈال دیں گے ورنہ وہی دوا بعض اوقات کوئی نیا مرض پیدا ہونے یا موجودہ مرض بڑھنے کا سبب بن جاتی ہے۔

کئی مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی قسم کے دو مریض ایک ہی ڈاکٹر کے پاس گئے ایک ہی دوا دونوں کو ملی۔ ایک کو اس سے فائدہ ہوا دوسرے کو نہیں ہوا۔ اس لئے بچوں کو بھی اسی ایمان، یقین کی تربیت دیجئے کہ بچے بھی جب بیمار ہوں تو دل میں پہلا خیال یہ آئے کہ اللہ سے دعا مانگ کر بیماری دور کروانی ہے۔ مسلمان کے لئے وہ بیماری بہت مبارک ہے جس میں اس کا اللہ کی ذات سے تعلق بڑھے اور اس کا ایمان قوی ہو۔

اور اسی طرح صدقہ کا اہتمام بھی کرے، کیونکہ صدقہ دنیا میں بیماریوں، مصیبتوں اور بلاؤں کے دور ہونے کا اور آخرت میں بلندی درجات اور رحمتِ خداوندی کا ذریعہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقے کے سایہ میں ہوگا جب تک کہ حساب کا فیصلہ نہ ہو۔ یعنی قیامت کے دن جب آفتاب نہایت قریب ہوگا ہر شخص پر اس کے صدقات کی مقدار سے سایہ ہوگا۔ جتنا زیادہ صدقہ دیا ہوگا اتنا ہی زیادہ سایہ ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ صدقہ قبروں کی گرمی دور کرتا ہے اور ہر شخص قیامت میں اپنے صدقہ سے سایہ حاصل کرے گا اور یہ مضمون تو بہت سی روایات میں آیا ہے کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے۔

اس زمانہ میں جب کہ مسلمانوں پر ان کے اعمال کی بدولت ہر طرف سے ہر قسم کی بلائیں مسلط ہو رہی ہیں۔ صدقات کی بہت زیادہ کثرت کرنا چاہیئے، بالخصوص جب کہ دیکھتی آنکھوں عمر بھر کا سرمایہ کھڑے کھڑے چھوڑنا پڑ جاتا ہے، ایسی حالت میں بہت اہتمام سے بہت زیادہ مقدار میں صدقات کرتے رہنا چاہیئے کہ اس میں وہ مال بھی ضائع ہونے سے

محفوظ ہو جاتا ہے، جو صدقہ کیا گیا اور اس کی برکت سے اپنے اوپر سے بلائیں بھی ہٹ جاتی ہیں۔ مگر افسوس کہ ہم لوگ ان احوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی صدقات کا اہتمام نہیں کرتے۔ (بحوالہ فضائل صدقات)

یاد رکھیئے! کہ ضروری نہیں کہ کالے بکرے یا کالی مرغی کا ہی صدقہ دیا جائے بلکہ مسکین کی ضرورت کے موافق جو بھی اللہ کو راضی کرنے کی خاطر دیا جائے وہ صدقہ ہے، اور کوشش کرے کہ چھپ کے صدقہ کرے اس طرح کہ دائیں ہاتھ سے دے تو بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔

(۴)......بدگمانی سے بچیں:

بلاوجہ کسی پر برا گمان باندھنے سے بہت بچیں۔ یعنی لمبی مدت سے بیماری چل رہی ہے یا ظاہری علاج سے فائدہ حاصل نہیں ہو رہا ہے تو کسی پر برا گمان ہرگز نہ باندھیں مثلاً فلاں نے جادو کروا دیا ہے...... یا بیٹی کی ساس نے جو میری بہو کا جوڑا نمونہ کے طور پر منگایا تھا پتہ نہیں اس کے بعد سے جو زینب نے یہ جوڑا پہنا اس کی طبیعت صحیح نہیں چل رہی ہے اور وہ اکھڑی اکھڑی رہتی ہے۔ زینب اور زاہد (میرے بہو بیٹے) میں اسی دن سے تو تو میں میں بھی چل رہی ہے بلکہ اگر اس طرح کے خدشات ہوں تو سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور دیگر مسنون دعائیں اہتمام سے پڑھیں اور خود پر اور دوسروں پر بھی دم کریں۔

یاد رکھیں! سورۃ الفلق اور سورۃ الناس آیت الکرسی اور منزل، جادو کے اثر کو توڑنے کے لئے مجرب ہے۔

(۵)......علاج:

مذکورہ تمام باتوں کا اہتمام کرتے ہوئے آپ اپنے والدین کا کسی ماہر معالج سے علاج بھی کروایئے، اور بار بار معالج تبدیل نہ کیجئے معالج کی دی ہوئی ہدایات پر عمل کیجئے کیونکہ حدیث میں آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"ماانزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء" (بحوالہ بخاری شریف)

ترجمہ: "اللہ نے ایسی کوئی بیماری نہیں اتاری جس کی شفا نازل نہ کی ہو"

اس طرح ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہر بیماری کی دوا ہے جب دوا بیماری پر اثر کرتی ہے تو مریض اللہ کے حکم سے شفایاب ہو جاتا ہے۔'' (بحوالہ مسلم شریف)

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمیں ہر بیماری کا علاج کروانا چاہیے، کوئی بھی بیماری ایسی نہیں ہے جس کا علاج نہ ہو سکتا ہو۔

البتہ ہمارا یقین یہ ہونا چاہیے کہ دوا میں شفا کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے، جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تب ہی دوا فائدہ دیتی ہے۔ (بحوالہ جستہ جستہ از والدین کی قدر کیجیے)

ذمہ داری نمبر......۱۷

والدین کی محبت کی قدر کیجیے

بسا اوقات والد یا والدہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بار بار بچوں کو تنبیہ کرتے ہیں یا تکرار کرتے ہیں۔ ایک بات صبح کہہ دی، دوبارہ ملنے جائیں گے دوبارہ وہی بات، شام کو ملنے جائیں گے پھر وہی بات، آپ سن کر ہرگز غصہ میں نہ آئیے، اور نہ یہ کہیے کہ کتنی مرتبہ آپ یہ بات کہیں گے؟ بار بار ایک ہی بات کرتے رہیں گے، میں کوئی چھوٹا بچہ تو نہیں ہوں، سنبھال کر رکھوں گا، وغیرہ کہنے کے بجائے یہ سوچیں کہ یہ پدری شفقت اور مامتا کی محبت ہے جو ایک بات کو دہرا رہے ہیں۔ ہرگز ہرگز ان کے جذباتِ محبت کی ناقدری نہ کیجیے۔

آپ کو بار بار مجبور کریں گے کہ جہاں جاؤ ہمیں اطلاع ضرور دیا کرو، اب ذرا آپ نے اطلاع دینے میں دیر کی وہ پریشان ہو گئے، ہائے میرا بچہ کہاں چلا گیا؟ اتنی دیر کیوں ہو گئی؟ اور آپ کے آتے ہی اماں بھی ناراض والد صاحب بھی ناراض، بھائی بتاتے نہیں ہو، تم کو ہزار مرتبہ کہہ چکے ہیں موبائل فون پر اطلاع دو، فلاں جگہ پر خبر کر دو، اب آپ خاموشی سے سن لیجیے، اور سوچیے یہ سب محبت کی وجہ سے ڈانٹ رہے ہیں، محبت ہی کی وجہ سے انہوں نے انتظار کی تکلیف اٹھائی۔ انہی کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے حادثہ سے بچایا ہوگا، بڑی مصیبت سے بچایا ہوگا۔

اسی محبت کو سمجھنے کے لئے ایک والد کے چند اشعار آپ کی خدمت میں پیش ہیں، ان اشعار کے ذریعے آپ والد کی محبت کو سمجھنے کی کوشش کیجیے اس شخص کا بیٹا گم ہو گیا تھا، اس کے فراق میں جو انہوں نے درد بھرے اشعار کہے ہیں وہ پڑھیے اور عزم کر لیجئے کہ والدین کی ڈانٹ اور تنبیہ اور تکرار کو محبت پر محمول کریں گے۔

سعدی بن ثعلبہ اپنے بچے زید بن حارثہ کو ساتھ لئے ہوئے اپنے رشتہ داری قبیلے بنو معن سے ملاقات کے ارادے سے روانہ ہوئی۔ لیکن ابھی وہ اپنی برادری کے ایک گھر میں اتری ہی تھی کہ بنو قین کے چوروں نے اچانک حملہ کر کے ان کے مال واسباب پر قبضہ کر لیا، ان کے اونٹ ہانک کر لے گئے اور بال بچوں کو گرفتار کر لیا۔ جن بچوں کو وہ پکڑ کر لے گئے تھے ان میں سے اس کا بچہ زید بن حارثہ بھی تھا۔ زید ایک کم سن بچہ تھا۔ اس وقت اس کی عمر آٹھ سال تھی۔ ڈاکو اسے فروخت کرنے کی غرض سے ''عکاظ'' کے بازار میں لے گئے، جہاں سے قریش کے ایک دولتمند سردار حکیم بن حزام بن خویلد نے اسے چار سو درہم میں خرید لیا۔ حکیم بن حزام نے اس کے علاوہ بھی بہت سے غلام خریدے اور ان کو لے کر مکہ مکرمہ واپس آ گیا۔ جب اس کی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کو اس کی واپسی کی اطلاع ملی اور وہ اس سے ملنے سے اور اس کو خوش آمدید کہنے گئیں تو اس نے کہا:

''اے میری پھوپھی! یہ چند غلام میں ''عکاظ'' کے بازار سے خرید کر لایا ہوں۔ آپ ان میں سے جس کو چاہیں پسند کر لیں، میں اسے آپ کی خدمت میں ہدیہ کرتا ہوں۔'' سیدہ خدیجہ نے ایک ایک کر کے سب غلاموں کے چہروں کو غور سے دیکھا۔ ان کی نگاہیں زید کے چہرے پر جا کر ٹک گئیں، وہ اسے دیر تک دیکھتی رہیں اور اس میں نظر آنے والی ذہانت کی علامات کی وجہ سے اس کو پسند کیا اور لے کر گھر واپس آ گئیں۔

کچھ دنوں بعد سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ہو گیا۔ اس موقع پر وہ ان کی خدمت میں کوئی بیش قیمت تحفہ پیش کرنا چاہتی تھیں، اور اس کے لئے انہیں اپنے غلام زید بن حارثہ سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں ملی، چنانچہ زید کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ادھر یہ خوش نصیب بچہ رسول اکرم ﷺ کی سرپرستی میں ان کی بہترین صحبت اور بہترین سیرت سے متاثر ہوتے ہوئے خوشی اور آزادی کے دن گزار رہا تھا۔

اور ادھر اس کی پریشان حال اور مامتا کی ماری ہوئی ماں اس کی گمشدگی کے صدمے سے نڈھال ہو رہی تھی۔ نہ اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو رک رہے تھے، نہ اس کے غم میں کوئی کمی واقع ہو رہی تھی اور نہ ہی اسے کسی لمحے سکون وقرار نصیب ہو رہا تھا۔

اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ آیا اس کا بیٹا زندہ ہے کہ اس سے ملنے کی امید رکھے یا وہ مرچکا ہے کہ اس سے مایوس ہو کر صبر کرلے۔ اور یہ بات اس کے غم کی شدت میں مزید اضافے کا سبب تھی۔ زید کا باپ ملک کے گوشے گوشے میں اسے ڈھونڈتا اور ہر گزرنے والے قافلے سے اس کا پتہ پوچھتا پھر رہا تھا اور بے چینی اور بے قراری میں یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔ جنکا مفہوم پیش ہے۔ (بحوالہ صور من حیاۃ الصحابہ)

ترجمہ...... (۱) ''میں زید (رضی اللہ عنہ) کی یاد میں روتا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے تاکہ اس کی امید کی جائے یا موت نے اس کو مٹادیا۔''

۲) ''اللہ کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تجھے اے زید نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔''

۳) ''کاش مجھے یہ معلوم ہوجاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں۔ ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔''

۴) ''جب آفتاب طلوع ہوتا ہے جب بھی مجھے زید ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو ہوتی ہے جب بھی اس کی یاد مجھے ستاتی ہے۔''

۵) ''اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں۔ ہائے میرا غم اور میرا فکر کس قدر طویل ہوگیا۔''

۶) ''میں اس کی تلاش اور کوشش میں ساری دنیا میں اونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا اور دنیا کا چکر لگانے سے نہیں اکتاؤں گا۔ اونٹ چلنے سے اکتا جائیں لیکن میں کبھی بھی نہیں اُکتاؤں گا۔''

۷) ''اپنی ساری زندگی اسی میں گزار دوں گا۔ ہاں میری موت ہی آگئی تو آخر کہ موت ہر چیز کو فنا کردینے والی ہے۔ آدمی خواہ کتنی ہی امیدیں لگاوے۔ (بحوالہ فضائل اعمال)

ذمہ داری نمبر......۱۸

﴿والدین کے آداب کا خیال رکھیئے﴾

مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ان آداب کے ساتھ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کریں۔

۱) ان کو نام سے مت پکاریں بلکہ ان کو ان کی اس کنیت سے پکاریں جس کو وہ پسند کرتے ہوں۔

۲) ان سے پہلے نہ بیٹھیں۔

۳) ان سے آگے نہ چلیں۔

۴) چہرے کی بشاشت اور خندہ پیشانی سے بات کریں۔

۵) اچھے طریقے سے نصیحت کریں اور اگر قبول نہ کریں تو چھوڑ دیں۔

۶) ناراض ہوئے بغیر ان کی بات کو قبول کریں۔

۷) ان سے نرمی سے بات کریں۔

۸) اگر بھوک لگے تو کھانا کھلائیں۔

۹) اگر کپڑے نہ ہو تو کپڑے پہنائیں۔

۱۰) ان کی خدمت کریں اگر ان کو ضرورت ہو۔

۱۱) ان کے حکم کی فرمانبرداری کریں اگر معصیت میں نہ ہو۔

۱۲) کھانے پینے میں ان سے سبقت نہ لے جائیں۔

۱۳) ان کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا کریں۔

۱۴) ان کی خطاؤں سے درگزر کریں اور ان کو نرمی سے نصیحت کریں۔

۱۵) ان کی عزت اور ان کا احترام کریں۔

۱۶) ان کے سامنے تکبر سے پیش نہ آئیں اور نہ اونچی آواز میں بات کریں۔

۱۷) ایسے افعال کریں جو ان کی خوشی کا سبب ہوں۔

۱۸) ان کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کر کے ان سے دعائیں لیں۔

والدین کے سامنے بات کرنے کا ادب:

بڑوں کے سامنے ادب سے پیش آنے میں یہ بھی ہے کہ اپنی آواز کو ان کے سامنے پست رکھا جائے ان کے سامنے اونچی آواز سے بات نہ کی جائے، ان کے مرتبے کا خیال رکھا جائے۔

یہ بڑی ہی بے ادبی کی بات ہے کہ ہم ان کے سامنے بات کرتے ہوئے بلند آواز سے بات کریں بلکہ ہر حال میں بڑوں کے سامنے ہم ادب کو ملحوظ رکھیں، اگر کوئی رائے دینی ہو تو بڑے احترام کے ساتھ دی جائے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، آپ کے پہلو میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے آئے ان کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنا دی۔ چنانچہ وہ نبی علیہ السلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گئے تو حضور ﷺ نے (خوش ہو کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''فضیلت والوں کی فضیلت کو فضیلت والے ہی جانتے ہیں۔''

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے بات کرنے لگے تو حضور ﷺ نے اپنی آواز کو بہت ہی زیادہ پست کر لیا، اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اچانک سخت بیماری پیش آگئی ہے (جس کی وجہ سے

حضور ﷺ آواز اونچی نہیں کر پا رہے ہیں) میرے دل کو اس بیماری سے سخت پریشانی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے، اور جب کام پورا ہو گیا تو وہ واپس چلے گئے۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کو ابھی کوئی بیماری پیش آگئی تھی؟

حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنی آواز بہت پست کر لی تھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''حضرت جبرائیلؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ آیا کریں، تو میں اپنی آواز پست کر لیا کروں جیسے حضرت جبرائیل نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم میرے سامنے اپنی آواز پست کر لیا کرو۔'' (بحوالہ کنز العمال کتاب الفضائل)

فوائد ونصائح:

۱) حدیث بالا سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دورانِ مجلس اگر کوئی معزز یا کوئی بڑے مرتبہ والا شخص آجائے تو ان کے لئے جگہ بنا دینا چاہئے۔

۲) اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بڑوں کے سامنے اپنی آواز کو پست کرنا چاہئے۔

۳) اگر درمیان گفتگو کوئی بات ہم یاد آجائے تو جب بڑے اپنی بات پوری کرلیں تب ہم کو پوچھنا چاہئے، اسی طرح والدین بات کر رہے ہوں تو بیچ میں نہیں بولنا چاہئے، اور وہ آپ سے مخاطب ہوں تو ان کی پوری بات سن لیجئے، چاہے آپ سمجھ گئے ہوں پھر بھی خاموش رہ کر سن لینا چاہئے، شاید آگے کی بات کوئی ایسی ہو کہ جو آپ نے سمجھا ہو وہ والد کا مقصود نہ ہو، تو پوری بات سننے سے فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کی محنت بھی ضائع نہیں ہوگی، اور والد کی بات پر بھی پورا عمل ہو جائے گا۔

اسی طرح والد جب بات کر رہے ہوں والدہ کوئی بات سمجھا رہی ہوں اور آپ کو کوئی بات پوچھنی ہے تو اس موقعہ پر بھی بات کے مکمل ہونے کا انتظار کیجئے، ہوسکتا ہے آپ کے سوال کا جواب اگلی بات میں خود ہی مل جائے، بیچ میں بولنے کا نقصان یہ ہوسکتا ہے کہ

والدین کے ذہن میں جو بات تھی وہ ادھوری رہ جائے گی۔ جس سے نہ وہ اپنا مقصود سمجھا سکیں گے، نہ آپ سمجھ سکیں گے۔

اکابر نے اپنے بڑوں سے گفتگو کرنے میں بھی ادب کا بہت خیال رکھا ہے، کہ بڑوں کی شان میں کسی طرح بھی گستاخی نہ ہو جائے۔ ہمیں بھی چاہیئے اپنے بڑوں سے گفتگو کرنے میں ادب کا خیال رکھیں خصوصاً والدین سے، کہ ادب اور تأدب دین کی بنیاد ہے۔

حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں کہ:

ادب اور تأدب دین کی بنیاد ہے، جس کو عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب

حق تعالیٰ شانہٗ کے ہاں اس کا کوئی مقام نہیں جو گستاخ اور بے ادب ہے۔

بہت سے ایسے فضلاء ہماری نگاہوں میں ہیں، جنہوں نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی اچھے اور ذی استعداد تھے مگر اساتذہ سے بے ادبی کا معاملہ تھا، وہاں سے فارغ ہونے کے بعد علم کی خدمت سے محروم رہے، کوئی دکانداری کر رہا ہے، کوئی گاڑی چلا رہا ہے۔

یہ نصیب نہیں ہوا کہ محدث یا مفسر بن کر بیٹھیں اور ویسے بھی ہماری نگاہوں میں ہیں کہ استعداد اور علمی قوت بہت محدود تھی۔ لیکن تأدب اور خدمت اتنی تھی کہ رات دن اساتذہ کی خدمت میں ادب کے ساتھ لگے رہتے۔ اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ اتنی خدمت کر رہے ہیں کہ بڑے بڑے ذی استعداد اور فضلاء اتنی نہیں کر رہے ہیں، تو مقبولیت ان کے اندر ادب کی وجہ سے پیدا ہو گئی۔

حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ نے ایک رسالہ خود لکھا اور حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو جو ان کے مرید ہیں دیا کہ اس کی نقل کر کے لاؤ، اس کے اندر ایک جگہ املاء کی غلطی تھی، عین کے بجائے ہمزہ لکھا ہوا تھا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے از خود صحیح نہیں لکھا بلکہ وہ جگہ چھوڑ دی اور حضرت سے آ کر کہا کہ یہ لفظ سمجھ میں نہیں آتا، یہ کیا ہے؟ تو اشتباہ کا راستہ اختیار کیا، تلقین کا راستہ اختیار

نہیں کیا کہ شیخ کو جا کر یوں کہوں کہ آپ نے کیا لکھا یہ جرأت نہ تھی کہ یوں کہیں کہ یہ غلطی ہو گئی۔ گویا صورتاً بھی بے ادبی نہ کر سکے۔ حقیقتاً بے ادبی کیا کرتے؟

تفسیر فتح العزیز میں ہے، جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

”جس نے آداب پر عمل کرنے میں سستی دکھلائی، وہ سنت سے محروم ہو گیا جس نے سنت پر عمل سے سستی کی وہ واجبات سے محروم ہو جائے گا اور جس نے واجبات پر عمل سے سستی دکھلائی وہ فرائض پر عمل سے محروم ہو جائے گا اور جس نے فرائض کی ادائیگی میں سستی کی وہ اللہ کی پہچان سے محروم ہو گیا۔“

فرائض پر عمل کرے گا تو معرفت بڑھے گی۔ اس واسطے سنتوں کو مکمل فرائض کہا گیا تو جس نے آج سنتیں چھوڑ دی، صرف فرائض کو پڑھ لیا، کل وہ بھی نہ پڑھے گا، رفتہ رفتہ محروم ہو جائے گا۔ (بحوالہ خطبات حکیم الاسلام جلد ۳)

والدین کو مشورہ دینے کے آداب:

والدین مشیر بنائیں تو مشیر ہی رہیے آمر نہ بن جائیے، یعنی والدین نے کسی کام کے بارے میں آپ سے مشورہ طلب کیا تو صرف مشورہ ہی دیجئے آمر بن کر حکم نہ چلائیے، دوسرے، بہن بھائیوں کے مشورہ کی خامیاں نہ بیان کیجئے، ہاں! اپنے مشورہ کی حکمت اور فائدہ ضرور بیان کر دیجئے۔

والدین کو مشورہ دیتے وقت ان آداب کا ضرور خیال رکھیے۔

۱) اپنے مشورہ پر اصرار نہ کیجئے نہیں! ایسا ہی کریں، نہیں! یوں ہی ہونا چاہئے۔

۲) آمرانہ لہجہ استعمال نہ کریں، تواضع عاجزی کے ساتھ بتا دیجئے کہ میری رائے یہ ہے۔ مثلاً مکان اس طرح بنایا جائے، کھڑکی یہاں لگائی جائے، فلاں پارٹی کو مال دیا جائے، فلاں کو نہ دیا جائے۔

۳) اپنی رائے دینے کے بعد فیصلہ والدین کے سپرد کر دیں، اور حکم ماننے کے لئے تیار رہیں۔

جیسا کہ قرآن عظیم میں ملکۂ بلقیس کے واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جب ملکۂ بلقیس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملا، تو اس نے اپنے ارکانِ حکومت کو جمع کر کے مشورہ طلب کیا ارکان حکومت نے مشورہ تو یہ دیا:

''ہم بڑے طاقت والے اور جنگجو ہیں۔''

لیکن ساتھ یہ بھی کہا:

''آخری رائے اور فیصلہ کا حق تو آپ کو ہی ہے۔'' (سورۃ النمل)

لہٰذا جو فیصلہ آپ کا ہوگا ہم اس کے لئے تیار ہیں۔

تو ہمیں بھی اپنے والدین کو اپنی رائے کا اظہار کرنے کے بعد ان کے ہر حکم کو جو خلافِ شریعت نہ ہو، ماننے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

۴) جب تک والدین آپ سے مشورہ نہ لیں تو آپ اپنی باری کا انتظار کیجئے، پہلے سے اپنی رائے کا اظہار نہ کیجئے۔

۵) جب دوسرے بہن بھائی والدین کو اپنی رائے دے رہے ہوں تو آپ ان کی رائے کو غور سے سنیئے، درمیان میں ان کی بات کو نہ کاٹیئے اور بہن بھائیوں کی رائے کے بارے میں یہ فیصلہ صادر نہ فرمائیے کہ یہ ناممکن ہے، ایسا نہیں ہوسکتا، بلکہ غور سے سن کر پھر اپنی رائے دے دیجئے۔

۶) اگر اللہ نہ کرے مشورہ کے بعد کوئی آزمائش آئے تو یہ نہ کہیئے کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا......دیکھئے آپ نے میری بات نہ مانی اگر میری بات مان لیتے تو یہ نہ ہوتا...... وغیرہ، کیونکہ حدیث میں آتا ہے:

فان "لو" تفتح عمل الشیطان

''لفظ ''اگر'' شیطان کا دروازہ کھولتا ہے۔''

بلکہ یوں کہیئے:

''قدر اللّٰہ و ماشاء فعل''

''جو کچھ اللہ نے مقدر کیا تھا وہی ہوا اور بہتر ہوا۔'' (بحوالہ مسلم شریف)

ان آداب کے ساتھ اس دعا کا بھی اہتمام کیجئے تاکہ اللہ تعالیٰ اس مشورہ میں خیر و برکت ڈالیں، اور شیطان کے شر سے حفاظت فرمائیں۔ مشورہ کی دعا یہ ہے:

اللّٰھم الھمنی رشدی واعذنی من شر نفسی.

(بحوالہ ترمذی شریف)

''اے اللہ! میرے دل میں بھلائی ڈال دے اور میرے نفس کی برائی سے مجھے بچادے۔''

یاد رکھیئے! اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھر میں والدین کی موجودگی میں مامور بنایا ہے، والد گھر کے امیر ہیں تو آپ مامور ہی رہیئے، امیر بننے کی کوشش نہ کیجئے۔

ابھی تھوڑے صبر اور تحمل کا مظاہرہ کیجئے اور والدین کی مان کر چلئے، آج آپ اپنے والدین کے تجربے سے فائدہ اٹھائیے اور ان کی رائے کو بلاچوں وچراں مان لیجئے۔

اگر آپ کی رائے ان کی رائے سے مختلف ہے تو نہایت مؤدبانہ انداز اور انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیجئے۔

کہ جو آپ کہہ رہے ہیں اس میں بھی یقیناً فائدہ ہے لیکن اگر اس طرح کر لیا جائے تو شاید زیادہ فائدہ حاصل ہو جائے۔

اب اگر آپ کی بات کو رد کر دیا جائے تو کچھ افسوس نہ کیجئے بلکہ اپنے کو سمجھائیے کہ شاید اسی میں خیر ہو، اور اب والدین کی بات پر بالکل راضی ہو جائیے، آج اگر آپ اپنے والد کی مانیں گے تو کل آپ کی اولاد بھی آپ کی فرمانبرداری کرے گی۔

یہ قدرت کا نظام ہے کہ گھر کا ایک امیر ہوتا ہے، اور گھر کے تمام افراد کو اس کی اطاعت کرنی چاہئے۔

ہمیشہ کسی گھر میں، خاندان میں، کمپنی میں، معاشرے میں ہر جگہ اختلاف وہاں ہوتا ہے جہاں مامور امیر کی جگہ لینا چاہتا ہے۔

امیر کے لئے شرعاً، اخلاقاً حکم یہ ہے کہ وہ مامورین سے ہر قسم کا مشورہ لے، حتی الامکان اور اکثر وبیشتر اپنا فیصلہ مامورین کی اکثریت والی رائے پر کرے۔

اور مامور کے لئے حکم یہی ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کر کے جو امیر کا فیصلہ ہو اس کو دل و جان سے تسلیم کر کے اس پر عمل کرے، اور یہی سمجھے کہ امیر کا فیصلہ میرا فیصلہ ہے اور اب میری یہی رائے ہے جو امیر کی رائے۔

اس نظام کے تحت چھوٹا سا گھر ہو یا پورے ملک کا نظم ونسق، سب صحیح چلتا ہے اور جہاں امیر کی اطاعت نہیں کی جاتی وہاں پریشانی ہی پریشانی رہتی ہے۔

لہٰذا آپ اپنی والدہ کا بھی اور بھائی بہنوں کا بھی یہی ذہن بنائیں کہ ہمیں حتی الامکان والد صاحب کی اطاعت کرنی ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے ایسے امیر کی نافرمانی سے بھی منع فرمایا ہے جو مرتبے کے لحاظ سے انتہائی معمولی درجہ کا کیوں نہ ہو، حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''امیر کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو اگرچہ تم پر حبشی غلام امیر بنایا جائے جس کا سر کشمش کی مانند (پچکا ہوا) ہو۔'' (بحوالہ بخاری شریف)

اسی طرح ایک اور حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر اپنے امیر کا کوئی فیصلہ وغیرہ ناگوار لگے تو صبر کرے۔''

(بحوالہ بخاری شریف)

ایک اور حدیث ملاحظہ کیجئے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

''امیر کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو آسانی اور تنگی میں، خوشی اور گرانی میں اور اس وقت بھی جب تم پر کسی کو ترجیح دی جائے۔'' (بحوالہ مسلم شریف)

یعنی اطاعت امیر ہر حال میں ضروری ہے حکم آسان لگے یا مشکل، اچھا لگے یا گراں وناگوار، بلکہ اس وقت بھی جب استحقاق کے باوجود تم پر دوسرے کو ترجیح دی جائے۔

(بحوالہ اطاعتِ امیر)

تو آپ ذرا غور کیجئے! کہ جب ایک حبشی غلام کی اطاعت کا حکم ہم کو دیا جا رہا ہے، تو والد جو ہمارے گھر کے سربراہ ہیں، ان کا مرتبہ تو اس سے بہت اونچا ہے، لہٰذا ان کی اطاعت کرنا اور حکم ماننا ہمارے لئے بدرجہ اولیٰ لازم ہے اور ہر حال میں ان کی اطاعت کرنی چاہیئے۔

ہاں! جہاں شریعت نے اجازت دی ہے کہ والدین کی اطاعت سے اللہ جل جلالہٗ کے یا بندوں کے حقوق ضائع ہوتے ہوں، والدین کی بات ماننے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہو، وہاں والدین کی بات نہ مانی جائے۔

کیونکہ حدیث میں اس چیز سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

''جب بندوں کے ماننے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی ہو، تو بندوں کی نہیں ماننی، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی ماننی ہے۔'' (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی اور والدین کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے، اور اپنی نافرمانی سے ہم سب کو بچائے آمین۔ (بحوالہ از والدین کی قدر کیجئے)

والدین سے کسی حال میں بھی بحث ومباحثہ نہ کریں:

والدین کے ہر سوال، اعتراض اور ہر تنقید پر بحث ومباحثہ اور طویل گفتگو کرنے کے بجائے اس طرح نرمی سے کہہ دیں کہ ''غلطی ہوگئی، آئندہ خیال رکھوں گا، معاف کردیجئے۔'' اس طرح کہنے سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوں گے۔

۱) آپ فرمانبردار شمار ہوں گے۔

۲) والدین کی دلی دعائیں آپ کو ملیں گی۔

۳) اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہوں گے۔

۴) آپ حسن اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائیں گے۔

بسا اوقات والدین کسی اور بات پر غصہ ہوتے ہیں، اور اس وقت ہماری معمولی سی کوتاہی بھی ان کو پہاڑ جیسی محسوس ہوتی ہے، اور وہ سمجھانے کے بجائے ہمیں ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں، ایسے مواقع پر بھی ہمیں نرمی اور صبر سے کام لے کر ان کو جواب نہ دینا ہوگا۔

بسا اوقات ہم نے ان کی بات مانی ہوگی اور اس پر وہ ہم پر برس پڑیں گے کہ اتنی بھی عقل نہیں ایسے کام کرنا چاہیئے؟ پھر بھی ہم کہہ دیں غلطی ہوگئی معاف کردیں۔

حضرت طلیلۃ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جنگ دولاں میں بعض

گناہ سرزد ہوئے جو مجھے گناہِ کبیرہ ہی معلوم ہوتے تھے۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے وہیں ان کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا وہ گناہ کیا ہیں؟ میں نے کہا یہ یہ ہیں، فرمایا یہ تو گناہِ کبیرہ نہیں ہیں۔ گناہِ کبیرہ تو نو (۹) ہیں۔ ۱۔ شرک کرنا، ۲۔ کسی جان کو قتل کرنا، ۳۔ میدان جہاد سے بھاگنا، ۴۔ شریف عورت پر زنا کا الزام لگانا، ۵۔ سود کھانا، ۶۔ یتیم کا مال کھانا، ۷۔ مسجد میں الحاد (دین کا) مذاق اڑانا، ۹۔ بیٹے کی نافرمانی جس کی وجہ سے ماں باپ رو پڑیں۔ (بحوالہ الادب المفرد)

گھر میں آتے جاتے ماں باپ کو سلام کہنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مروان نے انہیں اپنا خلیفہ بنا دیا تھا اور وہ ذوالحلیفہ میں تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ دوسری جگہ ایک گھر میں مقیم تھیں۔ جب وہ گھر سے نکلنے کا ارادہ فرماتے تو دروازے کے پاس کھڑے ہوتے اور کہتے اے اماں جان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! تو وہ جواباً وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ فرماتیں۔ پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے اللہ تبارک وتعالیٰ واجب الوجود مطلق و بسیط و بیحد آپ پر رحم فرمائے جس طرح آپ نے بچپن میں مجھ پر رحم فرمایا، اور میری پرورش فرمائی۔ اور وہ فرماتیں اللہ (تبارک وتعالیٰ واجب الوجود مطلق و بسیط و بے حد) تم پر رحم فرمائے جیسا کہ تم نے میرے ساتھ بڑھاپے میں نیکی کا سلوک کیا۔ پھر جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ گھر واپس لوٹتے تو اسی طرح کہتے تھے۔ (بحوالہ الادب المفرد)

صبح اُٹھ کر سب سے پہلے اپنے والدین کو سلام کیجئے:

والدین کو سلام کرنے میں پہل کرنا برکات کو سمیٹنے کا ذریعہ ہے بدقسمتی سے اب تو السلام علیکم کہنا بھی ''پڑھے لکھے'' گھرانوں میں متروک ہوتا جارہا ہے اور فقط ہیلو، ہائے ہی رہ گیا ہے، اس لئے ذیل میں سلام کے کچھ آداب ذکر کئے جارہے ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

سلام کرنے کے آداب:

یعنی کسی مسلمان کو سلام کرنا یا دعا دینا درحقیقت اللہ سے اس کی شفاعت کرنا ہے تو حق

تعالیٰ شفاعتِ حسنہ کی ایک خاص صورت کو جو مسلمانوں میں مروج ہے صراحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے کہ جب کوئی اے مسلمانو تم کو دعا دے یا سلام کرے تو تم کو بھی اس کا جواب ضرور دینا چاہئے یا تو وہی کلمہ تم بھی اس کو کہو یا اس سے بہتر۔ مثلاً اگر کسی نے، السلام علیکم کہا تو واجب ہے تم پر کہ تم اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہو۔ (بحوالہ تفسیر عثانی)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سلام اور اس کے جواب کے آداب بتلائے ہیں۔

سلام کا رواج دنیا کی ہر مہذب قوم میں ہے کہ جب آپس میں ملاقات کریں تو کوئی کلمہ آپس کی موانست اور اظہار محبت کے لئے کہیں، لیکن موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی سلام جتنا جامع ہے، کوئی دوسرا ایسا جامع نہیں، کیونکہ اس میں صرف اظہار محبت ہی نہیں، بلکہ ساتھ ساتھ ادائے حق محبت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ آپ کو تمام آفات اور آلام سے سلامت رکھیں، پھر دعا بھی عرب کے طرز پر صرف زندہ رہنے کی نہیں بلکہ حیات طیبہ کی دعا ہے، یعنی تمام آفات و آلام سے محفوظ رہنے کی، اسی کے ساتھ اس کا بھی اظہار ہے کہ ہم اور تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، ایک دوسرے کو کوئی نفع بغیر اس کی مدد کے نہیں پہنچا سکتا۔ اس معنی کے اعتبار سے یہ کلمہ ایک عبادت بھی ہے اور اپنے بھائی مسلمان کو خدا تعالیٰ کی یاد دلانے کا ذریعہ بھی۔

سلام کرنے کا حکم:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اہل اسلام کی کون سی خصلت بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھانا کھلانا اور ہر جاننے اور نہ جاننے والے کو سلام کرنا۔'' (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

اور دو اوصاف کی تخصیص، سائل کے حال کے مناسب سے ہے، لہٰذا مختلف اوقات میں مختلف اعمال کو افضل فرمانا کہ کسی موقع پر کسی عمل کو افضل فرمایا اور کسی موقع پر کسی کو، سائل کے احوال کے اختلاف و تفاوت پر مبنی ہوتا تھا دریافت کرنے والا جس جس مزاج و احوال کا آدمی ہوتا تھا اور اس کا رجحان جس نیک خصلت کی ضد کی طرف ہوتا اس کے سامنے اسی نیک خصلت کو افضل قرار دیا جاتا تھا، مثلاً کسی شخص نے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ

جانتے تھے کہ اس شخص کے مزاج میں بخل ہے تو اس سے فرمایا کہ کھانا کھلانا سب سے بہتر عمل ہے، لہٰذا یہاں جس شخص نے سوال کیا تھا آپ ﷺ نے اس کے احوال کی مناسبت سے اس سے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور ہر آشنا و نا آشنا کو سلام کرنا بہتر عمل ہے۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ سلام کا تعلق، شناسائی کے حقوق سے نہیں ہے بلکہ یہ ان حقوق سے ہے جو اسلام نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا حق عائد کیا ہے، اسی طرح مریض کی عیادت اور اس جیسے دوسرے امور میں بھی اسلامی حقوق و واجبات سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ آگے آنے والی حدیث سے واضح ہوگا۔ اس واسطے نیک اولاد کو چاہئے کہ ان چیزوں کی بابت التزام کر کے اپنے والدین کی نیک نامی کا باعث بھی بنے اور دنیا و آخرت میں اپنی اور ان کی فوز و فلاح کا بھی۔

ہر وقت اپنے بزرگوں کی خیر خواہی چاہیئے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان پر مسلمان کے چھ حق ہیں (ایک تو یہ ہے کہ) جب (کوئی) مسلمان بیمار ہو تو دوسرا مسلمان اس کی عیادت کرے (دوسرے یہ کہ) جب کوئی مسلمان مرجائے تو (دوسرا مسلمان) اس کی نماز جنازہ میں شریک ہو (تیسرے یہ کہ) جب (کوئی مسلمان) کھانے پر بلائے تو (جس کو بلایا گیا ہے) وہ اس کی دعوت کو قبول کرے (بشرطیکہ کوئی شرعی عذر مانع نہ ہو جیسے اس دعوت میں باجا وغیرہ ہو یا اس دعوت کا تعلق اظہار فخر و ریاکاری سے ہو) (چوتھے یہ کہ) جب (کوئی مسلمان) ملے تو اس کو سلام کرے (پانچویں یہ کہ) جب (کوئی مسلمان) چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کا جواب دے (یعنی یرحمک اللہ کہے اور اگر چھینکنے والا) الحمد للہ نہ کہے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا) اور (چھٹے یہ کہ) (ایک مسلمان کی ہر حالت میں) خیر خواہی کرے خواہ وہ حاضر ہو یا غائب۔

خیر خواہی کرے...... کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں پر یہ چیز واجب ہے کہ وہ ہر حالت میں ایک دوسرے کے خیر خواہ و ہمدرد ہیں، جو مسلمان سامنے ہے اس کے ساتھ بھی خیر خواہی کی جائے اور جو نظروں سے دور ہے اس کیساتھ بھی خیر خواہی کریں، یہ طرز عمل

اختیار نہ کرنا چاہئے کہ جب کسی مسلمان کے سامنے آئیں تو اس کے ساتھ تملق یعنی خوشامد و چاپلوسی کا رویہ اپنائیں اور جب وہ سامنے نہ ہو تو غیبت کریں یہ خالص منافقانہ رویہ ہے اور منافقوں کی خاصیت ہے۔

والدین کے جاننے والوں کو بھی سلام میں پہل کیا کرو:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جب تک ایمان نہ لاؤ جنت میں داخل نہیں ہوسکو گے اور تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ تم اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے آپس میں تعلق و دوستی قائم نہ کرو۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا اور کیا میں تمہیں ایک ایسا ذریعہ نہ بتادوں جس کو تم اختیار کرو تو آپس میں دوستی کا تعلق قائم ہو جائے گا اور وہ ذریعہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کا چلن عام کرو یعنی آشنا و نا آشنا سب کو سلام کرو۔''

(بحوالہ مسلم شریف)

نبی کریم ﷺ کا چھوٹوں کو حکم ارشاد فرمانا کہ بزرگوں کو سلام میں پہل کرو:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھوٹا بڑے کو، گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو، اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔''

(بحوالہ صحیح بخاری شریف)

سلام کرنے سے متعلق کچھ ضروری آداب:

علماء نے یہ لکھا ہے کہ مذکورہ بالا حکم سرراہ ملاقات کے وقت ہے، مثلاً ایک شخص ادھر سے آرہا ہے دوسرا ادھر سے جارہا ہو اور دونوں آپس میں ملیں تو اس صورت کے لئے یہ حکم ہے کہ ان دونوں میں جو شخص چھوٹا ہو وہ بڑے کو سلام کرے لیکن وارد ہونے یعنی کسی کے پاس یا مجلس میں جانے کی صورت میں سلام کی ابتداء وارد کو کرنی چاہئے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اور خواہ کم تعداد والے لوگ ہوں یا زیادہ تعداد میں لوگ ہوں۔

اب ذرا آج کل کے حالات پر اسے تطبیق دیجئے تو کیا بات سامنے آتی ہے...... کسی کے گھر فون کرو تو کتنے والدین ہیں جن کے بچے السلام علیکم کہہ کر مخاطب ہوتے ہیں۔ کیا یہ

بات بچے خود ہی سیکھ جائیں گے۔ نہیں نہیں! قابل احترام والدین! ہرگز نہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ انہیں ایسی باتوں کی تلقین کیجئے۔ بلکہ تلقین کیا کیجئے آپ اگر خود ہی یہ عمل شروع کردیں گے تو چھوٹے چھوٹے بچے، بچیاں شوق سے فون اٹھا کر السلام علیکم کہنے لگیں گے بجائے اس کے کہ وہ ہیلو، کون، ہائے، گڈ مارننگ وغیرہ کے الفاظ کہیں۔ اللہ ہمیں ہدایت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ہروقت گھر میں لڑائی جھگڑا برپا کر کے والدین کو اذیت نہ پہنچایئے:

ہروقت اپنے چھوٹے بہن بھائیوں سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جھگڑا مول لینے کے لئے تیار نہ رہیے۔ دیکھیئے! اس سے متعلق اسلامی تعلیمات آپ کو کس چیز کی نشاندہی کر رہی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یعنی مسلمان تو وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے سب مسلمان محفوظ رہیں، کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔'' (بحوالہ صحیح بخاری جلد اول)

یہ سلام کا کلمہ جو اسلام نے ہمیں سکھایا اس کلمہ کو عام لوگوں کی رسم کی طرح ادا نہ کرے، بلکہ اس کی حقیقت کو سمجھ کر اختیار کرے، یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کے باہم سلام کو رواج دینے کی پرزور تلقین فرمائی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک مؤمن نہ ہو اور تمہارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، میں تم کو ایسی چیز بتاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرلو تو تمہاری آپس میں محبت قائم ہو جائے گی، وہ یہ کہ آپس میں سلام کو عام کرو، (یعنی ہر مسلمان کے لئے خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو)'' (بحوالہ ابوداؤد)

فی سبیل اللہ لوگوں کو کام انجام دینا سکھایئے:

مشکوٰۃ المصابیح میں نبی کریم ﷺ سے مروی ایک حدیث ہے، جس کا مفہوم ہے کہ:

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے

پوچھا کہ اسلام کے اعمال میں سب سے افضل عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور سلام کو عام کرو خواہ تمہاری اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو۔''

(بحوالہ مشکوٰۃ جلد دوم)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں ابتدا کرے۔''

(بحوالہ ابوداؤد، ترمذی شریف)

اوپر جو سورۃ نساء کی آیت ذکر کی گئی ہے اس میں ارشاد ہے کہ جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس کا جواب اس سے بہت بہتر الفاظ میں دو، یا کم از کم ویسے ہی الفاظ کہہ دو۔ اس کی تشریح رسول کریم ﷺ نے اپنے عمل سے اس طرح فرمائی کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک صاحب آئے اور کہا ''السلام علیکم یا رسول اللہ'' آپ ﷺ نے جواب میں ایک کلمہ بڑھا کر فرمایا 'وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ'' پھر ایک صاحب آئے اور انہوں نے سلام میں یہ الفاظ کہے ''السلام علیکم یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ'' آپ ﷺ نے جواب میں ایک اور کلمہ بڑھا کر فرمایا ''وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ'' پھر ایک صاحب آئے انہوں نے اپنے سلام ہی میں تینوں کلمے بڑھا کر کہا ''السلام علیکم یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ'' آپ ﷺ نے جواب میں صرف ایک کلمہ ''وعلیک'' ارشاد فرمایا، ان کے دل میں شکایت پیدا ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، پہلے جو حضرات آئے آپ نے ان کے جواب میں کئی کلمات دعا کے ارشاد فرمائے، اور میں نے ان سب الفاظ سے سلام کیا تو آپ نے ''وعلیک'' پر اکتفا فرمایا؟! آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے لئے کوئی کلمہ چھوڑا ہی نہیں کہ ہم جواب میں اضافہ کرتے، تم نے سارے کلمات اپنے سلام ہی میں جمع کر دیئے، اسی لئے ہم نے قرآنی تعلیمات کے مطابق تمہارے سلام کا جواب بالمثل دینے پر اکتفا کر لیا۔

(بحوالہ تفسیر مظہری)

تفسیر مظہری میں جو حدیث مذکور ہوئی اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ سلام کا

جواب اس سے اچھے الفاظ میں دینے کا جو حکم آیت مذکورہ میں آیا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے الفاظ سے بڑھا کر جواب دیا جائے، مثلاً اس نے کہا ''السلام علیکم'' تو آپ جواب دیں ''وعلیکم السلام و رحمۃ اللّٰہ'' اور اس نے کہا ''السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ'' تو آپ جواب میں کہیں ''وعلیکم السلام و رحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ۔''

اس آیت میں سلام کا جواب دینے کو لازم اور واجب صراحتاً بتلا دیا گیا ہے، لیکن ابتداء میں سلام کرنے کا کیا درجہ ہے، اس کا بیان صراحتاً نہیں ہے، مگر ''اذا حییتم'' میں اسی کے حکم کی طرف بھی اشارہ موجود ہے۔

''صحیح بخاری و صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ جو شخص سوار ہو اس کو چاہئے کہ پیدل چلنے والے کو خود سلام کرے، اور جو چل رہا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور جو لوگ تعداد میں قلیل ہوں، وہ کسی بڑی جماعت پر گزریں تو ان کو چاہئے کہ سلام کی ابتداء کریں۔''

(بحوالہ متفق علیہ)

ذمہ داری نمبر......۱۹

والدین کا نام روشن کیجئے

آیئے! ہم اور آپ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ والدین کا نام کس طرح روشن کیا جائے؟ آپ کتاب بند کر کے ہو سکے تو دو رکعت نفل نماز پڑھیئے اور دعا کیجئے کہ اے اللہ! مجھے والدین کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیجئے، دنیا اور آخرت میں ان کا نام روشن کرنے والا بنا دیجئے۔

۱) سب سے پہلی بات جس کے ذریعہ آپ والدین کا نام روشن کریں گے، وہ یہ ہے کہ آپ قرآنِ کریم کے حافظ بن جایئے اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے:

''حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے، اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جاوے گا جس کی روشنی آفتاب سے بھی زیادہ ہوگی، اگر وہ

آفتاب تمہارے گھروں میں ہو، پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔''

(بحوالہ ابوداؤد شریف)

دیکھئے! کتنی بڑی فضیلت اور سعادت ہے کہ آپ کی تھوڑی سی لگن اور محنت کی وجہ سے کتنا بڑا اجر و ثواب اللہ جل شانہٗ عطا فرما رہے ہیں کہ آپ کے قرآن کریم حفظ کرنے پر قیامت کے دن جب سارے اولین و آخرین جمع ہوں گے آپ کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج سے بھی زیادہ ہوگی۔

آپ سوچئے! کہ سارے انبیاء، شہداء، صدیقین، صالحین وہاں جمع ہوں گے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک سارے کے سارے وہاں موجود ہوں گے اور وہ یہ منظر دیکھ رہے ہوں گے کہ فلاں کے بیٹے کے قرآن پاک حفظ کرنے کی وجہ سے اس کے والدین کو ایسا عظیم الشان تاج پہنایا جا رہا ہے۔

یہ کتنی بڑی عزت کی بات ہے کہ آپ کی وجہ سے کل قیامت کے دن اس طرح آپ کے والدین کا نام روشن ہو، اور دنیا میں بھی لوگ ایسے بچے کے والدین کو عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان پر رشک کرتے ہیں۔

لہٰذا آپ ہمت کیجئے اور حفظِ قرآن شروع کر دیجئے، اگر آپ روزانہ کی دس آیات یاد کر لیں تو آپ پورا قرآن ان شاء اللہ تعالیٰ (ہر مہینہ ۳۰ دن کے حساب سے) ایک سال، دس ماہ، سات دن میں حفظ کر سکتے ہیں۔

اور اگر روزانہ کی پندرہ آیات یاد کرنی شروع کر دیں تو آپ ان شاء اللہ تعالیٰ (ہر مہینہ ۳۰ دن کے حساب سے) با آسانی ایک سال، دو مہینے، پچیس دن میں پورا قرآنِ پاک مکمل کر سکتے ہیں۔

اگر آپ عمر کے اس حصہ میں پہنچ گئے ہیں کہ یاد نہیں کر سکتے تو بھی کوشش ضرور کیجئے، ہاں! اس کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد، اپنے بھائی بہنوں کی اولاد، اپنے خادم، چوکیدار، گھر کی ماسی کی اولادوں پر ترغیب کے ذریعے محنت کر کے ان کو حافظ بنایئے۔

اپنے محلے میں قرآنِ کریم کے حفظ کے لئے ایک استاد رکھ کر حفظ شروع کروایئے

تا کہ آپ کم از کم یہ ثواب حاصل کرنے والے بن جائیں، اور دنیا آخرت میں آپ کا نام ان لوگوں میں لکھا جائے، جنہوں نے اپنے والدین کا نام روشن کیا۔

۲) آپ کے والد کو اللہ تعالیٰ نے جو بھی خوبیاں عطا فرمائی ہیں، وہ جو نیک کام کر رہے ہیں یا کر کے چلے گئے ہیں، اس کو جاری رکھیئے اس کو آگے بڑھایئے، اس میں مزید اضافہ کیجئے خصوصاً چچا، تایا، پھوپھی، دادی، دادا کے ساتھ حسن سلوک، ادب سے ان سے ملنا، ان کا اکرام کرنا، ان کی اولاد کا بھی خیال رکھنا، ان کو ہدیہ دینا، ان کی بے روزگار اولاد کو روزگار پر لگانا، کم از کم ہفتے میں ان سے ملنے جانا وغیرہ امور کا خیال رکھنا۔

۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسباب ووسائل عطا فرمائے ہیں تو والد صاحب کے ایصالِ ثواب کے لئے مسجد بنوادیں یا کنواں کھدوادیں یا دواخانہ بنوادیں، کہیں پانی کی سبیل لگوادیں، بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے کوئی مدرسہ بنادیں۔

ہاں! ضروری نہیں کہ اس میں والد صاحب کے نام کی تختی لگوائیں یا ان کے نام کی مسجد بنوائیں، جس اللہ جل جلالہٗ کو راضی کرنے کے لئے آپ نے یہ کام کئے ہیں اس اللہ کے علم میں آجانا کافی ہے، چاہے وہ کسی کو بھی پتہ نہ ہو لیکن آپ کو اور آپ کے رب کو پتہ ہونا یہ کافی ہے، اور حقیقت میں یہی صدقہ بہت اونچے درجہ کا ثواب رکھتا ہے جو اس طریق پر ہو۔ حدیث میں آتا ہے اس شخص کے بارے میں جو خفیہ طور پر صدقہ کرے کہ:

''اور ایک وہ شخص جو ایسے پوشیدہ طریقے سے صدقہ کرتا ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔'' (بحوالہ بخاری شریف)

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے، حدیث شریف کی ابتداء میں یہ فضیلت ذکر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن سات قسم کے لوگوں کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے جس دن کوئی اور سایہ نہ ہوگا، ان سات طرح کے لوگوں میں ایک وہ بھی ہے جو انتہائی پوشیدہ طور پر اللہ کی راہ میں صدقہ کرے یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو یہ نہ معلوم ہو کہ اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے کیا خرچ کیا۔

لہٰذا آپ بھی اسی جذبہ کے ساتھ اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کیجئے، اور مخلوق سے

کچھ بھی امید نہ رکھیئے، محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے جذبے کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کیجئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو دلوں کے بھید اور رازوں کو جاننے والی اور مستغنی ذات ہے، وہ آپ کے ایک ایک حال سے خوب باخبر ہے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از والدین کی قدر کیجئے)



ذمہ داری نمبر......۲۰

﴿والدین کے کاموں میں ہاتھ بٹائیے﴾

آپ نے یہ مشہور جملہ سنا ہوگا: "من خدم خدم"

"جو خدمت کرتا ہے اس کی خدمت کی جاتی ہے۔"

گھر میں والدین اسی بچے سے زیادہ محبت کرتے ہیں جو محنتی ہو اور والدین کا خیال رکھتا ہو، اور بڑے ہو کر معاشرے میں ایسے انسان سے ہر ایک محبت کرتا ہے جو محنتی اور چست ہو۔

آپ والدین کیساتھ گھر کے امور میں تعاون کیجئے اور ان کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آیئے، اس میں آپ کا دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ ہے، کیونکہ حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

"تین خوبیاں جس شخص میں پائی جائیں اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے، اور اسے جنت میں داخل کردیں گے۔ کمزوروں سے نرم برتاؤ کرنا، والدین سے مہربانی کا معاملہ کرنا اور غلام سے اچھا سلوک کرنا۔"

(بحوالہ ترمذی شریف)

لہٰذا آپ بھی اس فضیلت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے والدین کے ساتھ انتہائی شفقت و مہربانی کا معاملہ کیجئے، اور ان کے ساتھ ہر طرح سے تعاون کیجئے، اور اس کے لئے اپنے کو چست بنایئے اور ہمت پیدا کیجئے، اور کاہلی وسستی سے بچئے۔

کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے سستی اور کاہلی سے پناہ مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس چیز کو ناپسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک واقعہ آپ کی خدمت میں پیش ہے ملاحظہ فرمایئے۔

کوشش پوری کریں:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو شخصوں کا مقدمہ آیا، آپ ﷺ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا، یہ فیصلہ جس شخص کے خلاف تھا

اس نے فیصلہ نہایت سکون سے سنا اور یہ کہتے ہوئے چلنے لگا کہ "حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل"۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو میرے پاس لاؤ پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جانے کو ناپسند کرتا ہے، بلکہ تم کو چاہئے کہ تمام ذرائع اختیار کرو، پھر بھی عاجز ہو جاؤ تو اس وقت کہو:

"حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل" (معارف القرآن)

لہٰذا آپ بھی اپنے کو اس بری عادت سے بچایئے، اور چستی کی عادت ڈالیئے، آپ اپنا ایک نظام الاوقات بنایئے اور اس کے مطابق اپنے امور کو انجام دیجئے، اور ساتھ ساتھ اس دعا کا بھی اہتمام کیجئے:

"اللّٰھم انی اعوذبک من العجز والکسل والجبن والبخل والھرم۔" (بحوالہ ابوداؤد شریف)

"اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں، عجز اور کاہلی سے، بزدلی اور بخل سے اور سخت بڑھاپے سے"

پھرتی کے ساتھ کام کرنا، امی ابو کے کاموں میں ہاتھ بٹانا، بغیر کہے گھر کی صفائی ستھرائی میں امی کی مدد کرنا نیک بچوں کی شان ہوا کرتی ہے۔

جمعہ یا اتوار کو چھٹی ہوتی ہے آپ کوشش کریں کہ ابو کی سائیکل، موٹر سائیکل یا کار ہو تو اچھی طرح آپ اس کو دھو دیجئے اگر ابو کی اجازت ہو، ابو کے جوتے پالش کر دیجئے اسی طرح دیگر امور میں ابو کی مدد کر دی جن امور میں مدد کی ضرورت ہو۔

اسی طرح امی کے ساتھ گھر کے کاموں میں امی کی مدد کیجئے، امی کام کر رہی ہیں چھوٹا بھائی یا بہن رو رہا ہے اس کو چپ کرا دیجئے اگر وہ بھوکا ہے اس کو بوتل میں دودھ ڈال کر دے دیجئے، امی کے ساتھ کپڑے دھلوا دیجئے، کپڑوں پر استری کر دیجئے۔

اسی طرح امی کے ساتھ کھانا پکانے میں مدد کیجئے، کبھی آٹا گوندھ لیجئے کبھی برتن دھو دیجئے، فریج کی صفائی کر دیجئے وغیرہ۔

خصوصاً جب گھر میں مہمان آئیں تو ایسا نہ ہو کہ پکانے کا، دسترخوان لگانے کا،

اٹھانے کا، سارا بوجھ امی پر ہو، بلکہ آپ پوری پوری مدد کیجئے۔

انسان کو چاہئے کہ جدوجہد، عزم، استقلال، مشقت، ہمت، ثابت قدمی اور مسلسل محنت کرتے رہنے کی عادت بنائے۔

چھوٹے چھوٹے کاموں میں امی ابو کی مدد کرنے سے بڑے بڑے کام کرنا آپ کے لئے آسان ہوگا۔

یاد رکھیئے! سستی اور آرام طلبی میں خسارہ ہے، اپنے ہاتھ سے کام کرنے اور دوسروں کی مدد کرنے سے آپ کو عجیب خوشی حاصل ہوگی۔ عمر کے ابتدائی دور میں محنت کرنے کی موزوں تربیت میسر آجائے، تو ایسے بچے بڑے ہو کر مسائل کو سمجھنے اور مشکلات کے حل ڈھونڈنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور کامیابی ان کے قدم چومتی ہے ۔

ہے قوتِ بازو میں تری رازِ سعادت
تو ڈھونڈتا پھرتا ہے اسے بالِ ہما میں

اپنی ہستی کو قائم رکھنے کے لئے جدوجہد کرنا قدرت کا ایک اٹل قانون ہے جو لوگ سعی وکوشش سے گریز کرتے ہیں ان کی ہستی بالکل مٹ جاتی ہے۔ دنیا کی دوڑ دھوپ میں وہی شخص آگے نکل سکتا ہے جو محنت واستقلال کے گھوڑے پر سوار ہو اور عقلِ سالم کا تازیانہ ہاتھ میں رکھتا ہو ۔

سانس کی طرح چلے منزلِ ہستی میں بشر
مدعا یہ ہے کہ دم بھر کو بھی بیکار نہ ہو

مانا کہ آپ پر ہوم ورک کا بھی بوجھ ہے، ٹیوشن پڑھنے بھی جانا ہے، مطالعہ اور تکرار بھی کرنا ہے، پھر اوپر سے والدین کا ہاتھ بٹانا، تو یاد رکھیئے! محنت سے بھی آدمی تھک جاتا ہے اور کاہلی سے بھی، مگر محنت کا نتیجہ اللہ کے حکم سے صحت و دولت ہے اور کاہلی کا بیماری وافلاس، کیونکہ آبِ رواں چمکتا ہے اور آبِ ایستادہ (ٹھہرا ہوا پانی) سڑتا ہے، کچھ نہ کرنے کی نسبت کام کرکے ناکام رہنا بدرجہا بہتر ہے۔

ہاتھ کی محنت کو اپنے شایانِ شان نہ سمجھنا مہلک غلطی ہے۔ انسانی وجود ایک چکّی کی

مانند ہے جس میں گیہوں پیسا جائے تو آٹا ہو اور خالی چلائی جائے تو خود اس کا نقصان ہے۔

سیڑھی کے زینے اس لئے نہیں بنائے گئے کہ ان پر ٹھہر کر آرام کیا جائے بلکہ ہر ایک زینے کا مقصد ایک پاؤں کو اس لئے سہارا دینا ہے کہ دوسرا قدم اوپر جا سکے۔

(بحوالہ مخزن اخلاق)

لہٰذا آپ ابھی سے یہ عزمِ مصمم کیجئے کہ میں محنت، ہمت، ثابت قدمی اور چستی کے ساتھ اپنی زندگی کو گزاروں گا اور ہر ایک کو نفع پہنچاؤں گا، خصوصاً والدین کو۔

اگر آپ کے والد صاحب کے مالی حالات درست نہیں ہیں تو آپ اپنی استطاعت کے مطابق ان کو سہارا دیجئے مثلاً:

اگر آپ کو کوئی ہنر آتا ہے جیسے آپ بجلی کا کام کر سکتے ہیں یا فریج ائیر کنڈیشن کا کام آتا ہے..... آپ سلائی وغیرہ میں ماہر ہیں تو آپ کسی دکان پر چلے جائیے وہاں کام کرکے اپنے والد صاحب کے مالی حالات میں مدد کیجئے یا اگر آپ کو کوئی ہنر نہیں بھی آتا تو آپ گھر میں سموسے، پکوڑے وغیرہ بنا کر باہر کسی کینٹین پر جا کر یا محلے میں ہی بیچ دیجئے۔

ان امور کے علاوہ اگر آپ محنت مزدوری کر سکتے ہیں تو کسی فیکٹری، کارخانے میں یا تعمیراتی کاموں میں آپ محنت مزدوری کے ذریعے سے اپنے والد صاحب کی اور گھر والوں کی مدد کیجئے اور محنت کرنے سے بالکل نہ شرمائیے۔

کیونکہ دنیا میں جتنے بھی بڑے لوگ گزرے ہیں وہ ان مرتبوں تک اسی محنت ہمت اور ثابت قدمی کے ذریعے پہنچے ہیں۔

محنت میں ہی عظمت ہے، آدمی محنت، ہمت اور ثابت قدمی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر مشکل سے نکل سکتا ہے اور ہر مصیبت سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

لہٰذا محنت، ہمت اور ثابت قدمی کو اختیار کیجئے اپنی ذات کو بھی نفع پہنچائیے اور والدین کے لئے بھی راحت وآرام کا ذریعہ بنئے۔ (بحوالہ از والدین کی قدر کیجئے)



ذمہ داری نمبر......۲۱

﴿والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائیے﴾

آپ اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن سکتے ہیں ان صفات کو اپنا کر، جن صفات کی دعا اللہ جل جلالہ کے برگزیدہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کے لئے کی، اور والدین کی سرخروئی اور نجات کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

جب اولاد نیک ہو تو وہ اولاد واقعی اپنے والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے، اور ایسی اولاد کے لئے خود بخود والدین کے دل سے دعائیں نکلتی ہیں، اور یہ چیز دونوں کے لئے دنیا وآخرت کی بہت بڑی نعمت ہے۔

یہ نعمت آپ کو بھی حاصل ہو جائے، اس کے لئے آپ سچے جذبے اور لگن کے ساتھ اگر ان باتوں پر عمل کریں گے، تو ان شاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس نعمت سے نوازیں گے۔

۱) ان باتوں میں سب سے پہلی بات ہے "شرک سے حفاظت" اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے اولاد کے لئے یہ دعا فرمائی:

رب اجعل هذا لبلد امنا واجنبني وبني ان نعبد الاصنام.

"اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا بنا دے، اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے۔" (بحوالہ سورۂ ابراہیم)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہر داعی کو چاہئے کہ وہ اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اور نسل کے لئے (بتوں کی عبادت سے دور رہنے کی) دعا کرے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام اگرچہ معصوم ہوتے ہیں ان سے شرک و بت پرستی بلکہ کوئی گناہ سرزد

نہیں ہوسکتا، مگر یہاں حضرت خلیل علیہ السلام نے اس دعا میں اپنے آپ کو بھی شامل فرمایا ہے، اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ طبعی خوف کے اثر سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی ہر وقت اپنے کو خطرے میں محسوس کرتے رہتے ہیں، یا یہ کہ اصل مقصود اپنی اولاد کو شرک و بت پرستی سے بچانے کی دعا کرنا تھا، اولاد کو اس کی اہمیت سمجھانے کے لئے اپنے آپ کو بھی شامل دعا فرمالیا۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد ۵)

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ دعا اپنی اولاد کے لئے فرمائی:

"اے اللہ! میری اور میری اولاد کی شرک سے حفاظت فرما۔" کیونکہ شرک ایسی چیز ہے کہ یہ انسان کو گمراہی میں ڈال کر ہر نیکی اور بھلائی سے محروم کر دیتی ہے۔

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

دوسری آیت میں اپنی اس دعا کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ بت پرستی سے ہم اس لئے پناہ مانگتے ہیں کہ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیا ہے، یہ اس لئے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد اور قوم کا تجربہ کر چکے تھے، کہ بت پرستی کی رسم نے ان کو ہر خیر وصلاح سے محروم کر دیا۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد ۵)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شرک انسان کو ہر خیر و بھلائی سے محروم کر دیتا ہے، اور پھر انسان اپنے مرتبہ کو بھلا کر حیوانیت کے مرتبہ سے بھی نیچے چلا جاتا ہے۔ اسی لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کے لئے خاص طور پر شرک سے حفاظت کی دعا فرمائی، ایک مؤمن کو جتنی خوشی اس بات سے ہوتی ہے کہ اس کی اولاد ایمان والی اور شرک سے بچنے والی ہو کسی اور بات سے اتنی نہیں ہوتی۔

کیونکہ جب اولاد شرک سے بچنے والی اور دین پر چلنے والی ہو تو وہ اپنے والدین کا ہر طرح خیال رکھتی ہے اور ان کی خوب اطاعت کرتی ہے، تو ایسی اولاد والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے، تو آپ بھی شرک سے بچئے اور اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنئے۔ ساتھ ساتھ شرک سے حفاظت کے لئے اس دعا کا اہتمام کیجئے:

اللّٰھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیا وانا اعلم

واستغفرک لما لا اعلم۔ (بحوالہ مسند احمد)

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں تیرے ساتھ کسی کو شریک کروں اس حال میں کہ میں جانتا ہوں اور جو میرے علم میں نہیں میں اس کے لئے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔''

۲) دوسری چیز یا دوسری صفت جس کو اختیار کر کے آپ اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن سکتے ہیں، وہ ''نماز'' ہے۔ نماز کی ادائیگی کے متعلق جتنی تاکید اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اور حضور اکرم ﷺ نے احادیثِ مبارکہ میں ارشاد فرمائی ہے اتنی تاکید کسی اور چیز کے متعلق نہیں فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ عالی ہے:

''نماز کو قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی، یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔'' (سورۂ بنی اسرائیل)

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: **الصلاۃ عماد الدین۔** (بحوالہ منتخب احادیث)

''نماز دین کا ستون ہے۔''

لہٰذا اب آپ ذرا غور کیجئے! کہ نماز کی دین میں کتنی زیادہ اہمیت ہے کہ سینکڑوں آیات اور احادیث اس پر گواہ ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ کے مقربین خاص یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے شرک سے حفاظت کے بعد جس چیز کی دعا اپنی اولاد کے حق میں فرمائی وہ نماز ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی اپنی اولاد کے لئے:

''رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء'' (بحوالہ سورۂ ابراہیم)

''اے میرے پالنے والے! مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد کو بھی، اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما۔''

سوچئے! غور کیجئے! کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب نبی جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا سیدنا

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اولاد کے لئے کس چیز کی دعا مانگ رہے ہیں؟

مال و دولت کی، حکومت بادشاہت کی نہیں! بلکہ ''نماز'' کی۔

نماز کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔'' (سورۂ العنکبوت)

آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتائی ہے، تو اگر آپ پابندی کے ساتھ باجماعت مسجد میں پہلی صف میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز کا اہتمام کریں گے تو خود بخود آپ بری عادات سے بچتے چلے جائیں گے، اور اچھی عادتیں اختیار کرتے چلے جائیں گے۔

اگر آپ نے واقعی اس طرح کیا تو حقیقتاً آپ اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوں گے، لہٰذا! آج ہی سے یہ پختہ ارادہ کر لیجئے کہ مرد ہر حال میں نماز کا جماعت کے ساتھ مسجد میں اور عورتیں نماز کے اول وقت میں گھروں میں نماز کا اہتمام کریں گی اور ساتھ ساتھ اس دعا کا بھی اہتمام کیجئے:

''رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء''

۳) تیسری صفت ''خدمت'' ہے، خدمت ایسی کہ جس سے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مطلوب ہو۔ ہم سب جانتے ہیں کہ والدین کے اولاد پر اس قدر احسانات ہوتے ہیں کہ اگر اولاد پوری زندگی ان کی خدمت کرتی رہے، پھر بھی ان کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

جان لیجئے کہ جو لوگ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں، ان کی خدمت میں لگے رہتے، ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ان کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور انہیں اپنی خوشنودی سے نوازتا ہے۔

اولاد حقیقی طور پر اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سکون بن سکتی ہے، آپ اپنے والدین کی خدمت کرنے میں بالکل نہ جھجکیے، جو خدمت آپ کے بس میں ہو کر دیا کیجئے، کبھی پیر دبا دیجئے، کبھی سر میں تیل ڈال دیجئے، کبھی پلنگ یا تخت جس پر ان کی نشست و برخاست ہو، ہوادار جگہ میں رکھ دیجئے، کبھی پان لگا دیجئے، کبھی جوتے سیدھے کر دیجئے۔

ایسی چھوٹی چھوٹی خدمتیں دل میں ایسا سرور بھر دیتی ہیں کہ والدین کے دل سے خود بخود اولاد کے لئے دعاءِ خیر و عافیت فی الدارین نکلتی ہے، اور ایسی چھوٹی چھوٹی خدمتیں اور نیکیاں انسان کو ایسے مرتبے تک پہنچا دیتی ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا، خدمت کرنا ایسی پیاری صفت ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کی نظروں میں محبوب بنا دیتی ہے۔

ہمارے اکابر جن پر ہمیں فخر ہے باوجود اس کے کہ وہ علم کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے، خدمت کرنے میں بھی کبھی پیچھے نہیں رہے۔ (بحوالہ از والدین کی قدر کیجئے)



ذمہ داری نمبر......۲۲

﴿والدین کے ساتھ نیکی کیجئے﴾

والدین کے ساتھ نیکی میں ایک ایسی نیکی بھی ہے جو ہر مرد و عورت، مالدار و غریب اور طاقتور و کمزور کر سکتا ہے اور وہ ہے زندہ اور مرنے والے ماں باپ کے لئے دعا کرنا، اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے بھی درج ذیل فرمان مبارک میں دیا ہے:

"وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيراً". (الاسراء۔۲۴)

اور کہتے رہنا اے میرے پروردگار ان پر رحمت فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پرورش کیا۔

"رَبَّنَا اغْفِرْلِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ". (سورۃ نوح۔۲۸)

اے پروردگار مجھے بخش اور میرے ماں باپ جو اور کوئی بھی میرے گھر میں داخل ہو بحیثیت مومن کے اور کل ایمان والوں اور ایمان والیوں کو۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيمَ لِاَبِيهِ اِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرَاهِيمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيمٌ. (سورۃ التوبہ۔۱۱۴)

اور ابراہیم کا اپنے باپ کے حق میں دعائے مغفرت کرنا تو محض وعدہ کے سبب تھا جو انہوں نے اس سے کر رکھا تھا، پھر جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ اللہ دشمن ہے تو اس سے بے تعلق ہو گئے، بے شک ابراہیم بڑے ہی نرم دل اور بردبار تھے۔

اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو سوائے تین چیزوں کے اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں: صدقہ جاریہ۔ یا وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہو، یا وہ نیک بچہ جو اس کے لئے دعا کرے، اللہ جل شانہٗ نے ہمیں ایک دوسرے کے

لئے دعا کرنے کا حکم دیا، اور والدین کو اولاد کے لئے دعا کا حکم دیا، اور اولاد کو والدین کے لئے دعا کا حکم دیا، اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے ایسا کرنے والے کو بڑی فضیلت ملتی ہے، ایسا سائل نامراد نہیں ہوتا اور اللہ جل شانہٗ ایسے لوگوں کی تعریف فرماتے ہیں جو یہ دعا مانگتے ہیں:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ و اجعلنا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَاماً.

اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا سردار بنا دے۔

اور ایسے لوگوں کی مدح سرائی کی ہے جو یوں دعا گو ہوتے ہیں:

رَبَّنَا اغْفِرلَنَا وَلاَخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ. (سورۃ الحشر)

''اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں''

قرآن کریم ﷺ نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا ذکر خیر کیا اور ان کو نیک ہونے سے متصف کیا چنانچہ حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہا السلام کے بارے میں فرمایا:

وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّاراً عَصِيّاً. (سورۃ مریم)

اور خاص اپنے پاس سے رقت قلب اور پاکیزگی، اور وہ بڑے پرہیزگار تھے اور نیکی کرنے والے تھے اپنے والدین کے ساتھ اور سرکش و نافرمان نہ تھے۔

اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا:

وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَیًّا، وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّاراً شَقِیّاً. (سورۃ مریم)

اور (اسی نے) نماز اور زکوۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں، اور مجھے میری والدہ نے نیکی کرنے والا (بنایا) اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔

بہتر یہ ہے کہ والد بیٹے کو اور بیٹا اپنے والد کو دعا سنا دیا کرے یعنی ایسی دعا کریں کہ ایک دوسرے کے اس دعا کرنے پر مطلع ہو جائے اور اسے سن لے تاکہ لڑکا اور زیادہ فرمانبردار اور وفا شعار ہو، اور باپ بھی خوش رہے اور بیٹے پر اور شفیق مہربان ہو، بعض نیک اور صالح حضرات کثرت سے یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ میری اولاد میں برکت دے اور انہیں نقصان وضرر نہ پہنچا، اور انہیں اپنی اطاعت اور میرے ساتھ حسن سلوک کی توفیق دیجئے، آمین۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''صلہ رحمی ایک ایسی نیکی ہے جس کا ثواب بہت جلد ملنا شروع ہو جاتا ہے اور قطع رحمی اور سرکشی ایسا گناہ ہے جس کی سزا دنیا ہی میں مل کر رہتی ہے۔ رہا آخرت کا عذاب تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ رہے گا اور آخرت ہی میں قطع رحمی کرنے والا سرکش اس عذاب میں جھونکا جائے گا۔'' (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

تاریخ کی کتابوں میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ سے قطع تعلق رکھنے والوں پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے عذابِ الٰہی کا دنیا ہی میں نزول کیا اور ان نوجوانوں کو جو دنیاوی مصروفیات اور بیوی کی محبت میں اپنے والدین کو چھوڑ بیٹھے، اللہ نے ان کو دنیا ہی میں نشانِ عبرت بنا دیا۔ اللہ ہمیں والدین کو وقت دینے اور ان کے سارے حقوق کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مراجع ومصادر

تفسیرِ مظہری .... حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

تفسیرِ عثمانی .... حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

معارف القرآن .... حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ

بخاری شریف .... محمد اسماعیل البخاریؒ

مسلم شریف .... ابی الحسن بن الحجاج القشیریؒ

ترمذی شریف .... ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ

ابوداؤد .... ابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ

ابن ماجہ .... ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ

مشکوٰۃ شریف .... ابومحمد الحسین بن مسعودؒ

الادب المفرد .... حضرت امام بخاریؒ

ریاض الصالحین .... حضرت امام نوویؒ

معارف الحدیث .... حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ

مظاہر حق جدید .... حضرت نواب محمد قطب الدینؒ

تنبیہُ الغافلین .... حضرت ابواللیث سمرقندیؒ

احیاء العلوم .... حضرت امام غزالیؒ

آدابِ زندگی .... حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

بہشتی زیور .... حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

خطباتِ حکیم الاسلام .... حضرت قاری طیب صاحبؒ

خطباتِ حکیم الامت .... مولانا اشرف علی تھانویؒ

آپ کے مسائل اور ان کا حل .... حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ

اصلاح معاشرہ اور اسلام .... حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختیار شہیدؒ

اصلاحی مواعظ ....انا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حقوق الوالدین .... حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ

خطباتِ علی میاں .... حضرت ابوالحسن علی ندویؒ

اصلاحی خطبات .... حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب

خطباتِ فقیر ....ضرت مولانا ذوالفقار نقشبندی صاحب

اخلاق النبی .... ڈاکٹر محمد احمد قمر مختیار صاحب

اصلاحی مقالات .... مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

محسنِ انسانیت اور انسانی حقوق .... ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

قوت القلوب .... شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی المکی

خطباتِ نعمانی .... حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ

دنیا کی حقیقت .... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

دین وشریعت .... مولانا منظور احمد نعمانیؒ

اسلامی آدابِ زندگی .... امام غزالیؒ

حسن گفتار .... جناب طالب ہاشمی صاحب

اصلاحِ انقلابِ امت .... حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

منتخب احادیث .... حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

تبلیغ دین .... حضرت امام غزالیؒ

مسلمانوں کے حقوق .... حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ

اسلام کا نظام حیات .... جناب فیض الرحمٰن قاسمی صاحب

حقوق العباد .... جناب اوصاف علی صاحب

مختلف اخبارات ورسائل [illegible] ....